انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ الحدیث
عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدۃ
ختم النبوۃ
جلد ہشتم
الناشر
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ
کراتشی باکستان

مجموعہ علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقیدہ ختمِ نبوت

جلد ہشتم

ناشر
الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org
www.khatmenabuwat.com
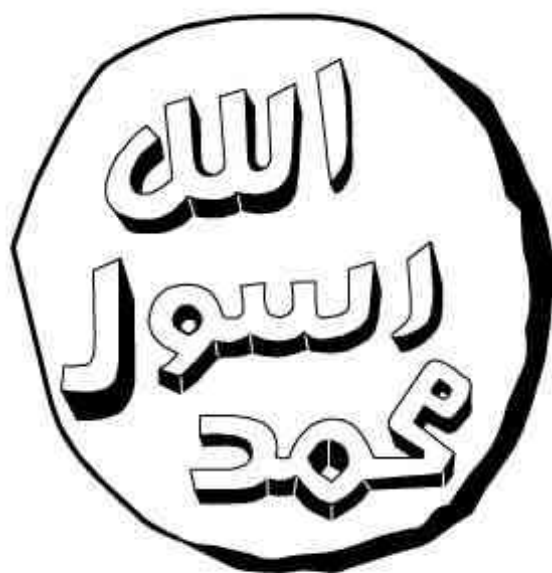
اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْٓ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدّدِ دین و ملّت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدّث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہارِ تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

نام کتاب: عَقِیدَۃ خَتمِ النُّبُوَّۃ

ترتیب و تحقیق: حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: ہشتم

سن اشاعت (اول): 2009ء / 1430ھ

قیمت

14 جلدوں میں مطبوعہ کتب کی فہرست اور مکتبوں کے ایڈریس کتاب کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: ''عقیدہ ختم نبوت'' کے سلسلے میں حتی الامکان سنین کے اعتبار سے کتابوں کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مگر طباعت کے تقاضوں کے پیش نظر بعض کتب میں اس ترتیب کو برقرار نہیں رکھا جاسکا ہے۔ (ادارہ)

ناشر: الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org
www.khatmenabuwat.com

فہرست

مناظر الاسلام

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

- حالاتِ زندگی
- رَدِ قادیانیت

حالات زندگی:

مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضی بن مفتی غلام دستگیر بن مفتی سراج الدین بن مفتی شیخ عبد اللہ رحمہم اللہ تعالی ۱۸۶۰ء / ۱۲۷۷ھ میں میانی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور مولانا محمد رفیق ساکن برتھ غربی نزد جھاریاں ضلع سرگودھا سے تحصیل علم کی۔ پھر کئی مدارس میں تدریس کے علاوہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں چودہ سال تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضی میانوالی ایک جید عالم دین، بہترین مدرس، پر جوش مقرر اور زبردست مناظر تھے۔ آپ نے قادیانیت، وہابیت اور شیعیت کا مقابلہ کتب، تقاریر اور مناظروں کے ذریعے مؤثر انداز میں کیا۔ آپ کی موجودگی میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مہر بلب رہتے۔ آپ کی علمی جلالت کے اپنے اور بیگانے دونوں قائل تھے۔ عوام و خواص آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بحث و مباحثہ میں ہمیشہ آپ غالب رہتے۔

رد قادیانیت:

رد قادیانیت پر آپ کی دو کتابیں ہیں:

۱۔ الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی (یہ کتاب مفتی غلام مرتضی اور جلال الدین فاضل قادیانی کے مابین سن ۱۹۲۴ء میں ہونے والے مناظرے کی روئداد پر مشتمل ہے۔

۲۔ ختم نبوت (اس کتاب میں مختصراً ختم نبوت پر دلائل اور ان کی شرح پیش کی گئی ہے)

رد قادیانیت کے علاوہ آپ نے فن مناظرہ پر الدیوان والحماسہ بھی تحریر فرمائی ہے۔

ان کے وقت میں قادیانی مبلغ عیسائی مبلغین کی طرح دیہاتوں اور چھوٹے

چھوٹے شہروں میں جاتے اور سادہ لوح عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے حیلوں سے کام لیتے۔ اگر کسی آبادی میں کوئی عالم دین نہ ہوتا تو اس پر تبلیغ کا دھاوا بول دیتے۔ اگر کوئی عالم دین ہوتا تو اس کی موجودگی میں ''گربہ مسکین ہوکر اتحاد واتفاق کی بات کرتے۔ مفتی صاحب کے گاؤں موضع میانی (ضلع سرگودھا) میں بھی قادیانیوں نے آمد ورفت شروع کی۔ آپ کی عدم موجودگی میں ''ہمچو من دیگرے نیست'' کا دم مارتے اور موجودگی میں کہتے کہ آپ ہمارے علماء سے گفتگو کریں۔ مفتی صاحب کہتے ٹھیک ہے، انہیں لے آؤ میں ان سے بات کروں گا۔

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء اپنے کسی کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے۔ اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور اختتام پر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا لیکن خدا تعالیٰ نے سبب فرمادیا کہ مفتی صاحب ارادہ سفر ملتوی فرما کر بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء کی صبح گاڑی پر براستہ بھیرہ میانی لوٹ آئے اور قادیانی جماعت کی طرف مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمالیا۔

چنانچہ بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو موضع ہریا تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات میں مناظرے کے جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ مناظر اور حضرت علامہ مولانا غلام علی گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور صدر جلسہ مقرر ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس مناظر اور کرم داد صدر

جلسہ مقرر ہوئے اور دوسرے دن قادیانیوں کی طرف سے صدر جلسہ حاکم علی تھے۔ اس تحریری مناظرہ میں مفتی صاحب نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر صرف دو دلیلیں دیں:

پہلی دلیل: ﴿وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ﴾ (النساء، آیت ۱۵۷)

دوسری دلیل: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء، آیت ۱۵۹)

مفتی صاحب نے ان دونوں دلیلوں کی وضاحت اس عمدہ اور احسن طریقہ سے کی کہ قادیانی مناظر دو دن تک ان کا جواب نہ دے سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کے ذریعے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور باطل خائب و خاسر ہوا۔

اس مناظرے میں شریک علمائے کرام نے اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے:

.... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر شخص نے آفریں آفریں کہا۔ باوجود اس کے کہ قادیانی مناظر نہایت بدزبان تھا اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو اس نے مفتی صاحب کی ذات کے متعلق کہے انہیں جمع کیا جائے تو کافی تعداد ہو جائے مگر مفتی صاحب نے اپنے وقار اور شرافت کو پیش نظر رکھتے ہو ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔

سارے مناظرے کے اجلاسوں میں قادیانی مناظر کی طرف سے شرائط مقرر کی ۴۹ خلاف ورزیاں کیں لیکن مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔

مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیق پر مبنی ہوتی اور اپنا تقریر اور تحریر بیان نہایت نرمی سے سناتے۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی۔ مفتی صاحب میں جہاں عزم ثبات، وقار و استقلال ان کا طرہ امتیازی تھا وہیں متانت و شرافت، تہذیب و شائستگی

کے پیکر بن کر موافق اور مخالفین دونوں سے تحسین حاصل کر رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا موصوف کے دلائل وشواہد کا ابطال نہ کرسکا اور ادھر ادھر کے غیر مربوط وغیر متعلق امور سے حاضرین کو بہلانے کی بے فائدہ کوشش کرتا رہا۔

مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا۔ یہ سکون اس وقت زیادہ محسوس ہوا جب آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھنگھور گھٹاؤں کا شیرازہ بالکل منتشر ہوگیا۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ کو آپ نے ظہر کے بعد ''رضا بالقضاء'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اسی روز عصر کے بعد اس جہان فانی سے کوچ فرمایا۔

الظفر الرحمانی
فی
کسفِ القادیانی

تصنیفِ لطیف

کتاب ہذا اس مناظرے کی روداد ہے جو

مناظر الاسلام حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اور

قادیانی مولوی جلال الدین شمس

بمقام ہریا، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

بتاریخ ۱۸۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں منعقد ہوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَالدِّیۡنِ الۡکَامِلِ الۡمُبِیۡنِ لِیُظۡھِرَہٗ عَلٰی سَائِرِ اَھۡلِ الۡمِلَلِ کُلِّھِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَخُلَفَآئِہِ الرَّاشِدِیۡنَ الۡمَھۡدِیِّیۡنَ ۔

اَمَّابَعۡدُ واضح ہو کہ اسلامی جماعت کی خدمت میں عموماً اور قادیانی جماعت کی خدمت میں خصوصاً درخواست ہے کہ آپ ہر ایک صاحب اس کتاب کو از ابتداء تا اخیر نہایت غور سے سمجھ کر پڑھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کو کسی لائق عالم سے سمجھ لیں اور پھر ایمان کے دائرہ کے اندر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کریں کہ ہر دو مناظروں میں سے کون مناظر ایمان کے مقتضیٰ کے اندر رہ کر فاتح وکامیاب ہوا ہے اور کون مناظر ایمان کے مقتضیٰ سے خارج ہو کر مفتوح وناکام ہوا؟

سبب مناظرہ

جو لوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے مشرب ومذاق سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ اُنس ودلچسپی نہیں، نہ اس وجہ سے کہ ان میں کوئی علمی کمزوری ہے بلکہ اسلئے کہ آج کل کے مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں لیکن قادیانی جماعت کے بعض افراد نے مفتی صاحب کے اس تنفر کو اس رنگ میں بیان کرنا شروع کردیا کہ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ میدانِ مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو عرصہ دراز تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی مضطرب العقائد ومتردّد الایمان ہوگئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب

وتر دد محسوس کیا تو انہوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کرلیا کہ اسلامی جماعت کے ایمان وعقائد حقہ کی حفاظت کرنے کے لئے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہو چکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کردیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے سب کی تردید کردیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے؟ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آجائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں تبادلہ خیالات کریں گے۔

ختم نبوت، مرزا صاحب کی نبوت، مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا، مرزا صاحب کے منکروں کی تکفیر، مرزا صاحب کا اسلام وکفر، مرزا صاحب کی صداقت وتکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے بھی مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کرلیا اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا صاحب نے بھی اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔''
(تحفہ گولڑویہ ص۱۶۶)

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر جھجکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المحققین ورئیس العارفین مرکز الہدایت ومحور الولایت مولانا ومرشدنا **حضرت خواجہ سیّد مہر علی شاہ صاحب** لازالت فیوضاتھم نے کتب ذیل شمس الہدایہ، حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ، فیوضات مہریہ تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی حیات ووفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے قوی ہوگئے ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الممدوح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کیلئے ایسے طرق استدلالات واستنادات بیان فرمائے ہیں جن کے جواب دینے سے مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے مریدین آج تک عاجز ہیں۔ اور ان کی حقیقت پر مطلع ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلالات واستنادات موہوبی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الممدوح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا صاحب مناظرہ کے لئے نہ آئے بلکہ انکار کردیا اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا الممدوح کے مریدین مستفیضین میں سے ہیں اس لئے قادیانی مناظر نہ ان کی تردید کرسکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام التقریب پیش کرسکا۔ اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد علامہ دہر **حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی** پریذیڈنٹ اسلامی جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہوکر بمقام گولڑہ شریف پہنچے اور

وہاں مرشدنا الممدوح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کئے جس پر مرشدنا الممدوح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہا حسب ذیل ہیں۔

''مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ'' حفظکم اللہ تعالی !

بعد سلام ودعا کے **الحمد للہ** سبحانہ وتعالی نے آپ کو توفیق اظہارِ حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصّل کیفیت معلوم ہوئی۔ بَلْ کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالْحَمْدُ لَكَ اَوَّلاً وَّاٰخِراً. سب احباب سے مبارک بادی۔

العبد الملتجی و المشتکی الی اللہ المدعو بہ

مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ۔ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۲۴ء

شرائطِ مناظرہ

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء کسی اپنے خاص کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق **اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى** خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادۂ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء صبح

کی گاڑی پر براستہ بھیرہ واپس میانی پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرورو خوشی ہوگئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ **وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔** اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے اس لئے میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں چنانچہ بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ومولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی بموجودگی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں۔

المناظر فیہ حیات ووفات مسیح

۱…… ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلے میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سنیہ جماعت اسلامیہ احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

۲…… قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔

(۱)…… قرآن کریم (۲)…… حدیث صحیح (۳)…… اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴)…… لغت عرب (۵)…… صرف (۶)…… نحو (۷)…… معانی (۸)…… بیان (۹)…… بدیع

اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

۳…… کل پرچے پانچ ہوں گے۔ پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا۔ اور ہر ایک تقریر کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا۔ اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دیدے گا۔ اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ

اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا، ہاں توضیح اور تشریح کرسکتا ہے۔ اور تردید کے تحریر کرنے کے لئے دو گھنٹے کا وقت ہوگا اور آدھ، آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لئے ہوگا۔ ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔ دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لئے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچے کے علاوہ کسی پرچہ میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴...... ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵...... مناظر پرچہ خود لکھے گا۔ اس کی دوسری کاپی کرنے کے لئے ایک معاون ہوگا۔ ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ معہ اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶...... ہر ایک مناظر کسی غیر سے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷...... تاریخ مناظرہ ۱۸۔۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء مقرر ہے یعنی بروز ہفتہ واتوار۔

۸...... مناظرہ بمقام میانی متصل سرائے بڑ کے درخت کے نیچے ہوگا۔

۹...... فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیمہ کا اختیار نہ ہوگا۔ مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰...... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریذیڈنٹ ہوگا، جن کا کام وقت کی پابندی کرانا ہوگا۔ اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریذیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱...... مناظرین اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲...... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لئے اجازت لی جائے گی۔

۱۳...... فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

بقلم خود نبی محمد

سیکرٹری انجمن احمدیہ میانی وگھوگھیاٹ ۲۸،۰۸،۳۳

نوٹ: جب شرط نمبر ۱ کا یہ فقرہ یعنی ''ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا''۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت والزام پیش کر سکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ بڑے تعجب وحیرانگی کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں ؎

آنچہ دادہ ست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطا کئے ہیں۔ اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنظور ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ **فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْن** (مشکوٰۃ شریف ص۳۰) یعنی ''جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے''۔ اور پھر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

شرط نمبر اوّل ودوم

شرائط مجوزہ مسلّمہ فریقین میں سے شرط نمبر (۱) وشرط نمبر (۲) نہایت قابل غور ہیں اور در حقیقت یہی دو شرطیں فتح وشکست کا معیار ومیزان ہیں۔ اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم وحدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ ''حیات مسیح ابن مریم'' ثابت کر دیا۔ اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفاتِ مسیح ابن مریم ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کر سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے۔ اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی ویقینی ہے اور حکمت ظنی ہے اور بوقت مناظرہ قطعی ویقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلافِ عقل ونقل ہے۔ خلافِ عقل ہونا تو ظاہر ہے دیکھئے اگر صاحب جج کسی مقدمہ میں ڈگری دیدیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے رو سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے خلاف ہے اس لئے آپ اس کا راز بتلا دیں۔ اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو توہین عدالت اور جرم سمجھا جائے گا اور اس پر صاحب جج کو حق ہوگا کہ توہین عدالت کا اس پر مقدمہ

کرے اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا۔ اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضع قانون نہیں، مصالح واضع سے پوچھو۔ تو کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے، یا بالکل عقل کے موافق۔ اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** (النساء)۔ یعنی اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو کہ **اولی الامر** کے ساتھ **اَطِیْعُوْا** نہ لانے میں یہ ایماء ہے کہ **اولی الامر** کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے اور پھر **فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ** میں **اولی الامر** کا ذکر نہ کرنا، اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ متنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں قرآن کریم اور حدیث، تیسری چیز کوئی نہیں۔ اور پھر **اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** فرما کر یہ بتلا دیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو متنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے ورنہ تم مومن نہیں۔

ناظرین غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** کے عین مطابق مناظرہ کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر

التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً ''توریت کا پیش کرنا اور یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا؟ ان میں کوئی نقص باقی تھا وغیرہ وغیرہ۔'' جو روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت زبانی تو مدعی ایمان بالقرآن والحدیث ہے لیکن ان کے قلوب کی حالت دگرگوں ہے۔

صاحبو! یہ نہ سمجھئے کہ اسلامی جماعت کے علماء وفضلا اسلامی احکام وقوانین کے اسرار وحکم کو نہیں جانتے۔ ان کے پاس سب کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز　　　ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں شاہجہاں پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھا تھا، ایک اسٹیشن پر اس کے خادم نے آ کر اطلاع دی کہ حضور وہ تو سنبھلتا نہیں۔ کہنے لگا کہ یہاں پہنچادو، یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کونسی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھل سکتی اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اس کو سنبھالیں گے۔ آخر چند منٹ بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بہت بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا انہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کتے کا کھانا کیوں حرام ہوا، باوجودیکہ اسمیں فلاں وصف ہے اور فلاں وصف ہے۔ کہتے ہیں انہوں نے وہ وصف بیان کئے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں۔ میں سب سنتا رہا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سن لیا۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عام کہ وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شبہات کا جواب ہے۔ اور ایک خاص کہ وہ خاص اسی کے متعلق ہے۔

کونسا عرض کروں؟ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے کھانے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اس لئے ہے کہ قیامت تک کے لئے شبہات کا جواب ہے۔ البتہ اس میں دو مقدمے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ رسول تھے ،دوسرے یہ کہ رسول کا حکم ہے۔ اگر ان میں کلام ہے تو ثابت کروں؟ کہنے لگے۔ یہ تو ایمان ہے یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا۔ لیکن ان کو اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ حظ نہ آیا کہنے لگے کہ جناب اور جواب خاص کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جس قدر اوصاف آپ نے بیان کیے واقعی وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اس نے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا ہے وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کتے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سن کر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کو جواب قطعی سمجھے۔ حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے اور جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اس کی کچھ بھی وقعت نہ تھی اور میں اس کو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔ غرض علت اور حکمت دریافت کرنا عشق اور محبت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ہم عاشق ہی نہیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس کی بھی نفی کرتے ہوئے فرماتا ہے **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ**۔ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ انتھی کلامہ

اور اگر مناظرین میں سے ایک مسلم ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے تو اس صورت میں مناظر مسلم کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے عقلی دلائل پیش کرے۔

شرط نمبر ۹

چونکہ قادیانی جماعت نے شرط ۹ کو توڑ کر پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور پھر روئداد

مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام چند ضروری باتیں رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیئے۔ اس لئے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح وتشریح ملا دیئے۔

شرط نمبر ۸

بتاریخ ۱۴ یا ۱۵، اکتوبر ۱۹۲۴ء جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہپور کا حکم صادر ہوکر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد خوشی حاصل ہوئی اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے صاحب بہادر کے ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکا دیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سربسجود ہوکر دعا کی کہ ''اے خدایا اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان وعقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما۔'' اس مجیب الدعوات ومسبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ بتاریخ ۱۷، اکتوبر ۱۹۲۴ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں صاحب ممدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آکر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہوگئے ہیں۔ بعد اختتام مناظرہ میاں صاحب ممدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریالہ جالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا بھی مرزائیت کی طرف میلان ہے اور مفتی صاحب گھبراہٹ میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہوجایئے آپ

کی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہوگئی۔ اور بتاریخ ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء صبح کی گاڑی پر سوار ہوکر ہر دو فریق موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پہنچے۔ اور وہاں دو دن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء مناظرہ ہوا۔ اور ہم چودھری غلام حیدر خان صاحب نمبردار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگانِ ہریا کا عموماً نہایت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی بلیغ کی وجہ سے ہر دو دن کا مناظرہ نہایت باامن وسکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چودھری غلام حیدر خان صاحب ودیگر باشندگان ہریا نے باوجودیکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے دو دن ہر دو فریق یعنی اسلامی جماعت وقادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چارپائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا حالانکہ ہر دو دن مجمع کثیر التعداد تھا۔

المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظر حضرت مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

صدر جلسہ

ہر دو دن یعنی ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ کے پریذیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ والنقلیہ فہامۂ دہر وعلامۂ عصر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوٹہ ضلع ملتان تھے اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء کے پریذیڈنٹ کرم داد صاحب دولمیال تھے اور ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حاکم علی صاحب تھے۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرم داد صاحب کو عہدہ پریذیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

----------☆☆☆☆☆ ----------

۱۸،۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء .... پرچہ نمبر اوّل

دلائل حیاتِ مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحَانَکَ لَاعِلۡمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ؕ

حیاتِ مسیح علیہ السلام پر پہلی دلیل

قَوله تعالٰی وَقَوۡلِهِم [۱] اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوۡهُ

---

[۱] حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً ۱...... **وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ**. ۲...... **وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ**۔ ۳...... **وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا**. ۴...... **وَاِذۡ كَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ**. ۵...... **وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ**. ۶...... **بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ**. ۷...... **اِنِّیۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ**. ۸...... **وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ**. ۹...... **وَاِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ** ۱۰...... **وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ**. ۱۱...... **وَجَعَلَنِیۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ**. ۱۲...... **لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ**۔ اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے **لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ** کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے قرآنی دو دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا اطمینان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریب تام ہے اور تقریر کے لئے وقت معین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دو دلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال کو شرط نمبر (۱) و شرط نمبر (۲) کے تحت میں رہ کر اس قدر تحریر کیا جو وقت معین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب صحیح نہ دے سکا۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن بریانے بعد اختتام مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

حیات مسیح دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں	نازل ہوسی وچ زمانے آخر سچ پچھانوں
جس دم عالم قادیاں والا کرداسی تقریراں	سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تامل مفتی صاحب بولن	خوش الحانی اتے موسن جند جاناں سب کھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا	علم کلام معانی اندر الحق تیغ چلایا
مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا	جتھے قدم مبارک رکھیا کے نہ پیر اٹھایا

۱۲ مرتب

وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً (النساء) یعنی یہود اس قول کی وجہ سے ابھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی ''دار'' پر اس کو چڑھایا لیکن ان کے لئے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں ہیں ان کو اس کا کوئی علم نہیں سوائے اتباع ظن کے اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرۃ حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ لغت عرب میں **رفع** کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن **وهو خلاف الوضع** (صراح جلد۲ ص۱۶) **رَفَعَهٗ كَمَنَعَهٗ ضِدُّ وَضَعَهٗ** (قاموس ص ۵۱۲) **رَفَعَهٗ رَفْعاً بالفتح برداشت آں را خلاف وضعه** (منتہی الارب ص۱۷۰) اور آیت **وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ** (سورۃ یوسف) سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام۔ اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے بلکہ **رفع الی اللہ** سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں **لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ**

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم) شہادت خداوندی ہے یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔

اور حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِكَةً بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةً بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ فَقَالُوْا تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ. (بخاری جلد ۱ ص ۴۵۷)

اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ ''یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے جنہوں نے رات گذاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اعلم ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا، اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔''

کیونکہ اس حدیث میں **عروج الی اللّٰہ** سے **عروج الی السماء** مراد ہے۔ اور **عروج الی اللّٰہ** اور **صعود الی اللّٰہ** اور **رفع الی اللّٰہ** کی ایک ہی صورت ہے۔ اور حدیث يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ (صحیح مسلم جلد اول ص ۹۹) ''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں پہلے عمل دن کے۔'' اسی معنی کے مراد ہونے کے لئے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ کی تفسیر ہے۔ ''یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں کلمے پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھا لیتا ہے۔''

اور مرزا صاحب آیت **بَل رَّفَعَهُ اللهُ اِلَیه** کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ''رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔'' (۱ ازالہ اوہام ص۱۰۴۹)

اور نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۱۲۵)

اور نیز لکھتے ہیں ''بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔'' (ازالہ اوہام ص۹۹۴)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی **رفع الی اللہ** سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے۔ کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت **بَل رَّفَعَهُ اللهُ اِلَیه** میں آسمان کی طرف حقیقی

---

۱ اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ اوہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نمبر۱ کے مطابق اسلامی مناظر مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت جو مرزا صاحب اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں وہ بیان ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو ''مفتری'' اور ان کے مریدوں کو مفتری کے مرید اعتقاد کرتے ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ اوہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو پیغمبر زعم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ**۔ مرزا صاحب اسی کتاب ازالہ اوہام ۶۷۳ طبع اول میں لکھتے ہیں۔ میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ اوہام کے اقوال پیش کرنے شرط نمبر۱ کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہیں۔ ۱۲ مرتب

طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلّم ٹھہرا۔ پس تنازع و اختلاف اس بات میں ہے کہ فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه** میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ **بجسدہ العنصری** مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔ اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی فقط کا ابطال کرتے ہیں اور رفع جسمانی وروحانی معاً کا اثبات کرتے ہیں۔

پہلی وجہ[1]

یہ کہ **اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ** میں **قَتَلْنَا** کا مفعول بہ یعنی جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے وہ **اَلْمَسِيْحَ** ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔ پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے جو قبل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ** اور **وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْناً** یہود کے مزعوم باطل کی تردید ہے۔ اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی بعینہٖ مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر سہ ضمیریں منصوب متصل جو **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ** اور **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً** میں ہیں ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ

[1] شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے دو شرطیں یعنی شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ قابل غور ہیں بلکہ یہی دو شرطیں فتح اور شکست اور ہار جیت کا معیار ہیں۔

شرط نمبر ۱: ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا علاوہ ازیں اسلامی مناظر قادیانی مناظر کے مقابلے میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

شرط نمبر ۲: قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث صحیح (۳) اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور احادیث صحیح کے مخالف نہ ہوں (۴) لغت عرب (۵) صرف (۶) نحو (۷) معانی (۸) بیان (۹) بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم وحدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں ان دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر قادیانی مناظر اس پہلی وجہ کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جو عنقریب مفصل ہوگا۔ ۱۲ مرتب

بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہ مسیح زندہ ہے جو ہر سہ ضمائر منصوب متصل سابقہ کا ہے پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

دوسری وجہ[1]

یہ کہ **وَمَا قَتَلُوْهُ يقيناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيه** میں بقرینہ قصر قلب ونفی کلمہ **بَلْ** ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے۔ اور بَلْ ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو، ضروری ہے کہ صفت مُبطلہ اور صفت مُثبتہ کے درمیان ضدیت ہو، دیکھو **اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَ هُمْ بِالْحَقِّ** (مومنون) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو **وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْآ اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ** (صفت) میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعر وجنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيه** سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مبطلہ یعنی قتل المسیح اور صفت مُثبتہ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی کیونکہ قتل اور رفع روحانی واعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے جب مقتول مقربین سے ہو۔ اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ **بجسده العنصری** مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع نہیں

---

[1] اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر تاقیامت اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ ۱۲ مرتب

ہو سکتے اور اگر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز **وَقَولِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ** سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لئے **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں بروئے تحقیق اہل معانی گویا لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدّیت ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو، تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقرّبین سے ہو۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زندہ **بجسده العنصری** زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، نہ فقط روح۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيه** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ **بجسده العنصری مرفوع الی السماء** ہونے پر زبردست[1] اور محکم دلیل ہے۔

کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تنجیزیہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفاتِ مذکورہ کا جامع ہو۔

---

[1] یہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی کیونکہ قادیانی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ باوجودیکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس موقعہ پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان شاء اللہ قیامت تک میرا مقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور باوجود استدعا اسلامی مناظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام ابن مریم **علیها السلام** پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کر سکا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام ذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تنجیزیہ ہو۔ ۱۲ مرتب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ **وَکَانَ اللہ عَزِیْزاً** یعنی اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے **توصعود الی السماء** کے ناممکن ہونے کا خیال گذرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے۔ اسی لئے **بَلْ رَّفَعَهُ اللہُ اِلَیْهِ** میں رفع کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ لایا گیا ہے جس کے معنی ذات مستجمع صفاتِ کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے **حَکِیْماً** کے ساتھ دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمہ کن سے ہے جیسا کہ **وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا** (مریم) سے ظاہر ہے۔ پس آپ کو کمال تشبہ **بالملائکہ** حاصل ہے۔ لہٰذا بلحاظ فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت ایزدی کا یہی اقتضاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللہُ اِلَیْهِ** سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان پر اٹھائے جانے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ تو اگر لفظ **رفع** کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے عام طور پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ **مصباح** سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے لیکن لفظ **مصباح** جو سورۂ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے

اور دیکھو صلوٰۃ سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے مگر **بیعٌ وَّصَلٰوٰتٌ** سے مراد مقامات ہیں۔ **وقس علی ھذا.**

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا[1] **اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ** ”یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو اے نبی ﷺ اس کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے۔“ اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ اس لئے میں ایک حدیث بھی سناتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْساً وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ** (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص۴۷۲) ”یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (۴۵) سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے اس طرح کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوں گے۔“

نَزُوْل فرود آمدن (صراح جلد۲ ص۲۴۲) **نَزَلَھُمْ وبھم وعلیھم نزولاً ومَنْزِلاً**

---

[1] اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو براستہ قرآن کریم پیش کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

کمجلس و مقعد فرود آمد نزد ایشاں۔ (منتہی الارب جلد۴، ص۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز و استعارہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فنِ بلاغت و بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر رہو (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت ومجاز ص۳۲۸) اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں، مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔'' (ازالہ اوہام ص۹۶۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقتِ مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جس کی توثیق جنابِ مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی ہوئی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ''مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراحِ صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔'' (ازالہ اوہام ص۱۲۲۰)

یہی مولوی نورالدین صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی نورالدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ ’’ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد، منافق، بدعتی اپنی آرائے ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔‘‘ (ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول ص ۸، وتصنیفات سلسلہ احمدیہ جلد ۳ ص ۱۳۱۷)

پس ثابت ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعارات کا مراد لینا جائز نہیں۔[1]

اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصراً عرض کرتا ہوں کہ حیات [2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب۔ کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے یعنی ایک شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جو بیگناہ تھا وہ چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہوکر تمام دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دوزخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ سے نجات پاگئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے **لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی** یعنی دوسرے کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ عقیدہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو فرمایا **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ**۔ مسیح تو مرا نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھالیا۔ جب حضرت عیسیٰ مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہے۔ جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں بلکہ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اس کا

[1] اس حدیث کا بھی قادیانی مناظر ان دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر جواب نہ دے سکا۔ ۱۲مرتب

[2] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کرسکتا۔ ۱۲مرتب

فرضِ اوّلین ہونا چاہئے تھا کہ وہ وفاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی اُلوہیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے۔ اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید اُلوہیت کیسی؟ اور نیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا نہیں ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چلا کر جان دی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ فقط ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔

دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

ہاں اگر حضرت عیسیٰ کی موت سے انکار کر دیا جائے اور ان کو زندہ تسلیم کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم کا منشا ہے تو عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل

قولہٗ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء) ''یعنی اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا۔'' یہ آیت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئندہ زمانہ میں بعینہٖ نہ بمثیلہ نزول فرمائیں گے۔ کیونکہ **لَیُؤْمِنَنَّ** میں نون تاکید کا ہے۔ اور تمام نحویوں کا اس امر پر

اتفاق ہے کہ نون تاکیدی مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاوراتِ قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو مثلاً لام قسم۔ **نون التاکید خفیفةً وثقیلةً تختص بمستقبلٍ طلبٍ اوخبرٍ مصدرٍ بتاکیدٍ** (متن متین ص۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے مع لام القسم ونون التاکید آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ **لَیُؤْمِنَنَّ** میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ **لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر **مَوْتِهٖ** دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اوّلاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نورالدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ''اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ (فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب جلد۲، ص۸۰) اور ثالثاً اس حدیث کے بیان میں **عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہٖ لَیُوْشِکَنَّ ان ینزِلَ فِیکم ابنُ مریم حکماً عدلاً فیکسِرَ الصَّلِیْبَ ویقتُلَ الخنزیر ویضع الجِزیة ویَفِیْض المال حتی لایقبلَهٗ اَحَدٌ حتی تکونَ السجدةُ الواحدة خیراً من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوھریرة فاقرأو ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ**......الآیۃ **متفق**

علیه (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷۹) یعنی ابوہریرہ کہتے ہیں ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ**......الآیۃ'' دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** میں **مَوْتِهٖ** کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ''جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لے جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور

بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص،۹۶۸)

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں **لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ** مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے۔ اور **مَوْتِهٖ** کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بعینہ ہیں اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت [۱] ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب اثنائے ذکر برائیوں یہود کے اس بدی کا ذکر کیا **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ**......الایۃ اور اس بدی سے دو امر مترشح ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ تو حسب اقتضاء بلاغت و مطابق حکمت خدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید **وَمَا قَتَلُوْهُ** (الی) **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور نیز **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ **بجسده العنصری** مرفوع ہوئے تو اتریں گے بھی یا نہ؟ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا جیسا کہ آیت **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** سے ظاہر ہے یعنی ابھی تک

[۱] اس دلیل قرآنی اور دلیل حدیثی کا بھی قادیانی مناظر ان دونوں شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہ دے سکا۔ ۱۲ مرتب

ذکر بدیوں کا ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان کیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاغت وحکمت کو پورا کیا۔ اور اس آیت میں استثناء بعد نفی کے ہے۔ جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقتِ ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو اور مَوْتِہٖ قرأت متواترہ ہے۔ جس کا قرأت شاذہ مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور جنابِ مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ ''اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔''

(براہین احمدیہ ۴۹۸)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیاتِ مسیح علیہ السلام اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل ودماغ میں رکھ کر میدانِ مناظرہ میں نہ آتا۔

نوٹ

چونکہ بوقت تحریر شرائطِ مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں یعنی مولوی نورالدین صاحب وجناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لئے میں نے مولوی نورالدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں

گئے کہ مولوی صاحب ممدوح مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس لحاظ سے پیش کیے ہیں کہ مولوی صاحب ممدوح کی جناب مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ مجھے حیرانگی آتی ہے کہ جب مرزا صاحب نبی، امتی ہیں اور بوجہ کمال اتباع محمدی ﷺ وہ تمام کمالات محمدیہ ﷺ کے مظہر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مطابق حدیث **فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ** (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۲۲) مرزا صاحب کے معتقدین مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال کو اپنے اوپر حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت ﷺ کی احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کے کلمات اسی حیات کی تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے وہ اصلاح بھی اسی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانا جائے تا کہ اہل کتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جس کو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا سے رخصت ہو جائے۔ وقت کی پابندی ہے لہٰذا یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

''کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری''

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

(اسلامی مناظر)

دستخط

غلام محمد بقلم خود

از گھوٹہ متصل ملتان پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

۱۸؍اکتوبر ۱۹۲۳ء

۱۸،۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　پرچہ نمبر اوّل

دلائل وفاتِ مسیح علیہ السلام۔ از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ؕ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ؕ

ابن مریم مرگیا حق کی قسم　　　داخلِ جنت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر　　　اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے　　　ہوگیا ثابت یہ تمیں آیات سے[۱]

[۱] وفات مسیح پر جو قادیانی مناظر یعنی مولوی جلال الدین صاحب نے قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ جن کے عموم سے کوئی حکم ثابت کیا جاتا ہے، ابن مریم کی تخصیص کا کوئی ذکر نہیں جیسے **وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعاً ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا**......الخ، اور **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ**......الخ اور **وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ**......الخ اور **فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ**......الخ اور **وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ** اور **اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتاً**......الخ اور **وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ**......الخ اور **وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ**......الخ اور ان تمام آیتوں کا پرچہ نمبر ۵ میں اسلامی مناظر یعنی مفتی غلام مرتضٰی صاحب نے اجمالی واصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مثلاً آیت **وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْءٍ** یعنی مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ وغیر حاملہ اور شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیض ثابت ہوتی ہے۔ اور آیت **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا** یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں کو نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کردو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ آیت مطلقہ شوہر نادیدہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور **وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ** یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبرسنی کے حیض بند ہوچکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینہ ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ دیکھو یہاں عام دلیل خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکی۔ بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی دلالت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور قرآن کریم میں ایسی مثالیں بہت ہیں ایسا ہی چونکہ آیت **وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْناً بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ** اور آیت **وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ** حضرت عیسٰی ابن مریم کی حیات کیلئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اس لئے یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ ۱۲ مرتب

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ میرے مدِ مقابل جناب مفتی غلام مرتضٰی صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر **بجسدہ العنصری** زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خورد نوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے۔ اور امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے لئے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پا چکے ہیں جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب[1] مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

''مسئلہ وفاتِ مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔'' اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پا گئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود کا صدق وکذب ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ اپنے دعوٰی میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں: یاد رہے[2] کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت

---

[1] افسوس کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات ابن مریم ہے اور قادیانی مناظر نے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا جو ایک علیحدہ بحث ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اس مناظرہ سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت رہ کر اپنا دعوٰی حیات مسیح قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت آ کر کوئی تردید نہیں کر سکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔ ع

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں　　　زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور مرزا صاحب کا تمام مسائل مختلف فیہا میں سے فقط مسئلہ حیات و وفات مسیح کو ہی اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دینا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں کبھی کامیاب نہ ہوگا لیکن **الاسلام یعلو ولایعلی**۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ شمس کو کسوف کر کے حیات مسیح علیہ السلام ثابت کر دکھایا۔ ۱۲ مرتب

عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم ص۱۶۶)

علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہمارا صرف یہ کہدینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے اس لئے بشرط زندگی ان کا ارذل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہو جانا ضروری تھا لہٰذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پاگئے ہیں کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام انسان ہوکر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلافِ نصوصِ قرآنیہ وحدیثیہ وبرخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔ مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کریگا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفاتِ مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفاتِ مسیح ثابت تھی جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی۔ اور آپ کی وفات دیگر سوا لاکھ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔ مگر ہمارا قادر عالم الغیب خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور

فتنہ برپا کریں گے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے اتارا مسیح ناصری کی وفات پر ایک دلیل نہیں بلکہ کئی دلائل بیان فرمائے چنانچہ ان دلائل میں سے چند دلائل میں صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل: خدا تعالیٰ فرماتا ہے: [1] **وَاِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِلیٰ وَ کُنْتُ عَلَیْهِم**

[1] یہ چندرہ بلحاظ صورت دلائل ہیں اور درحقیقت مغالطات ہیں جیسا کہ روئداد مناظرہ سے واضح ہے اور یہ آیت تمام اس طرح ہے۔ **وَاِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ٥ مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ٥ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ٥** (مائدہ) یعنی اور جب اللہ نے کہا یا کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے **توفی** دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ اس دلیل کی اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے تردید کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی** (الزمر۲۳پ) یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ **توفی** کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ "**الانفس**" کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اور نیز بلحاظ **وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا** اجتماع ضدین لازم آئے گا جو باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ خود باطل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ **توفی** کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ہاں موت اور نیند **توفی** کے دو نوع ہیں۔ اور آیت **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** پیشگوئی **یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ**...... الخ کے وقوع کا بیان ہے اسلئے ہم پہلے آیت **یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ**...... الخ کی تفسیر کرتے ہیں اور پھر آیت **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** کی تشریح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ** (ال عمران پ۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے **توفی** دینے والا اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ یہ آیت مانند آیت **وَمَاقَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ۔ اس وجہ سے کہ **مُتَوَفِّیْکَ** سے مراد **مُنِیْمُکَ** ہوگی یعنی میں تجھے سلانے والا ہوں۔ یا **مُمِیْتُکَ** ہوگی۔ یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اور یہ امر صاف (جاری)

(بقیہ) روشن ہے کہ نیند اور موت زندہ انسان کو لاحق ہوتے ہیں نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ **بعینہ** ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ بعد ضمیر متکلم اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف و ربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں قیامت سے پہلے پہلے **بعینہ** حضرت عیسیٰ زندہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو **وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا (کهف)** یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت **یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے۔ (براہین احمدیہ ۵۱۹) اب اگر ہم **مُتَوَفِّیْکَ** سے مراد **مُنِیْمُکَ** لیں تو مطلب صاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوتے ہوئے اٹھایا تاکہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو۔ اور اگر **مُتَوَفِّیْکَ** کے معانی **مُمِیْتُکَ** کئے جائیں تو ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات قرآنی بھی اس عدم وجوب ترتیب کی شہادت دیتے ہیں۔ دیکھو **وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (نحل)** یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واؤ عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون **جعل السمع والابصار والافئدة** ذکر میں مؤخر ہے لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے۔ اور دیکھو **وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ (بقره) وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اعراف)** سورۂ بقرہ کی آیت میں مضمون بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول **حطة** ذکر میں مؤخر ہے اور سورۂ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے اور ہر دو آیتوں میں واؤ عاطفہ ہے۔ اگر واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری تسلیم کیا جائے تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا **وهو كما ترى**۔ اگر کہا جائے کہ پھر **مُتَوَفِّیْکَ** ذکر میں کیوں مقدم ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فرقوں کا افراط و تفریط تھا۔ ایک نصاریٰ ان کو الٰہ مانتے تھے۔ دوسرے یہود ان کو غیر طاہر جانتے تھے اور نصاریٰ کی غلطی یہود کی غلطی سے بڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ غیر الٰہ کو الٰہ ماننا زیادہ بعید ہے نبی کو غیر نبی جاننے سے۔ اگرچہ کفر دونوں میں ہے۔ اس لئے **متوفیک** کو جب کہ بمعنی **ممیتک** ہو مقدم کیا کہ اس میں ابطال ہے عقیدۂ نصاریٰ کا۔ کیونکہ موت منافی ہے الوہیت کے۔ پھر رد فرمایا عقیدۂ یہود کا اس طرح سے کہ ان کے لئے رفع الی السماء ثابت کیا جو مستلزم ہے طہارت جسمانی کو اور تطہیر مطلق ثابت کی جو مستلزم ہے طہارت روحانی کو۔ اس طرح دونوں فرقوں پر رد ہو گیا اور **متوفیک** کی تقدیم مناسب ہوئی چونکہ آیت **توفیتنی** پیشگوئی **انی متوفیک ورافعک الی ......** الخ کے وقوع کا بیان ہے اس لئے **توفیتنی** بمعنی **انمتنی** ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس سوال و جواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ نے اے حضرت عیسیٰ دنیا میں اپنی زیر نگرانی یہ کفر تثلیث پھیلائی تھی تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے تو نے میرا رفع جسمانی کیا تو میری رقابت اور ذمہ داری ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ بعد کی حالت کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ زمانہ تجدید اسلام میں بنی اسرائیل بلکہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ صرف تجدید و ترقی اسلام آپ کا فرض ہوگا اس لئے یہ زمانہ زیر بحث نہ ہوگا۔ اور اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** بمعنی **مِتَّنِیْ** ہو تو یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جیسا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت کہاں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہ ہوگا بلکہ صرف یہ سوال ہوگا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو جیسا کہ **ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** سے ظاہر ہے۔ پس دراصل اسی سوال کا جواب دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ ہوگا اس سے زائد نہیں چنانچہ وہ بھی صرف اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا تھا جیسا کہ **قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ** ...... سے ظاہر ہے اور فقرات **اَنْ اَقُوْلَ** اور **اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ** اور **مَا قُلْتُ** قابل توجہ ہیں۔ یہی زائد بات اس کا بتلانا ان پر واجب نہ مفید اس لئے خاموشی اختیار کر کے استغفار بالرحمت کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کی بنا **ورحمتی وسعت کل شیء** اور **ان رحمتی سبقت غضبی** پر ہے اور کہیں گے **اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ** یعنی ان بالاتقوں کو اگر تو بخش دے تو کون تجھ کو روک سکتا ہے۔ سبحان اللہ اسلامی مناظر نے تو اس آیت کے مرکز سے جواب نکالا ہے لیکن قادیانی مناظر نے اس دلیل کی طرز استدلال میں صرف اپنے خیالات سے کام لیا ہے۔ ۱۲مرتب

شَهِیْداً مَا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِم (مائدہ رکوع آخری) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام تین ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ "سُبْحَانَکَ" میں کر دی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الٰہی کے ماتحت یہ غلط ہے کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام نقائص اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی دلیل ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انہوں نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا جبکہ میں نبی ہوں اور نبی تو وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو کسی نبی کا حق نہیں چنانچہ فرمایا مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلُ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَاداً لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِکَةَ وَالنَّبِیِّیْنَ اَرْبَاباً اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۸) کسی انسان کے لئے یہ بات شایاں نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو اس لئے کہ تم لوگ دوسروں کو

کتاب الٰہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو بھلا ایسا ہوسکتا ہے جب تم اسلام لا چکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا بیشک تو علاّم الغیوب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر صراحۃً آپ نے یہ تعلیم نہیں دی۔ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو اُلوہیت کا مدعی ہے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں **مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ** یہ کہ میں نے تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر یہ سوال ہوسکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی لگ سکے تو ہوسکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوجنے لگے ہوں اور تو نے انہیں روکا نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: **وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** کہ ایسا بھی نہیں ہوا کیونکہ میں جب تک ان میں رہا تو میں ان کے عقائد اور اعمال سے غافل نہیں رہا بلکہ ہر وقت ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔ میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** یعنی مجھے کچھ علم نہیں اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔ پس فقرہ **وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ** سے ہم دو طریق پر وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے

ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ** سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران اور محافظ ہونے کی اور دوسری ان کے اندر عدم موجودگی اور ان پر نگران نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل **توفی** ہے۔ اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری۔ پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔ پہلی شق تو باطل ہے کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔ صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ ایک **مَادُمْتُ فِيْهِمْ** کی اور دوسری **كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** کی اور یہ دوسری حالت **توفی** کے بعد کی ہے۔ پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران ومحافظ ہونا ضروری ہے۔

مگر ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔ پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح کی وفات ظاہر ہے۔ چنانچہ یہی آیت آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق فرمائی ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند لوگ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب دیا جائے گا **لا تدری ما**

احدثوا بعدک تجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: **فاقول**[1] **کما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** یعنی میں بھی کہوں گا جس طرح مسیح علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں بھی ان پر نگران تھا جب تک کہ میں ان میں تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ **فَيُقَالُ ان هٰؤُلَآءِ لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم.** (بخاری، کتاب التفسیر)

کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے پس آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی دو ہی حالتیں بیان فرمائیں ہیں۔ **ایک** اپنی قوم میں موجودگی اور **دوسری قوم** سے عدم موجودگی تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔ پہلی میں تو صحابہ نہیں بگڑے جن کو کہ حشر کے دن پکڑا گیا ہے اسی لئے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا

---

[1] اس کا جواب اسلامی مناظر نے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ **التشبیه ان یدل علی مشارکة امر لآخرفی معنی** (مطول ص۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً **زید کالاسد** میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں مشارک ہوں جیسے شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں مشارک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید **کالاسد** اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا مشارک ہو۔ **وهو کما تری**. پس **فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ** ......**الخ** میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں اور یہاں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی مشارکت ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول **تَوَفَّيْتَنِيْ** سے مراد امتنی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں مشارکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول **تَوَفَّيْتَنِيْ** سے **اَمِتْنِیْ** مراد ہو تو پھر ایک زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب

تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ** کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا مجھے اس وقت کا علم نہیں۔ اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں حالتوں اور اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح علیہ السلام کی دونوں حالتوں اور ان کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔ پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے اسی طرح مسیح علیہ السلام کی عدم موجودگی اپنی قوم میں ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ **فَافْهَمْ**. اگر کوئی شخص یہ کہے کہ **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھا لیا تو یہ مندرجہ بالا وجوہ سے باطل ہے۔

۱…… مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام اپنی قوم سے وفات پا کر جدا ہوئے ویسے ہی میں بھی وفات پا کر اپنی اپنی قوم سے جدا ہوا۔

۲…… حضرت مسیح موعود نے تمام علماء وفضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار وقصائد نظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ **توفی** کا لفظ باب تفعّل سے خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت

میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی مثلاً قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصّہ ملکیت کا فروخت کرا کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی وقرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ اس چیلنج پر تیس سال کا عرصہ گذر جانا اور اس لمبے عرصے میں اس کا جواب کسی سے نہ ہوسکنا اور تمام علماؤں کا عاجز آجانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے مطالبہ کو کوئی شخص پورا نہیں کرسکتا اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیّت جتلانا مقصود ہے تو وہ لغتِ عرب نظم ونثر قصائد عرب ودیگر کتب عربی وقرآن مجید واحادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں [1] **توفی** باب تفعّل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۳...... لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں **توفی** کا لفظ باب تفعّل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح

---

[1] اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ **توفی** کا معنی موضوع لہٗ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ بیشک موت اور نیند وغیرہ **توفی** کے انواع ہیں جیسا کہ آیت **اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا** ...... الخ سے ظاہر اور یہ زور دینا کہ **توفی** باب تفعّل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے ایسا ہے جیسا کہا جائے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حوا نہ ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بنا پر یہ کہنا کب صحیح ہوسکتا ہے کہ خلق کے معنی نطفہ سے پیدا کرنا ہے بلکہ خلق کا موضوع لہٗ مطلق پیدا کرنا ہے اور نیز جب **توفی** بمعنی موت تسلیم کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ **توفی** بمعنی موت ہے اور اس زور دکھلانے میں قادیانی مناظر کو کیا فائدہ ہے؟ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتی ہے۔ ۱۲مرتب

کے نہ ہوں۔ **توفی اللہ زیداً** جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو:

ا......**توفی اللہ فلانا قبض روحہ** (اقرب الموارد)

۲...... **توفاہ اللہ اماتہ الوفات الموت** (مصباح)

۳...... **توفاہ اللہ** اسے قبض روحہ (صحاح۔ قاموس)

۴...... **توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ** (لسان العرب)

۵...... **توفاہ اللہ عزوجل اذاقبض نفسہ** (تاج العروس)

۶...... **توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ** (منتہی الارب)

۴......قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تیئیس جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں بلکہ قبضِ روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا...... **توفنا مع الابرار** ○ (آل عمران)

۲...... **توفنا مسلمین** ○ (اعراف)

۳...... **توفنی مسلما والحقنی بالصالحین** ○ (یوسف)

۴...... **واِمّا نرینک بعض الذی نعدھم اونتوفینک**...الآیۃ (یونس)

۵......حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالا تحریر پر **توفی** کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

دوسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ.** اور **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ** (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کو **معبود مِنْ دُوْنِ اللّٰه** مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ**[1] **اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ** (یونس ع ۳) اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے پس اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی مطلق خبر نہیں۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر انہیں زندہ مانا جائے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو اور آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ

---

[1] یہ عجیب استدلال ہے نہ اس دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت ہو اور اس استدلال کی بناء استغراق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے وہ ان کے شرک سے بے خبر ہو۔ **وھو کماتری** اور نیز یہ عام دلیل ہے جو خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ **اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ** عام دلیل **خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ** خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وجہ ہے کہ مولوی نورالدین صاحب جن کی مرزا صاحب نے توثیق کی ہے لکھتے ہیں۔ لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد **کلھم اَجْمَعُوْنَ** نہیں ہوگا جب تک کہ تصریح نہ ہو بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔ (اخبار بدر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص ۱۴) ۱۲ مرتب

لیس کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایان نہیں۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ دلیل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں لیکن وہ علماء اپنے دعوے میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں۔ اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

تیسری دلیل [1]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ او قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔۔۔۔الاٰیۃ یعنی محمد ﷺ محض رسول ہیں آپ سے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گذر گئے اگر آپ بھی مر جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہئے۔ اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس تیسری دلیل کا تفصیلی جواب بھی اس طرح دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ **خَلَتْ** بمعنی **مَاتَتْ** نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دو فقرے قرآنی یعنی **سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ** اور **وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا** متعارض ہوں۔ بلکہ **خَلَتْ** خلو سے ہے جس کے معنی نقل مکانی ہے **وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ**۔ زمانے کا گذرنا **بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ** اور خلو ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گذر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول۔ اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آسکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں اسے کئی حاکم ہو گذرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو تبدیل ہو گیا ہو اور اس حاکم کو بعد اختتام میعاد کے گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔ ۱۲ مرتب

قدر رسول تھے فوت ہو گئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح ﷺ کی وفات بیّن طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور لفظ **خَلَتْ** کیا بلحاظ لغت **خَلَا فلانٌ ای مات** (لسان العرب تاج العروس) اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت **اَفَاِنْ مَّات اَوْ قُتِلَ** موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے دوسرے رسول فوت ہو گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

(شان نزول) یہ آیت[1] جنگ اُحد میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمہ ممارثی نے پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم ﷺ قتل ہو گئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم

---

[1] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے۔ جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ **خَلَتْ** بمعنی **مَاتَتْ** ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات کبھی جو سالبہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس **لابشرط شیء** کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ **بشرط لا شیء** کے مرتبہ میں۔ اور **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ اور آیت **وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ** کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع باالف و لام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آگے میں پر کئی رسول بھیجے نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۱۲ مرتب

ﷺ کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہئے حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں اس لئے آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا **خلو** ہو چکا ہے اسی طرح ان کا بھی ہو جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ پس آپ کی اُلوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ **خلو** سے کیا ہے اور **خلو** کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے کیونکہ **اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ** کی جگہ اگر لفظ **خلا** رکھا جائے تو معنی ایک ہی ہوں گے اور ان کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔ لیکن اگر لفظ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں **خلو** کا ایک ہی طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی **مَاتَ اَوْ قُتِلَ** کہنا درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید و تصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ[1] کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا **من کان یعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت** کہ جو آنحضرت ﷺ کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت ﷺ تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** کی تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابہ کرام کے

[1] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر **اَفَاِنْ مَّاتَ** ...... الخ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ** اور اس کی توضیح یہ ہے کہ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** سالبہ کلیہ کی تردید ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کے لئے **اَفَاِنْ مَّاتَ** ...... الخ پر ہے اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ** یعنی اے پیغمبر تو (بھی اپنے وقت مقررہ پر) مرنے والا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ پر مرنے والے ہیں۔ ۱۲ مرتب

دلوں میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کر دیا اور بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا فوت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہو چکے ہیں جو آپ سے پہلے گذرے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کا پہلا اجماع [1] جس بات پر ہوا وہ یہی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے خواہ موسیٰ خواہ عیسیٰ علیہما السلام سب فوت ہو گئے ہیں اور **الرسل** کا الف لام بقرینہ لفظ [2] قبل استغراق کا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قبل کے رسولوں سے کوئی

---

[1] یہ قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ نہیں بلکہ صحیح اجماع صحابہ وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ [1] میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ صحابہ **رضوان اللہ علیہم اجمعین** کے درمیان آیت **وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ** میں **مَوْتِہٖ** کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ نفس مضمون یعنی نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر **موتہ** کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دینے کو غلط لکھتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس صحابہ **رضوان اللہ علیہم اجمعین** کا اجماع حیات و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا نہ کہ وفات پر، کیونکہ آیت **وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ** میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شخصی طور پر مذکور ہیں اور آیت **قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ** میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عام طور پر مذکور ہونے کا وہم کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ عام دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] سبحان اللہ کیا کہنے۔ جناب من! آیت **قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ** میں **مِنْ قَبْلِہٖ** قرینہ اس بات کا نہیں کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ یہ **مِنْ قَبْلِہٖ** اس امر پر قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون کی طرف اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ [2] میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا۔ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم بالفرض تسلیم کر لیں کہ **خَلَتْ** کے معنی **مَاتَتْ** ہے تو پھر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استغراقی نہیں کیونکہ **قدخلت من قبلہ الرسل** میں **قبلہ** یا **الرسل** کی لغت نحوی ہوگی یا الرسل سے حال نحوی ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال اپنے ذوالحال پر ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہئے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور **مانحن فیہ** میں **الرسل** معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبلہ خلت کے متعلق ہے۔ قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت **قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ** کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے **مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور فقرے **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ** سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ (**نعوذ باللہ**) رسول نہیں۔ **وبل ھذا الاتناقض فی القرآن وھو بدیھی البطلان.** پس ثابت ہوا کہ **مِنْ قَبْلِہٖ** اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ **الرسل** میں الف لام استغراقی نہیں۔ ۱۲ مرتب (**اَللّٰھُمَّ اغفر لکاتبہ ولوالدیہ**)

بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر **الرسل** سے مراد بعض رسول ہوتے تو ال کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اس صورت میں ال کا لانا مخل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہوسکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہوسکتا تھا کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلو بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسولِ کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھاٹے سودے پر کبھی بھی راضی نہیں ہوسکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ ﷺ کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

کنت السواد الناظری فعمی علیک الناظر　　　من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ثابت نہیں ہوسکتی اگر **خلو** کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے لیکن اگر **الرسل** سے مراد تمام رسول ہوں اور **خلو** موت اور قتل سے ہی مانا جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے۔ اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہی آیت مسیح کیلئے بھی استعمال ہوئی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **مَا**[1] **الْمَسِیْحُ ابْنُ مریم اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** پس جس طرح کہ اس آیت میں **قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں اسی طرح **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل ہوتی اور صرف **مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ** کی ہی آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح **الرسل**

---

[1] اس آیت مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں بھی الف لام استغراقی نہیں ہوسکتا ورنہ بروئے قواعد نحو یہ مذکورہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ **وھو کما تری۔** ۱۲ مرتب

میں شامل نہیں اس لئے انہوں نے وفات پائی نہیں خدا تعالیٰ نے **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رسول** والی آیت نازل کر کے مسیح علیہ السلام کو جو پہلی آیت سے باہر تھا اس کو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ **فتفکر فیها حق الفکر۔**

چوتھی دلیل

آیات **لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ** اور **لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ** سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورۂ نحل رکوع ۲ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ** کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور ان کی طرف خلق منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود عالم خلق سے ہیں یعنی ان کو خدا تعالیٰ نے خلق کیا ہے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔[1] پس ان دونوں

---

[1] سبحان اللہ۔ یہ کیا عجیب دلیل ہے نہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی موت کے ہوں۔ مناظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ: یہاں آیت **وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ** قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ** سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور توضیح اس کی یہ ہے کہ قضیہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لئے کسی وقت ثابت ہے یا محمول موضوع سے کسی وقت مسلوب ہے اور **اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ** اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو معبودات باطلہ اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ مر چکے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ کیسا جاری رہا اور نیز آیت **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ** سے **اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ** کے قضیہ مطلقہ عامہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت ﷺ کے مخالفین جن کو **مَیِّتُوْنَ** کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔ ۱۲ مرتب

آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت **اموات غیر احیاء** سے ثابت ہے کہ جسقدر خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں جنکی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پا گئے ہیں، زندہ نہیں ہیں۔ **فافهم**

پانچویں دلیل

مَا الْمَسِيحُ[1] ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا

---

[1] قادیانی مناظر نے اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام پر بہت دلائل پیش کئے ہیں جن سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انہوں نے بکثرت دلائل پیش کئے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے قواعد ومحاورات عربیت دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر سکے بلکہ سب مغالطات ہیں جیسا کہ اس مناظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت **كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ** میں بصیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے، جیسے **كَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ** میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے **لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ أَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي** اور اس کی تشریح یہ ہے کہ **كانا** صیغہ مذکر کا ہے اور مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر دونوں سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم سے مذکر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے جیسا **كانت من القنتين** میں۔ اور **كانا** کی ماضویت حضرت عیسیٰ کی ماں کی وجہ سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور ان ماں مریم صدیقہ بہیئت مجموعی زمانہ گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صدیقہ فوت ہو چکی ہیں ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوں مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گذشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر بالفرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائیں تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام **مايطعم به** کا نام ہے یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ حبوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو آنحضرت ﷺ صحابہ کرام **رضوان اللہ علیہم اجمعین** کو صوم الوصال سے نہی فرماتے ہیں اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ **انک تو اصل یا رسول اللہ** آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں۔ تو ان کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں **لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ أَوْلَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي** (بخاری جلد اول ۲۶۳) یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پلاتا ہے۔ اس حدیث میں حبوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔ ۱۲ مرتب

یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بناتے ہیں حالانکہ مسیح خدا نہیں ہو سکتے بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں:

(۱) **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔** (۲) **اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ۔**

(۳) **کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ۔**

اس وقت میں جس سے وفات مسیح پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ وجدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدل ما تحلّل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے کہ اگر کوئی روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے ہنسنے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور سات برس کے بعد اور جسم آئے اور ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلّم ہے اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام

حاجتمندیوں سے بری نہ تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوتی ہیں پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ کا حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی واندرونی عوارضات سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح خدا نہیں پس اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغۂ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔ پس دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو ایک تو اس کی الوہیت ثابت ہوگی اور دوسرے خدا تعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے پیش کیا تھا لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے وہ صرف رسول ہی نہ ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے۔ اور نیز یہ آیت: **وَمَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ** کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خدا تعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں پس زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوا۔ اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: **وَلَا مستغنی عند ربنا** (بخاری) کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔

اب دوسری صورت یہی ہوسکتی ہے کہ وہ وفات پاگئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اس کے سوائے تیسری صورت کوئی نہیں ہوسکتی۔ پس آیت **کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

چھٹی[1] دلیل

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا (مریم) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہوں کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں۔ تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا خاص طور پر انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہوچکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا پس اس لئے **مَادُمْتُ حَیًّا** کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے تو **مَادُمْتُ عَلَی**

---

[1] اس چھٹی دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح دیا ہے کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے۔ اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی و طہارت ہے جیسا کہ پیشتر اس کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا **وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً** (مریم) یعنی ہم نے یحییٰ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی ہے۔ اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشتر بشارت دی گئی ہے۔ **لِاَھَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا** (مریم) یہاں بھی لڑکا پاکیزہ مراد ہے پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرضیت ادائے زکوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی مناظر صاحب پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں گے۔ ۱۲ مرتب **اَللّٰھُمَّ اغفر لکاتبہ و لوالدیہ و للمؤمنین**۔

اَلْاَرضِ کہنا ہی صحیح ہوسکتا تھا نہ **مَادُمْتُ حَیًّا**. پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی نماز پڑھتے ہیں اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرائع منسوخ نہیں اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی؟ اگر کہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے آسمانوں پر کوئی نہیں گیا۔ اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی گئی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں اور اگر کہو کہ وہ انکو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریعی نبی ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے نماز پڑھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت ﷺ پر۔ اور ایسا ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دار العمل میں ہیں یا دار الجزاء میں؟ اگر کہو دار العمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجانہیں لاسکتے۔ تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا بجبوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ بجبوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقوی اور تقرب الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دار الجزاء میں ہیں تو دار الجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور دار الجزاء کا نام ہی جنت ہے اور جنتیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ** کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اس لئے مسیح دنیا میں نہیں آسکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دار الجزاء سے پھر دوبارہ دار العمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تناسخ کو

صحیح ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں اس لئے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلّف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ **فافهم**

ساتویں دلیل

وَسَلَامٌ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ مسیح علیہ السلام[1]

---

[1] اس ساتویں دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچے نمبر۳ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزاصاحب لکھتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص۵۳۵) اور نیز اس آیت سے پیشتر رفع اور نزول کا ایک فقرہ وسیعہ کے ساتھ ذکر ہے چنانچہ فرمایا **وَجَعَلَنِىْ مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں ہم مقابلۃً چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور برکات مرزاصاحب ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دشمنی، حسد، بغض کا دور ہوجانا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ **وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص۴۷۲)**

مرزاصاحب کی برکت۔ بغض کی آگ لگ جانی اور ایسی عداوت کا پیدا ہوجانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ مال کا کثرت سے ہوجانا حتیٰ کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے **ویفیض المال حتّٰی لایقبله احدٌ (مشکوٰۃ ص۴۷۱)**

مرزاصاحب کی برکت۔ مسلمانوں کا سخت محتاج اور فقر کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہوجانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے ارتداد کی طرف مائل ہونا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہوجانا۔ **حتّٰی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها (متفق علیه مشکوٰۃ ص۴۷۱)**

مرزاصاحب کی برکت۔ لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال وحرام کی تمیز نہ رہنا۔ رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا۔ اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کرلینا۔ عاقبت کو بھلادینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت۔ کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔

مرزاصاحب کی برکت۔ خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی خصوصاً گھی دودھ کا کم ہوجانا اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہونا۔

خلاصہ جواب۔ یہ کہ **القرآن ککلمة واحدة** ہے۔ لہٰذا آیت **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ رَافِعُكَ اِلَىَّ** اور آیت **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** اور آیت **وَجَعَلَنِىْ مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ** قابل غور ہیں۔ ۱۲مرتب

اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت تیسرے بعث بعد الموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جب کہ تمام یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو جان سے ماردیں تو اس وقت آپ کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے اس کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے لئے بھی یہی تینوں باتیں خدا تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ پس جن دو اہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا۔ یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جبکہ یہ کلام وحی الٰہی کے ماتحت تھی۔

آٹھویں دلیل

خدا تعالیٰ ابنِ آدم کیلئے ایک قانون بیان فرماتا ہے: **فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا**

ل اس آٹھویں دلیل کا مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت **فِيهَا تَحيَونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ** اور آیت **وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ** وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت نہیں کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی واصلی ہے۔ یعنی انسان کے لئے طبعی اور اصلی مقر زمین ہے لیکن عارضی طور پر آسمان میں رہ سکتا ہے خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال مناسبت ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مقر طبعی و اصلی آسمان ہے لیکن زمین پر بھی عارضی طور ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور نیز جہاں جعل تکوینی پایا جائے وہاں مجعول الیہ لازم نہیں ہوتا بلکہ عارضی دیکھو **وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا** میں یہی مطلب ہے کہ آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور دن کو بھی آرام و نیند کر سکتے ہیں اور معاش کا اصلی وقت دن ہے لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب **اَللّٰهُمَّ اغفر لكاتبه ولوالديه والأساتذيه.**

تُخْرَجُوْنَ کہ اے بنی آدم تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے جو ہر ایک فرد بشر پر حاوی ہے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح **فِیْهَا تَحْیُوْنَ** کے صریح خلاف آسمان پر زندگی بسر کریں۔ چنانچہ دوسری آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً **وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ** کہ تمہارے لئے زمین ہی قرارگاہ ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا** کہ جاندار وغیر جاندار اور مُردوں اور زندوں کے لئے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسئلہ کشش ثقل کا بیان فرمایا ہے کہ زمین میں یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ اپنی چیز کو باہر نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اور اگر کسی مانع کی وجہ سے اس سے اوپر کوئی چیز چلی جائے تو پھر وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر فرشتے آسمان کی طرف اُٹھا کر لے گئے تو آسمان پر رہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتے انہیں پکڑے رکھیں۔ دوسری یہ کہ آسمان کو بھی زمین کی طرح قرار دیا جائے یا زمین کے اس حصہ کی جس کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام ہو وہ خاصیت ہی ماری گئی ہو۔ بہرحال جو بھی صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے لیکن موت کی صورت میں ان سوالات میں سے کوئی سوال بھی وارد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے لئے زمین ہی رہنے کی جگہ ہے۔ پس مسیح علیہ السلام زندہ ہو یا مردہ تو اس کے لئے زمین میں ہی رہنا ضروری ہے۔ پہلی شق تو آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ وہ زمین پر زندہ ہوں۔ پس دوسری شق ہی صحیح ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں اور زمین ہی میں مدفون ہیں۔

نویں دلیل

وَاِذْقَالَ[1] عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاۃِ وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُہٗ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنَاتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ بقول آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت ﷺ کے آنیکی بشارت دی ہے لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا صریح خلاف ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ اس پیشینگوئی کے مصداق نہیں کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت ﷺ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد میں لیکن آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی صداقت مسلّمہ فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہوگیا اور ان کی وفات متعیّن ہوگئی۔

دسویں دلیل

وَمَنْ[2] نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹا گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ**

---

[1] اس نویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ بَعْدِیْ دونوں صورتوں یعنی بعد الموت وبعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک کے موقعہ پر اہل وعیال کی خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی اَنْتَ منّی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبیّ بعدیْ۔۱۲مرتب

[2] اس دسویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچے نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوکر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔۱۲مرتب

بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (حج ع۱) اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہیں جن کو ارذل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پا جاتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جن پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے۔ پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کر دو نہ مانو کہ وہ انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کرو تو دو ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ یا پہلی قسم میں شامل کرو کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ تیسری کوئی صورت خدا تعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ وفات پا گئے ہیں، تسلیم کرنی پڑے گی۔

گیارھویں [1] دلیل

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: **لو کان موسی وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی**

(ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴۶ والیواقیت والجواہر وغیرہ)

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر اس طرح ہے **ولو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی. رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان** جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے **ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی (رواہ الدارمی).** اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مستند حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے۔ اس کا راوی کون ہے۔ احادیث مستند و صحیحہ کے خلاف ایک منکر حدیث کو پیش کرنا کونسا اسلام ہے۔ اور الیواقیت والجواہر نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکیہ میں صرف **لو کان موسیٰ حیاً** مذکور ہے۔ اور نیز وہ حدیث جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ اس کے کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے صحیح نہیں اور اگر اس حدیث کے ان الفاظ کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض بین الاحادیث کو دور کرنے کے لئے اس کا یہ معنی ہوگا۔ **لَوْ کَانَ موسیٰ وعیسیٰ حیّین علی الارض** ...... الخ۔ ۱۲ مرتب

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا اکٹھا ذکر کیا اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ کا نام آیا ہے اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: **لو کان موسی حیًّا ما وسعه الا اتباعی** اور تیسری حدیث جس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص ۱۰۰ پر ہے۔ **ویقتدی به لیظهر متابعة لنبینا ﷺ کما اشار الی هذا لمعنی ﷺ لو کان عیسٰی حیا ما وسعه الا اتباعی** یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتدا کریں گے تاکہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے مثلاً ایک سائل ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور مآل یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

بارھویں[1] دلیل

واخبرنی ان عیسٰی ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة ولا ارانی الا ذاهبا

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کہ نص قرآنی اور احادیث مستندہ صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے ورنہ مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ اگر بالفرض صحیح تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے زمین پر یہ عرصہ گذارہ گیا ہے۔

عیش خوردنی و آنچہ بداں زیست نمائندہ (منتہی الارب جلد۳ ص ۸۲۸)۔ ۱۲ مرتب

علی راس ستین (حج الکرام ص ۴۲۸ وحاشیہ تفسیر جلالین زیرآیت متوفیک)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مستدرک میں حاکم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سوبیس برس عمر پائی اور میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ اور مصنف **حجج الکرام** نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے **رجاله ثقات** کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن **الحجج** نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت دلالت کرتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پاکر وفات پا جائیں گے۔ ویسے ہی مسیح ایک سوبیس برس کی عمر پاکر وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں جو زمانہ گذرتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے مگر آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمادیا اور اپنی مرض الموت میں فرمایا تا کہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوبیس برس کی عمر پاکر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کی عمر پاکر وفات پا گئے۔

تیرہویں[1] دلیل

معراج کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر صاحب کو معراج کی تمام حدیثوں پر احاطہ نہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے **عن عبداللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراھیم وموسی وعیسٰی فتذاکروا الساعۃ فبدأوا بابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسٰی فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث الی عیسٰی ابن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون وجبتھا فاما** (جاری)

علیہما السلام کوایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔

بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان اور بعض حدیثوں میں چوتھے آسمان میں۔ اب سوال یہ ہے کہ مُردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ مُردوں میں وہی رہ سکتا ہے جو مردہ ہو نہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنت تھا یا برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ مقام برزخ مُردوں کے لئے ہے نہ کہ زندوں کے لئے۔ اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا میں نہیں آسکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَقَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ**۔ پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا۔ اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ**. پس کوئی صورت اختیار کرو۔ معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔

(بقیہ) وجبتها فلا یعلمها الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله الحدیث (سنن ابن ماجه ص ۳۰۹)
یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیهم السلام سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں قادیانی مناظر کی وہمی اور خیالی باتوں کا کچھ اثر نہیں۔ ۱۲ مرتب **اللّٰھم اغفر لکاتبه وو الدیه استاذہ ومن سعی فیها** ۔

چودھویں[1] دلیل

طبقات کبیر لمحمد بن سعد جو کہ حالاتِ شریفہ آنحضرت ﷺ وحالات صحابہ کرام بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے۔

اس کے جلد ثالث (ص ۲۶) پر ہبیرہ ابن مریم سے روایت کی ہے کہ: **لَمّا تَوّفی علی ابن ابی طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبروقال ایها الناس قد قبض اللیلة رجل لم یسبقه الاولون ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسی ابن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان۔**

ہبیرہ ابن مریم نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی علیہما السلام کھڑے ہوئے اور ممبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت

---

[1] گو اس چودھویں دلیل کا جواب دینا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا کیونکہ بروئے شرط نمبر ۱ قادیانی مناظر کا فرض تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے لیکن پھر بھی اسلامی مناظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ بلحاظ آیت **فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا** (الانبیاء) وآیت **فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا** (مریم) اور بلحاظ حدیث شفاعت **ولکن علیکم بعیسی فانه روح الله تعالیٰ** (الشفاء ص ۲۶۶ جلد ۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے روح کے ساتھ تعبیر فرمائی ہے اور اضافت روح کی طرف عیسیٰ ابن مریم **علیهما السلام** کے اضافت بیانیہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ **عرج فیها بالروح الذی هو عیسیٰ ابن مریم** ......الخ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فقرہ **ولقد قبض** استعمال فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم **علیهما السلام** کے لفظ **عرج فیها** بولا ہے۔ اور اسی کتاب طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس مضمون کی تائید کرتی ہے **عن ابن عباس رضی الله عنهما وان الله رفعه بجسده وانه حیٌّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکًا ثم یموت کما یموت الناس** (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی اور حضرت ابن عباس **رضی الله عنهما** روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو **بجسده العنصری** اٹھالیا ہے۔ اور وہ اس وقت زندہ ہے اور عنقریب دنیا میں دوبارہ آئے گا پھر اس میں بادشاہ ہوگا پھر وہ فوت ہوگا جیسے اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

ﷺ ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی داہنی طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے تو آپ نہیں واپس ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معروف ومشہور رات میں فوت ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پس اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا موقع ہے اور اس اجتماع کے موقع پر امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم۔ اور وہ ستائیسویں (۲۷) رمضان ہے اور اس وقت کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں کہتا کہ حضور آپ کیا فرما رہے ہیں وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لئے دو قدرتیں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات۔ تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا ہے اور آیت **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ**

---

[۱] ایک فقرہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر نہیں۔ اجماع صحابہ نکالنا ایک خیالی امر ہے بلکہ اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درحقیقت وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث **والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم...... الخ** (جاری آئندہ صفحہ پر)

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّکَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور آیت مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ. وغیرہ آیات پڑھ کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی قدرت ثانیہ کا چوتھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بجسمہ العنصری آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

پندرہویں دلیل

امام بخاری اپنی صحیح میں کتاب بداء الخلق کے باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ

ذکر کے فرمایا فاقرأوا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہ ؓ کے ضمیر قَبْلَ مَوْتِهٖ کا مرجع ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسن ؓ نے کہا ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسٰی ابن مریم ......الخ اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گذر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقع پر بھی حضرت عیسٰی ابن مریم کے زندہ **بجسدہ العنصری** مرفوع ہونے پر اجماع صحابہ ثابت ہوا نہ کہ جیسا قادیانی مناظر نے زعم کیا ہے۔ ۱۲مرتب

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ لفظ مسیح کے دو مصداق قرار دینا مرزا صاحب کی ساخت وپرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں کسی امام، صحابی اہل مذہب کا کوئی قول مؤید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی ورنہ خود محدثین نے حضرت مسیح ؑ کے مختلف حلیوں کی تطبیق دی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ ؑ کا حلیہ آپ کی تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: **کانه خرج من دیماس** گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیے جمع نہیں ہو سکتے ہیں مگر بحکم۔ شعر

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد

حضرت موسیٰ ؑ وحضرت محمد ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور نیز صحیح بخاری جلد ص۴۸۹ میں ہے۔ **حدثنا احمد قال سمعت ابراهیم عن ابیه قال لا والله ماقال النبی ﷺ بعیسٰی احمر......** الخ۔ اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ احمر اور آدم سے مراد ایک شخص ہے کیونکہ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جا سکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنی۔ ۱۲مرتب

میں چند احادیث لائے ہیں، جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امّت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں:

۱...... **عن ابن عمر ؓ قال قال النبی ﷺ رأیت عیسیٰ وموسیٰ وابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر.** (بخاری جلد۲ص۱۵۵مطبوعہ مع)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ وعیسیٰ وابراہیم علیہما السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔

۲...... **عن نافع قال عبد الله ذکر النبی ﷺ وارانی اللیلة عند الکعبة فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن مایریٰ من ادم الرجال تضرب لمته بین منکبیه وفی الحدیث الثانی فاذا رجل آدم سبط الشعر یقطر رأسه ماء واضعا یدیه علی منکبی رجلین یطوف بالبیت قلت من هذا فقالوا المسیح ابن مریم.** (الحدیث) آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گوں ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ساتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجّال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

یہ سمجھایا ہے یہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے **حلیتین** سے دی ہے کہ ابن مریم علیہ السلام کے دو حلیے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندمی۔ ایک میں سیدھے بال دوسرے میں گھنگریالے بال۔ پس اختلاف **حلیتین** اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہو سکتا ہے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم علیہ السلام یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مُردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ پس زندہ مُردوں میں نہیں جا سکتا اور مُردہ زندوں میں نہیں آ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم علیہ السلام دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔ ایک تو وہ حدیث جس میں **فاقول کما قال عبد الصالح: وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ** اور دوسری حدیث **كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم**۔ پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم علیہ السلام کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں اس لئے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا وہ یہ کہ علماء جو **تَوَفَّيْتَنِي** کے معنی **رَفَعْتَنِي** کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتا دیا کہ **تَوَفَّيْتَنِي** کے معنی **اَمَتَّنِي** کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے جن معنوں میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم علیہ السلام جس کو آپ نے دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہو گا کہیں

باہر سے نہیں آئے گا بلکہ وہ امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔

پس[1] **امامکم منکم** ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ ﷺ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ وہ مسیح آ گیا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں (**استغفر اللہ العظیم**)۔ اور آپ نے بآواز بلند پکار کر کہا

[2] چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند　　مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں　　فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

میدرخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب　　کور چشم آنا نکہ در انکارم افتادہ اند

بشنوید اے طالباں کز غیب بلند ایں ندا　　مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

صادقم واز طرف مولیٰ بانشانہا آمدم　　صدر علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

پیارو! غور و فکر کرو، دیکھو یہود نے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک ایلیا

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس حدیث یعنی **کیف انتم اذ نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم** کا یہ جواب دیا ہے کہ **وامامکم منکم** حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ **کیف تھلک امۃ انا اوّلھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳)** ۔۱۲مرتب

[2] قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ جابجا مرزا صاحب کے اشعار پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا صاحب کو مفتری اور متنبی سمجھتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو یہ نور بھی نرالا دیا گیا کیونکہ مرزا صاحب کے انوار کے چمکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ شاعر صاحب کہتا ہے۔

ارے خود غرض او خود کام مرزا　　ارے منحوس نا فرجام مرزا

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو　　رسول حق با ستحکام مرزا

مسیح و مہدی موعود بنکر　　بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا

ہوا منحوس نصارے میں بآخر　　مسیحائی کا یہ انجام مرزا

مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے　　ہے آتھم زندہ اے غلام مرزا

تری تکذیب کی شمس و قمر نے　　ہوا حجت کا خوب اتمام مرزا

ڈبویا قادیاں کا نام تو نے　　کہیں کیا اے بدو بد نام مرزا

کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی　　جو تھا شیطان کا الہام مرزا

اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو　　بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

آسمان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے نہ اتر آیا۔ مطابق حدیث **السعید من وعظ بغیرہ** نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ۔ اور اس بات پر مت زور دو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ میری امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔

مطابق شرط نمبر۲۔ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ [1] دلائل وفات مسیح پر قرآن مجید وحدیث [2] صحیح سے لکھے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

دستخط : کرم داد از دولمیال

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

دستخط : جلال الدین شمس مولوی فاضل مناظر

منجانب جماعت احمدیہ از قادیان ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء

---

[1] پندرہ دلائل کو غور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبر سے ذہن نشین کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر ایسا توڑا اور بے اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کی کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ثابت نہ کر سکا۔ بلکہ قادیانی مناظر نے جو قرآنی دس دلیلیں ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی دلیل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہی نہیں۔ اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔۱۲ مرتب

[2] قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتی تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظرہ میں ان کا یہ مصنوعی فخر بخوبی ٹوٹ گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر ایسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس نے زمرہ دلائل میں چند ایسی احادیث بیان کر دیں جن کا حال گذر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قرآن کریم سے ثابت کیا جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو فن حدیث اس مضمون سے لبریز ہے۔۱۲ مرتب

۱۸؍اکتوبر ۱۹۲۴ء   پرچہ نمبر دوم

تردید دلائل وفات مسیح علیہ السلام از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سُبْحَانَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم ط

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ ط

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم   آسماں ثانی پہ ہے وہ محترم
وہ ابھی داخل نہیں اموات میں   ہے یہی مضمون بیں آیات میں

میں نہایت[1] افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی یا حدیثی پیش نہیں کی جس سے وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔

آپ قرآن کریم کے الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا جس سے بلحاظ الفاظ وقواعدِ عربیّت وفات ابن مریم علیہما السلام ثابت ہو۔ مثلاً آیت **وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ**..... الخ کیونکہ اس کے لفظوں پر غور کرنے سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ **لَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** وعدہ **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ** کے وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت **اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا۔ تَوَفَّیْتَنِیْ** سے **اَنَمْتَنِی** مراد لی جائے تو اس سوال وجواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام اپنے زعم کے مطابق پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم علیہما السلام کو ثابت کرے۔ ۱۲ مرتب

دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں میں اپنی زیر نگرانی کہہ کر تثلیث پھیلاتے تھے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع جسمانی ہوا تو میری ذمہ داری اور رقابت ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ اور اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** سے **اَمَتَّنِیْ** مراد لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور **اِذْ** استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ **فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ** اور مولوی نورالدین صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ''اور جب کہے گا اللہ'' (فصل الخطاب ص۸ ج۱)

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم علیہما السلام قیامت سے پہلے وفات پاچکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور ابن مریم علیہما السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر تدبّر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا بلکہ سوال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کیا۔ رہی زائد بات، اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید اس لئے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمۃ کریں گے۔ اور کہیں گے **اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ** اور **فاقول کما قال العبد الصالح** میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ اور قال کا ماضی ہونا، اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں وارد ہے **وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ. وَوُضِعَ الْکِتَابُ. جِیْئَ بِالنَّبِیِّیْنَ. قُضِیَ بَیْنَهُمْ.** میں قال بمعنی یقول[1] ہوسکتا ہے اور ایسا ہی آیت **قَدْ خَلَتْ مِنْ**

---

[1] رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سو گو بیان نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ آیت سن چکے تھے **وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ الآیة**۔ پس مقتضا بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر (جاری)

قَبْلِهِ الرُّسُلُ...... الخ۔ کیونکہ خَلَتْ کا معنی مَاتَتْ نہیں۔ دیکھو سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اور دیکھو وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلاً۔ بلکہ خلو کے معنی نقل مکانی ہے وَاِذَاخَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ یا زمانے کا گذرنا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتا ہے اور جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ص کی نظر اَفَاِنْ مَّاتَ...... الخ. پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ اور ویسا ہی آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہوچکے ہوں اور نیز آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی آیت کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لست کا حدکم اور لستُ کھیتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی اور ایسا ہی آیت وَاَوْصَانِی بِالصَّلٰوةِ...... الخ۔ کیونکہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی ہے جیسا وَحَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً اور نیز لِاَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا قابل غور ہے اور اگر

(بقیہ) صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہوچکے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضور ﷺ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہوچکا ہے۔ اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قَالَ تعالیٰ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (الانعام) یہ یقینی بات ہے کہ تکلم کے وقت کے اعتبار سے لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مستقبل ہے مگر باعتبار وقت لَا یَنْفَعُ کے ماضی تھا (اس لئے ماضی لائے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمَاهُمْ وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ (الاعراف) اس میں یقیناً ندا بعد معرفت کے ہے۔ پھر یَعْرِفُوْنَ کو مستقبل لائے اور ندا جو اس مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کے ماضی سے تعبیر فرمایا۔ ۱۲ مرتب

زکوۃ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جائے تو پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم علیہما السلام کا صاحب نصاب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں پھر ہم مصرف بتا دیں گے اور ایسا ہی آیت: **وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ**...... **الخ**۔ کیونکہ عدم ذکر شئی سے اس شئی کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص۵۴۵) اور نیز لفظ وسیع اس سے پیشتر مذکور ہے۔ **وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ** اور ایسا ہی آیت۔ **الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ** اور آیت **فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ** کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی کے ہے مانند ملائکہ کی۔ اور نیز جعل تکوینی میں یہ لازم نہیں کہ مجعول الیہ لازم ہو۔ **وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا** اور ایسا ہی **مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ**...... **الخ**۔ کیونکہ **بَعْدِيْ** ہر دو صورتوں یعنی بعد الموت اور بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو حدیث **انت منی بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبی بعدی** بوقت غیوبت فرمائی گئی۔ اور ویسا ہی آیت **وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ** اور آیت **وَمِنْكُمْ مَّنْ يتوفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يردُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُر** کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً **لو کان موسی وعیسیٰ حیّین** ......الخ۔ کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوۃ میں بروایت جابرؓ یہ حدیث اس طرح ہے **لو کان موسی حیًّا ما وسعه الاتباعی**......الخ۔ (رواہ احمد)۔ اور نیز بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جائے تو اس کا معنی بقرینہ تطبیق بین الاحادیث **حیّین علی الارض** ہوگا اور ایسا ہی حدیث **ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة** کیونکہ بصورت صحت اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گذارا کیا۔ عیش خوردنی وآنچہ بداں زیست نماند (منتہی الارب جلد۳، ص۲۷۸) اور حدیث معراج کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام

حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے :**عن عبد الله ابن مسعود ؓ قال لمّا کان لیلة اسری برسول الله ﷺ لقی ابراهیم وموسی وعیسی فتذاکروا الساعة فبدأوا بابراهیم فسألوا عنها فلم یکن عنده منها علم ثم سألوا موسٰی فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الی عیسٰی ابن مریم فقال قد عهد الیّ فیما دون وجبتها فاما وجبتها فلا یعلمها الا الله فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله** ...... الحدیث. اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے اس کی تائید اسی طبقات ابن سعد میں ہے: **یحیی عن ابن عباس وان الله رفعه بجسده وانه حیّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس.**

ایسا ہی احادیث حلیہ کیونکہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں **کانه خرج من دیماس** گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے۔ مگر بحکم ؎

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

حضرت موسٰی علیہ السلام وحضرت محمد مصطفی ﷺ کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسے تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم** میں امامکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے **کیف تهلک امة انا**

اولها والمهدی وسطها والمسیح اخرها (مشکوٰۃ)

دستخط :

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت از گبوہ ضلع ملتان

-----------☆☆☆☆ ☆ -----------

۱۸، اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر ۲

تردید دلائل حیاتِ مسیح علیہ السلام از جلال الدین صاحب

قادیانی مناظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ آیت **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** ہے۔ اس آیت کے فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ** سے مفتی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بجسمہ العنصری زندہ اٹھائے گئے۔ اور اس بات کے ثبوت میں لفظ **رفع** کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں **رفع** کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں مگر میں مفتی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے **وفی اسما اللّٰہ الرافع الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد واولیاء ہ بالتقریب** اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور **رفع** کا فاعل خدا تعالیٰ ہو تو اسکے معنی سوائے تقریب اور اسعاد کے نہیں ہوتے

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ **بل رفعہ اللّٰہ الیہ** میں بلحاظ سیاق وسباق وبروئے قواعد عربیت ایسی رفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بوجہ لازم ہونے کے معنی کنائی ہوں گے۔ اور فن بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں معاً مراد لئے جاسکتے ہیں۔ **لان الکنایۃ مستعملۃ فی غیر ماوضعت لہ مع جواز ارادتہ** (مطول بحث حقیقت ومجاز ۳۲۸)۔ ۱۲ مرتب

اور اگر ہوتے ہوں تو مفتی[1] صاحب کوئی ایک مثال پیش کریں۔ پس مسیح کے لئے جو لفظ رفع کا استعمال ہوا ہے وہ اسی طریق پر ہوا ہے کہ اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس طریق پر ایسی مثالیں[2] بھی موجود ہیں کہ ان میں باوجود سماء کا لفظ ہونے کے بھی آسمان پر لے جانے کے معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ **اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِقَةِ** (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ساتویں آسمان تک اس کا رفع کرتا ہے اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے: **مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ** اسی طرح قرآن مجید سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱ ...... **وَلَوْشِئْنَالَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الارض.**

---

[1] قادیانی مناظر نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے بلکہ قادیانی مناظر نے ایک پرچہ کی تقریر میں یہ ظاہر کیا کہ اگر مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں کہ رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو اور معنی مراد سوائے تقرب اور اسعاد کے ہوں تو میں مفتی صاحب کو پچاس روپیہ انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بعد ختم ہونے زور جوش قادیانی مناظر کے اس کی تردیدیوں کی کہ حدیث میں ہے **ثُمَّ رفعتُ الی سدرة المنتهی** (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۴۹) دیکھو فقرہ میں **رُفعتُ** کو ماضی مجہول الفاعل لیکن جیسا کہ **خُلِقتُ** میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل درحقیقت خدا تعالیٰ ہے۔ پس اس فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور معنی مراد **سدرة المنتهی** پر اٹھائے جانا ہے۔ اگرچہ بطور کنایت اس رفع کو تقرب لازم ہے۔ اس موقع پر بعض فضلا نے کہا کہ اب قادیانی مناظر سے پچاس ۵۰ روپیہ وصول کرو لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ میں قادیانی کا روپیہ لینا پسند نہیں کرتا۔ ۱۲ مرتب

[2] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے کہ بلحاظ سیاق وسباق و بروئے قواعد عربیت مجوزہ فریقین اس آیت میں فقرہ **بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں کیونکہ عربی لفظوں کے لئے مستعمل فی معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا اس مضمون کو پڑھ کر اور سن کر پھر ایسی مثالیں پیش کرنا اس کی کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اور نیز ان مثالوں میں ایک بھی رفع الی اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ ...... فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ اور حدیث میں اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَاماً وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (ابن ماجہ)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو جیسا کہ مسیح کے لئے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اِلَیْہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے مگر سوال[1] یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعیین آپ کس قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ اِلٰی[2] انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ تو پھر

---

[1] قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ ○ (تحریم) شہادت خداوندی ہے اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعیین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیئے ہیں اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت محضہ ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔ جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ رحمان من حیث الرحمانیت عرش پر مستوی ہے جیسا کہ حدیث قدسی اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ سے ظاہر ہے اور چونکہ رفع الی اللہ سے رفع الی السماء مراد ہونا مدلل ہو چکا ہے اس لئے بلحاظ اس امر کے کہ اِلٰی انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے فقرہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کا یہ مقتضا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ یہ کہ ساتویں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ مثال درحقیقت ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات کا شروع ہو تو اسی وقت روزہ افطار کیا جائے اور اس میں ہماری تائید ہے اور حسب تقریر قادیانی مناظر اس آیت کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ جب تمام رات گذر جائے تو آخری جزو رات میں افطار کیا جائے وھو کما تری۔ ۱۲ مرتب

کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر مثال چاہیں تو **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ** غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رافع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو **بجسمه العنصری** اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور احضرت مسیح موعود کی عبارتیں جو پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی **بجسمه العنصری** زندہ اٹھالینا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور مرنے کے بعد روحوں کا **علیین** میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت **وهو الله فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ** زمین وآسمان میں ہے اس لئے مسیح علیہ السلام کا رفع زمین کی طرف بھی ہو اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح وجسم کے درمیان تفریق کا نام ہی موت ہے۔

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ **رفع الی الله** سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بَلْ کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا **ان شاء الله** شکست کھائے گا جیسا کہ قادیانی مناظر نے شکست کھائی ہے اور مرزا صاحب نے صراحۃً آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ اور فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ** بلحاظ سیاق آیت وقواعد عربیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھائے جانے کو ثابت کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی چیز آسمان میں چلی گئی۔ یہ خیالی اور وہمی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ ۱۲ مرتب

اور پھر عجب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے۔ اس لئے اس کے اٹھانے والے اور لے جانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور آپ کی یہ وجہ کہ چونکہ یہود جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ** میں جسم مع الروح ہی مراد ہے، غلط ہے۔ کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو، دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو، یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ**ؕ اور اسی طرح **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ** کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔ اور عربی زبان[1] میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دی جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بل ابطالیہ میں ضمیر صفت مبطلہ اور ضمیر صفت مثبتہ دونوں کا مرجع ایک شے بعینہ ہوگی اور **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ** میں صفت مبطلہ **اَمْوَاتٌ** ہے اور صفت مثبتہ **احیاء** ہے اور ان دو صفتوں کے ضمیروں کا مرجع **مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** بعینہ ہے نہ فقط مَنْ کیونکہ **الموصول مالایتم جزء الا بصلة وعائد** ایسے مغالطے اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو دیا کریں۔ اور **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ** میں پہلے تو بل ابطالیہ نہیں اس لئے یہ استشہاد مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں متکلم مع الغیر سے ایک شے بعینہ مراد ہے۔ ۱۲مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صنعت استخدام کے اختیار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ دیکھو **علم البدیع هو علم یعرف به وجوه تحسین الکلام بعد رعایة المطابقة ووضوح الدلالة** (مطول) اور نیز ایک مرجع بعینہ قرار دینے سے قرینہ مانع ہو جیسا کہ شعر

وسعی الغضا والساکنیه وان هم — شبوه بین جوانحی وضلوعی

پہلی ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری سے بقرینہ شبوہ آگ ہے اور **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں صنعت استخدام اختیار کرنا مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی ہے جیسا کہ پرچہ نمبر۱ میں مفصل گذر چکا ہے اور نیز اس آیت میں ایک بعینہ مرجع مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطے کی طرح صنعت استخدام کا قصہ پڑھ لیا ہے اور اصل ماہیت کا کچھ پتہ نہیں ورنہ اس آیت میں صنعت استخدام کا ذکر نہ کرتا۔ ۱۲مرتب

صنعت استخدام ہے۔

چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال شعر

فسقي الغضا والساكنيه وانهم شبوه بين جوانحي وضلوعي

دی گئی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال لازم نہیں آتا مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے کرتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ استثناء ۲۳/۲۱ میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

اور دوسری[1] وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل کر کے ملعون ثابت کر دیا مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے ملعون

---

[1] قادیانی مناظر نے توریت باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل ابطالیہ اور قصر قلب کے مقتضاء پورا ہونے کی کوشش کی لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اول یہ کہ بلحاظ آیت **فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ۔ تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو قرآن کریم سے یہود کا وہ اعتقاد جس کی وَمَا **قَتَلُوْهُ** تردید ہے معلوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ** واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے متجاوز ہو کر تورات کے ساتھ جا کر پناہ لی جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے لیکن تورات محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی۔ کیونکہ تورات میں یہ نہیں کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے بلکہ تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۲) اور قرآن کریم میں ہے: **اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ** (مائدہ) پس اس سے واضح ہے کہ عند اللہ ملعون وغیر ملعون ہونے کا سبب صلاح و فساد ہے نہ قتل و صلب۔ قادیانی مناظر نے تورات کے پیش کرنے میں ایک تو دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کیا ہے اور دوسرا اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق کوئی جواب نہیں۔ ۱۲ مرتب

ثابت نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنا مقرب بنایا ہے۔ پس یہاں پر قصر قلب بھی مانیں تو ان کے خیالات میں ہوسکتا ہے۔ مخاطب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ملعون کیا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا کہ وہ ملعون ہو بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔

اور تائید میں جو **کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا**[1] **حَکِیْمًا** کو پیش کیا ہے وہ کسی طرح بھی مفتی صاحب کی تائید نہیں کرتا کیونکہ عزیز تو وہ ہوتا ہے جو غالب ہو۔ مگر مسیح کو آسمان پر لے جانے سے عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف ہونا؟ کیونکہ طاقتور غالب اپنی چیز کو مقابلہ کے وقت چھپایا نہیں کرتا۔ اور پھر اس سے تو اتنا ضعیف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔ پھر بھی اسے فکر پڑی کہ کہیں یہودی آسمان پر بھی آکر مسیح علیہ السلام کو نہ لے جائیں۔ اس لئے اس کی بجائے مسیح کی شکل کسی اور کو دی تا کہ وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیں۔ پس بتاؤ کہ اس طرح وہ عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف۔ بلکہ عزیز ہونا اس کا تب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام تدبیریں کر گذریں مگر خدا تعالیٰ اس کو بچالے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت کیا مخالفوں نے آگ میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا **یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ** اور اسی طرح حضور ﷺ کے متعلق فرمایا **وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا**...... الی **لِیُخْرِجُوْکَ**. انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا لیکن خدا تعالیٰ نے پھر ان پر غلبہ اور فتح عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔ بس یہ عزیز ہونے کا ثبوت ہے۔ اور **حَکِیْم** کہ وہ اس طرح اپنی حکمت سے دشمنوں کے پنجہ سے بچالیا کرتا ہے اور مطابق وعدہ **کَتَبَ اللّٰہُ**

[1] قادیانی مناظر کے یہ خیالی اور وہمی مضامین ہیں کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقدورات کو محدود معدود سمجھ لیا ہے اور درحقیقت مطابق **اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** اللہ تعالیٰ کے مقدورات غیر محدود وغیر معدود ہیں۔ کسی کو **یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا** کہہ کر نجات دیتا ہے اور کسی کو ہجرت کا حکم دے کر غلبہ دیتا ہے اور کسی کو دریا سے پار اتار کر اور اس کے دشمن کو غرق کر کے نجات عطا کرتا ہے اور کسی کو بوقت حملہ دشمنان آسمان پر اٹھا کر محفوظ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں سے ایک شخص پر اس کی شکل ڈال کر باقی دشمنوں سے اس کو قتل کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب **کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا** کے نتائج ہیں۔ ۱۲

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی رسولوں کو دنیا میں غلبہ دیتا ہے اور جو حکمت[1] آپ نے بیان فرمائی ہے اہل علم تو ضرور اس کی داد دیں گے۔ جناب مفتی صاحب! اگر مسیح کی پیدائش کلمہ کُنْ اور نفخ روح سے ہوئی تو کیا باقی آدمیوں کی پیدائش نفخ روح سے نہیں ہوا کرتی؟ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ **فیرسل اللّٰہ المَلَکَ فینفخ فیہ** اور **ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ** میں ہر انسان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نفخ روح ہوتا ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کو کامل خدا تسلیم کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں تو خدا تعالیٰ نے خود روح پھونکی۔ جیسا کہ فرمایا **وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ** دیکھئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنَ** ط مسیح علیہ السلام کی پیدائش کو کوئی عجیب قسم کی پیدائش خیال نہ کرو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف غور کر کے سمجھ لو کہ اس کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر کونسی بات پائی جاتی ہے۔

پھر[2] آپ نے حدیث پیش کی ہے، اور اس میں ایک تو لفظ نزول سے استدلال کیا ہے مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ظاہر طور پر مع الجسم اترنا ہی مراد نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن مجید سے اس کی مثالیں:

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بلحاظ **فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا** اور بلحاظ **لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا** (مریم) کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ایک خصوصیت ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو فرشتوں کے ساتھ ایک خاص تشابہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے **حَكِیْمًا** فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حکمت ازدی کا یہی اقتضا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب فطرت جگہ دی جائے۔ ۱۲مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھا ہے اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی فرود آمدن مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں ...... الخ. قادیانی مناظر کی عجیب لیاقت ہے کہ جن مضامین کی تردید میرے پرچہ نمبر۱ میں موجود ہے۔ ان مضامین کو اس نے پھر بھی درج کر دیا ہے۔ دیکھو مثلاً **اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ** وغیرہ میں بقرینہ **الحدید** معنی پیدا ہونے کے لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث **فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھلودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین.** (مسلم ص۴۰۰) کے معنی **استغفر اللّٰہ** یہ ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے اول تو یہ مطلب کیسا مہمل ہے۔ پھر افسوس کہ مرزا صاحب مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی۔ ۱۲مرتب

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور **اَنْزَلَ اِلَیْکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَةَ اَزْوَاجٍ** اور **قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا** اور **اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ۔**

اور اس حدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے۔ ایک تو اس لئے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودے جبکہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا۔ اور **مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ** اور **مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ** بتارہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام آپ کے ساتھ دفن ہوگا۔ اور حضرت[1] عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار۔ اور فتح الباری

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر سے مراد گورستان ہے اور یہ اعتراض جو قادیانی مناظر نے کیا ہے یہ تو **نعوذ باللہ من ذالک** آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں سمجھی۔ اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** نے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ آفتاب۔ اور آنحضرت ﷺ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستنیر و مستفیض ہیں بمنزل آفتاب ہیں اور شیخین **رضی اللہ عنہما** اور حضرت مسیح مجدد وقت ہونے اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں بمنزل چاند کے ہیں **وبیان جمیع ذالک جرم القمر فی نفسه کمدار زق مظلم غیر نورانی کثیف صقیل انما یستضیء بضیاء الشمس (شرح چغمینی ص۹۰)** چونکہ آنحضرت ﷺ چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دو چاند یعنی حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ کی قبریں عائشہ صدیقہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** کے حجرہ میں ہوچکی ہیں اس لئے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہوئی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا باقی ہے۔ اور نیز اگر آنحضرت ﷺ چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا جانے ظہور نہ مرزائیوں کو سمجھ آیا ہے اور نہ خود مرزا صاحب کو ؂

گر ہمیں مکتب است ایں ملاّ   کار طفلاں تمام خواہد شد

اور نقش قبور کا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور نیز قادیانی مناظر کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مدینہ طیبہ میں جانا نصیب ہوا اور نہ ہی مرزائیوں کو۔ اور حدیث **انا اول من تنشق منه الارض** اور حدیث **فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم ...... الخ** میں تعارض نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی قبر پہلے منشق ہوگی اور پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم **علیهما السلام** بھی اسی گورستان سے مبعوث ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

میں لکھا ہے: **قول عائشة فی قصة عمر " کنت اریده ولاوثرنه الیوم علی نفسی،، یدل علی انه لم یبقی الا موضع قبر واحد** پس حضرت عمرؓ کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں۔ اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبروں کے درمیان ان کی قبر نہیں ہوسکتی۔ پھر آنحضرت ﷺ کی فضیلت کہ: **انا سید ولد ادم واول من تنشق عنه الارض** (ابوداود) باطل ہوجاتی ہے۔

اور آپ[1] کی یہ تقریر کہ علمائے بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔

یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کردی مگر کاش! آپ نے ''کمالاتِ مرزا بجواب شہاداتِ مرزا'' بھی پڑھ لیا ہوتا۔

سنئے[2] پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتی ہے۔ دیکھئے نہایہ ابن اثیر میں **جَعَلَ مِنهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ** کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ ''کمالاتِ مرزا بجواب شہاداتِ مرزا'' مرزا صاحب یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا صاحب یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر میرے مقابلہ میں نہیں پیش کرسکتا کیونکہ میں مرزا صاحب کو مفتری وتبنی اعتقاد کرتا ہوں۔ اور نیز مرزا صاحب کی تحریر پیش کرنی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور اسلامی مناظر نے فن بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو تو اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کردی، ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے۔۱۲مرتب۔

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے: **اما المجاز المفرد فهو الكلمة المستعملة في غيرما وضعت له فی اصطلاح به التخاطب علی وجه يصح مع قرينة عدم ارادته ای ارادة ماوضعت له** (مطول ص ۳۲۸) اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطلقاً جمع نہیں ہوسکتے نہ پیشگوئیوں میں اور نہ غیر پیشگوئیوں میں۔ تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتے ہیں ثمرۂ جہالت ہے۔ اور ابن اثیر اور قسطلانی کی تحریر کو پیش کرنا ایک تو دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور دوسرا ان کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینا متعذر ہو تو مجاز مراد ہوسکتی ہے۔۱۲مرتب

وہ حقیقی طور پر بندر بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو بندر اور سؤر کہا گیا ہو۔ اور پھر (قسطلانی جلد ۵، ص ۴۹۹) میں **یکسر الصّلیب** کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقۃً کسر صلیب بھی ہو سکتی ہے اور عقیدۂ صلیبی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیشگوئی **اسرعکنّ لحوقًا بی اطولکن یداً** کو جھٹلا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، کیونکہ حقیقت متعذر نہیں تھی۔

حضرت مسیح[1] موعود علیہ السلام کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھے۔ آپ یہ نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح ناصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد **کشفًا و الھامًا و عقلاً و فرقاناً** مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ **حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً** کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔ (ازالہ ص ۲۰۰) پھر ص ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا''۔

حضرت[2] خلیفۃ المسیح اول کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکا دیا

---

[1] مرزا صاحب کی یہ عبارت ہے۔ ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) قانون فن بیان اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان اور ملحوظیت دو شرطین مذکورین نے قادیانی مناظر کو عاجز کر دیا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ ''ہر جگہ'' آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ **الاعتبار لعموم اللفظ لالخصوص المورد** چونکہ اسباب حقہ اور موجبات قویہ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں اس لئے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں لیجا سکتی۔ ۱۲ مرتب

گیا ہے دیکھئے ''ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہئیں۔'' ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے (ضمیمہ ازالہ اوہام) اور پیشگوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیهم السلام کے مکاشفات اور رؤیائے صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے...... پس ایسے موقعہ پر علوم ضروریہ یقینیہ الہامات صادقہ ومشاہدات وحقائق نفس الامریہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لامحالہ ظاہر سے اور معنوں کی طرف لے جائیں گے۔'' اور مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں اور ''یادرکھو کہ مجھ ہیچ میرز کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ ومجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ** میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔'' اب معاملہ صاف ہے، پس حضرت خلیفۃ المسیح اول کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ اور یہ آپ نے خلافِ شرط کیا ہے۔

ہم نے دوسرے [1] آئمہ کے حوالجات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کسی طرح سے ذکر کرنا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ان آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر قادیانی مناظر کو مفید بھی نہیں بلکہ مضر۔ کیونکہ امام الائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسٰی علیہ السلام من السّماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن** (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شافعیہ کا یعنی سب اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ آئمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔ اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے، چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے ''فواکہ دوانی'' میں تصریح کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اشراط ساعت سے ہے۔ ۱۲ مرتب

وفات کے قائل ہیں، پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی بتائی ہوئی نیک بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں یا ان کی واجب الاتباع بات ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

پھر[1] جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح علیہ السلام ماننے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی بلکہ اس کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔

سنئے[2] جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ماننا پڑتا ہے۔ اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو پیاری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے، ایڑیوں سے خون بہا، دو دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کو آپ علیہ السلام سے زیادہ محبوب ہے دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام مذہب اسلام کے نامناسب اور ناظرین کو غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ قادیانی مناظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اُٹھا لیا گیا تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور معبودیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ وجوہات بروئے قرآن کریم و حدیث نہیں بلکہ خیالی اور وہمی ڈھکوسلے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفون ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال اُلوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ (جاری)

زمین پر سلایا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کی پیدائش میں

(بقیہ) اَلْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَاءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ...... الآیۃ (بقرۃ پ ۱) اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر رَبَّكُمُ اپنی صفت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفت ربوبیت یعنی کمال تک پہنچانا اس وقت کام کرتی ہے جب انسان اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگ جاتا ہے اور پھر اپنی چند صفات بیان کر کے اخیر میں صفت وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے بوجہ پست ہونے کے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند ہستی ہے رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر زیادہ عند اللہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُلوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ اور فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى اور تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ میں باوجود مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عبد کی اضافت اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا بلکہ ترقی ہوئی ہے ورنہ میں اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔ اور اسی کمال عبودیت کا نتیجہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین بلکہ افضل الملائكة المقربين ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آنحضرت ﷺ کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین پر بسر کی اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

ملک افلاک پر قرباں زمین پر نازنیں صدقے	جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے	میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے
نیاز و انکساری پہ الٰہ العالمین صدقے	اور حدیث میں ہے من تواضع لله رفعه الله

۱۲ مرتب

۳؎ یہ وہی ڈھکوسلے ہیں قرآن کریم کا تو یہ ارشاد ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور بلحاظ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (جز ۲۱) آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں اس لئے حکمت ایزدی کا یہ اقتضاء ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر تمام انبیاء سے سخت ترین مصائب نازل کی جائیں تا کہ صبر کا ظہور بھی بے نظیر رنگ میں ہو۔ ۱۲ مرتب

۴؎ اس عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے مکین ہونے کا اعتقاد ہے حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ لامکان ہے۔ ۱۲ مرتب

زمینیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتایئے کہ آنحضرت ﷺ جو آسمان پر نہ گئے اس لئے ان میں زمین کا دخل ہو۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدوسیت زیادہ ہے اس لئے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمینیت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کی کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے۔[1]

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند ۔۔۔ مگر مدفون یثرب را نداند ایں فضیلت را

زبوئے نافۂ عرفاں چو محروم ازل بودند ۔۔۔ پسندیدند در شانِ شہِ خلق ایں مذلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند ۔۔۔ دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کی حیات ماننے سے اسے پورا خدا مان لینا پڑتا ہے۔

دوسری دلیل

آپ نے اس آیت میں ایک تو لَیُؤمِنَنَّ پر زور دیا ہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ دعویٰ سے فرماتے ہیں کہ ”تمام محاورات قرآن وحدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔“ فی الحال میں آپ کے اس دعویٰ کو توڑنے کے لئے دو مثالیں پیش کرتا ہوں غور سے پڑھیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] ایسے اشعار اسلامی مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مفتری سمجھتا ہے کمال درجہ کی جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

وَاِنَّ مِنْكُمْ [۱] **لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ؁ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ؁**

اس کے معنی بھی وہی پیش کرتا ہوں جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کئے۔

''اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچ جاتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے۔ البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور درمیان اس کے دوستی۔'' پھر آیت **وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** میں استمرار کے معنی ہیں، خالص استقبال کے لئے نہیں۔

اور خلیفہ [۲] اول کا جو قول آپ نے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس جماعت میں شامل نہیں تھے اور ان معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ **وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ** وغیرہ میں بھی بلحاظ قاعدہ نحوی اتفاقی جو ہم نے پیش کیا ہے استقبال ہی مراد ہے آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی خلاف واقع امام مالک **رحمة الله عليه** کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہی حال **لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** کا ہے کیونکہ ہر تقریر تسلیم استمرار استقبالی مراد ہوگا اور قادیانی مناظر نے جو قرآن کریم کا اس موقعہ پر یہ فقرہ یعنی **وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ** پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی جہالت ٹپکتی ہے کیونکہ ایک تو **لَيَقُوْلَنَّ** پر لام تاکید اور نون ثقیلہ داخل ہے اور دوسرا شرط پر حرف اِنْ داخل ہے جو نیز استقبال کیلئے آتا ہے۔ **فلن للاستقبال وان دخلت على الماضى** (کافیہ ابن حاجب) کیا **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** کے طریق پر مباحثہ کرنا اسی کا نام ہے۔ ۱۲ مرتب

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نورالدین وہ شخص ہے جس کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر ہیں توثیق کی ہے اور توثیق کے بعد بھی مولوی نورالدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

۱...... کیا وجہ ہے[۱] کہ جب مجاہد ؒ اور ابن عباسؓ جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے **قَبْلَ مَوْتِهٖ** سے کتابی کی موت مراد لی ہے وہ صحیح نہیں، وجہ بیان کریں۔ اور لکھا ہے کہ کوئی یہودی نہیں مرتا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں۔ اور ایسے ایمان کے لئے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲...... **قَبْلَ مَوْتِهِمْ**[۲] کی قراءت آپ کے معنوں کی تردید کرتی ہے۔

آپ کہتے ہیں شاذہ قراءت قراء کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابی کی روایت جو عالم بالقرآن تھا اور آنحضرت ﷺ اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہرحال قراءت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہوسکتی۔ وہ قراءت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۳...... یہ معنی[۳] کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

آیت **وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ** اور

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد تابعی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں تابعی کا قول پیش کرنا شرط نمبر۲ سے تجاوز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق قادیانی جماعت کا حال مانند **اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ** ہے ورنہ ہم اور قادیانی جماعت **مانحن فيه** میں حضرت ابن عباسؓ کے قول پر فیصلہ کریں۔ **عن ابن عباس** ؓ **وان الله رفعه بجسده وانه حي الآن وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس** (طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۶) یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو **بجسده العنصری** اٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲مرتب

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور **مَوْتِهٖ** قراءۃ متواترہ ہے جس کا قراءۃ شاذہ مقابلہ نہیں کرسکتی اور قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس ہے کہ جن باتوں کا مکمل طور پر جواب پرچہ نمبر۱ میں درج ہے۔ اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے کی طرح سیکھی ہوئی بات پیش کی جاتی ہے۔ ۱۲مرتب

[۳] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ **وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ**...... الخ میں **اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، جاعل الذين** کے متعلق نہیں بلکہ بروئے قواعد عربیت ہر چہار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہے۔ اور اگر اسی کے متعلق ہو تو بھی مضر نہیں۔ کیونکہ فوقیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ کفر معدوم ہوجائے جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ **هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ**۔ اس آیت کا مرزاصاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ اور ممکن نہیں (جاری)

آیت وَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین اور منکرین دونوں قیامت تک رہیں گے۔

۴…… سیاق اسباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پہلے اس کے فرمایا فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا کہ یہودی ایسے شریر ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔ اور پھر کہہ دیا کہ سب ہی ایمان لے آئیں گے۔

۵…… یہ معنی عبارۃ النص کے بھی خلاف ہیں کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ ان کی شرارتیں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کر کے پھر اس کی تعریف کر کے پھر کہہ دیا کہ یہ بڑا بدمعاش ہے۔ بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بھی ان کی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خداتعالیٰ نے بتادیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ یہ اہل کتاب مانتے رہیں گے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو ان کا مذہب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لٰکِنِ الرَّاسِخُوْنَ میں لٰکِنْ کے لفظ سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

۶…… اور اگر[۲] خدانخواستہ اہل کتاب نے سمجھوتہ کرلیا کہ ہم نہیں مانتے تو خداتعالیٰ کو بھی مشکل پڑ جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا

(بقیہ) کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمہ معرفت ص۸۲،۸۳)۔ پس آیت اَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ سے مراد طول زمان ہے ورنہ یہ آیت اور آیت ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ…… الخ متعارض ہوں گی۔ ۱۲ مرتب

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں جو آیت وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ…… الخ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔ اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات وارد نہیں ہوتے۔ تو پھر قادیانی مناظر کا ان اعتراضات کو درج کرنا کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ۱۲ مرتب

[۲] یہ بھی خداوند کریم کے ساتھ استہزاء ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۱۲ مرتب

اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور جو[1] استشہاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ان کا دوسرا استشہاد کہ **مَامِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخسَہُ الشَّیْطَانُ وَقْتَ وِلَادَتِہٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنُھَا عِیْسٰی** پر آیت **فاقرءوا ان شئتم: اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** ط صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مسِ شیطان کا وقت ولادت کا ذکر ہے اور حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسِ شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعا قرار دینا بالکل غلط ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے **"القسم الثانی من الرّواۃ ھم المعروفون بالحفظ والعدالۃ دون الاجتھاد والفتوٰی کابی ھریرۃ وانس ابن مالک"** ملاحظہ ہو اصول الشاشی۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استشہاد صحیح نہیں اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے **موتہٖ** کا مرجع **کتابی** کو ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجاز ہی مجاز مراد ہے۔ اول تو اس کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو حقیقی معنوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہے۔ اور اسی طرح **منکم ، انتم ، فیکم ،**

---

[1] صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بچھائے گا پس وہ نہ بھولے گا اس بات کو جو میرے سے سنی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور آنحضرت ﷺ حدیث بیان فرماتے رہے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہے اس کو بھولا نہیں۔ **سبحان اللہ** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو ایسا جلیل القدر صحابی ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے مخالف ہے۔ اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں عجیب لیاقت ہے، اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں حقیقت ومجاز کا قانون بیانی بیان کر کے اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان حقیقت ظاہر کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں یہ محض دعوے بلا دلیل ہے اور دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

امامکم میں کُمْ کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم۔ اور اسی طرح ابن مریم بھی حقیقی نہیں بلکہ مجازی مراد ہے۔

[1] اور جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ وہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ ''اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تاکہ میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خداتعالیٰ خود نہ سمجھادے۔'' (کشتی نوح ص۴۷) پس جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے قابل استناد نہیں مانتے۔ اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ استصحاب[2] یعنی **اِلّا بقاءُ ماکان علیه** حجت نہیں ہوتا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اسے پیش کرے۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں کیونکہ مرزاصاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر و باطن متولی خدا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں براہین احمدیہ کی یہ عبارت پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور الزام نہیں پیش کیا بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزاصاحب کو الہام و مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے گئے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزاصاحب کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزاصاحب مفتری ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ مرزاصاحب نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ظاہر کیا ہے وہ نیک نیتی سے ہے اور جو دعاوی بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ و طمع نفسانی کے ہیں۔ ۱۲مرتب

[2] استصحاب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲مرتب

اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص **فَوَلِّ**[1] **وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس لئے رسول آخر الزمان نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہونا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح[2] امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب ص۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں نے جو معارف توحید وجودی وغیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدمِ اطلاع سے لکھے گئے ہیں جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس پر شرمندہ اور **مستغفر** ہوا۔''

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہوچکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ **فافهم**

دستخط :

قادیانی مناظر جلال الدین صاحب

دستخط :

کرمداد والمیال۔ پریذیڈنٹ

دستخط :

شمس مولوی فاضل

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے۔ اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہے جس کو سب اہل اسلام نبی برحق اعتقاد کرتے ہیں۔ اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ یہ مرزا صاحب کے ذریعہ ہے جن کو تمام اہل اسلام مفتری اعتقاد کرتے ہیں۔ ۱۲مرتب

[2] امام ربانی **رحمة الله عليه** کا ذکر بھی دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲مرتب

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر۳

ازمولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِنْ لِسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ

۱......آپ نے لکھا ہے ’’وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون تیس آیات میں۔‘‘ آپ تیس [۱] آیات ہی نقل کردیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مُردوں میں شامل نہیں۔ اگر آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف پارہ، سورۃ، رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲......آپ [۲] مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کردہ کی تردید بھی کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح علیہ السلام پر پیش نہیں کی کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

۳......آپ [۳] فرماتے ہیں کہ: **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** سے مراد اَمَتَّنِیْ ہے۔ قرآن شریف کہتا

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کریم سے وفات ابن مریم ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات مسیح ابن مریم **علیہما السلام** ثابت ہے اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں۔ ۱۲مرتب

[۲] اگر قادیانی مناظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۲ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا کیونکہ اسلامی مناظر کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم **علیہما السلام** پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔

[۳] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی تردید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت **اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا** اور **تَوَفَّیْتَنِیْ** سے معنی **اَمَتَّنِیْ** مراد لینے صحیح ہیں اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ورنہ معاملہ صاف ہے کیونکہ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے کہ **تَوَفَّیْتَنِیْ** پیشگوئی **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ** کے وقوع کا بیان ہے تو تیقّنِ مع **الرفع** مراد ہوگی جو حد فاصل بھی ہے۔ ۱۲مرتب

ہے کہ مسیح کی صرف دو حالتیں ہیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل **تَوَفّی** ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی **تَوَفّی** نہیں پائی گئی۔ اور پہلی حالت کا اختتام **تَوَفّی** سے ہوا جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ **مَادُمْتُ** کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے۔ اور یہ قرآن مجید کے الفاظ **لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ** ط کا ترجمہ ہے جو **مَادُمْتُ** کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے دوسرے **تَوَفّی** کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی **تَوَفّی** ایسی ہے جو بار بار آتی ہے۔ اور موت کے وقت جو **تَوَفّی** ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ **تَوَفّی** ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوئی۔ کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے، اس لئے وہ موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴..... آپ[1] لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔ اس کے لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔ اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی۔ مگر مسیح علیہ السلام نے جو جواب میں اس کا

---

[1] اس مضمون کی تردید ہو چکی ہے لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت استخاطب تمام اس طرح ہے۔ **وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (مائدہ)** اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ دیکھو **ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ** اور دیکھو **مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ** اور دیکھو **اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ** ۔ اور دیکھو **مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ** یہ امر نہایت روشن ہے کہ سوال قول سے ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ قول کے مطابق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق۔ اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔ ۱۲ مرتب

ذکر کیا۔ تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔ اگر جھوٹ تھا تو **(نعوذ باللہ)** نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

۵...... **تَوَفَّیْتَنِیْ** کے معنی نیند کرنا بالکل[1] غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی **تَوَفِّی** کے اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی قرینہ منام یا لیل وغیرہ ہو۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہے اور پھر سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور **تَوَفِّی** باب **تفعُّل** سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے **اِمَاتَتْ** کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مثال پیش کرو۔ اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ **تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا** اور **تَوَفَّنِیْ مَعَ الْاَبْرَار** اور **اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ** وغیرہ۔

---

[1] قادیانی مناظر کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ **تَوَفِّی** نیند کے معنی میں مجاز ہے بوجہ ضرورت قرینہ کے اور **اِمَاتَة** کے معنی میں حقیقت ہے بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کیونکہ آیت **اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى** سے ثابت ہے کہ **تَوَفِّی** کا حقیقی معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ اماتت کیونکہ اگر **تَوَفِّی** کا موضوع لہ اماتت ہو تو پھر **حِيْنَ مَوْتِهَا** لغو ٹھہرے گا۔ اور **وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ** اس لحاظ سے کہ یہ **الانفس** پر معطوف ہے۔ اجتماع ضدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا **وهو باطل**. پس ثابت ہوا کہ **تَوَفِّی** کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں، نہ بالخصوص موت موضوع لہ ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ **تَوَفِّی** باب **تفعُّل** سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول انسان یا روح ہو تو اس جگہ معنی قبض روح یا اماتت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا اعتراف ہے کہ **تَوَفِّی** کے حقیقی معنی **اماتت** کے نہیں ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی و تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے **معتقدین** نے اس امر پر بڑا جوش و خروش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ **تَوَفِّی** باب **تفعُّل** سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس جگہ قبض روح کے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور و جوش ظاہر کرنے سے مرزائیت کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر **متوفیک بمعنی ممیتک** تسلیم کیا جائے تو پھر بھی بروئے قواعد عربیت یہ آیت **تَوَفِّی** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلیل ہے اور اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** بمعنی **اَمَتَّنِی** مانا جائے تو پھر بھی بروئے الفاظ جیسا کہ یہ آیت تخاطب حیات ابن مریم پر دلیل نہیں اور ایسا ہی یہ آیت تخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت **تَوَفِّی** اور آیت تخاطب کے متعلق مفصل تقریر بیان ہو چکی ہے۔ پھر مرزائیوں کو اس زور و جوش سے کیا فائدہ ہوا۔ ۱۲ مرتب

۶…… آپ لکھتے ہیں[1] ''اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** سے مراد **اَمَیْتَنِیْ** لی جائے نہیں معلوم کہ جناب مفتی صاحب نے **اَمَیْتَنِیْ** کیسے لکھ دیا؟ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انہوں نے **اَمَیْتَ** کو **سَقَیْتَ** کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ **سَقَیْتَ** واحد مخاطب مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انہوں نے **اِمَاتَة** سے بھی اسی وزن **اِمَاتَة** بروزن **سِقَایَة** پاکر واحد

---

[1] قادیانی مناظر نے ہر دو دن کی تقریروں میں تلفظ عموماً بکثرت غلط کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا غلط پڑھا کہ حفاظ بے اختیار بول اٹھے کہ اے قادیانی صاحب للہ قرآن مجید کو تو صحیح پڑھو۔ مگر وہ بیچارہ کیا کرے کہ صحیح پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ باوجود ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے بلحاظ حدیث **لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی** کوئی مواخذہ لفظی نہ کیا۔ اور اصل موضوع پر بلحاظ معانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظر کو موضوع مناظر کے متعلق جب ناکامی ہوئی تو اس نے یہ مسئلہ **اَمَتَّنِیْ وَاَمَیْتَنِیْ** کا چھیڑ دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے دلائل وفات ابن مریم میں ایک دلیل **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**…… الخ بھی پیش کی جس کے جواب میں اسلامی مناظر نے کہا کہ اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** بمعنی **انمتنی** ہو تو اس کی یہ تردید ہے اور اگر **تَوَفَّیْتَنِیْ** بمعنی **اَمَتَّنِیْ** ہو تو اس کی یہ تردید ہے جس سے اسلامی مناظر کا یہ مطلب تھا کہ اگر **توفی** بمعنی نیند ہو تو یہ جواب ہے اور اگر بمعنی موت ہو تو یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ مواخذہ کرنا اس لحاظ سے کہ یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چسپاں نہیں **لیس من داب المحصلین والمناظرین بل من داب المجادلین والمکابرین** اور نیز یہ تلفظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں صحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر مخاطب اصل میں **اَمْتَتَنِیْ** ہے جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تاء کو تاء میں ادغام کیا جائے تو **اَمَتَّنِیْ** پڑھا جائے گا اور اگر تاء کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو **اَمَیْتَنِیْ** پڑھا جائے گا۔ اور دو حرف ایک جنس میں سے ایک حرف کا یاء کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لئے لغت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ فصول اکبری میں ہے ''دیا بدل شد آید از یکے از دو حرف یا سہ حرف تضعیف چوں **دینارٌ اصله دِنّارٌ واملیت اصله امللت وقصیت اصلة قصصت**'' **انتھی** ۔ اور شافیہ میں ہے۔ ''**والیاء بدل من احد حرفی المضاعف نحو املیت وقصیت. انتھی**'' قادیانی مناظر نے یہ مجادلہ کے رنگ میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی جیسا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآن کریم کے فقرہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** کے ساتھ بروئے **بَلْ** ابطالیہ وقصر قلب دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کر دیا ہے جس کے جواب دینے سے قادیانی مناظر ہی نہیں بلکہ کل کی کل قادیانی جماعت عاجز ہوگئی ہے ویسا ہی قادیانی مناظر بھی ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ دو شرطین مذکورین کے تحت رہ کر اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم اسلامی مناظر ہی عاجز ہو جاتا اور تمام حاضرین پر روشن ہے کہ قادیانی مناظر کے طول وطویل خیالی و وہمی ڈھکوسلوں کو اسلامی مناظر نے دو شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر مختصر فقروں کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظر مناظرہ کرتا رہا اور قادیانی مناظر مدعی مناظرہ ہو کر حقیقت میں مجادلہ یا مکابرہ کرتا رہا۔ ۱۲ مرتب

مخاطب ماضی کا صیغہ **اَمِیْتَ** بنالیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ **اِمَاتَتٌ** میں ہمزہ زائدہ ہے اور **سِقَایَہ** میں سین اصلی ہے۔ اس لئے یہ لفظ **اَمِیْتَنِیْ** نہیں بلکہ **اَمَتَّنِیْ** ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا کیونکہ انہوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

۷…… پھر آپ نے **اِذْ قَالَ** کے معنی استقبال کے کرنے کے لئے مثال میں **اِذِ الاَغْلَالُ** کو پیش کیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ **اَغْلَال** فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا **الاَغْلَالُ** اسم ہے یا فعل۔ اور نیز[1] اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انہوں نے قیامت کے دن اپنی بریت کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔[2]

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کی عقل کہاں گئی کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح لکھا ہے:۔

''اور اذا استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ **فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ**۔ اس میری عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ **اِذِ الْاَغْلَال** مثال اذ کے لئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی کا بمعنی استقبال آنے کے لئے میں نے اپنے اسی پرچہ نمبر۲ میں نفخ وغیرہ کے ساتھ مثال دی ہے۔ پس قادیانی مناظر کا **اِذِ الْاَغْلَالُ** میں ماضی کا ذکر کرنا نرالی جہالت ہے۔ ۱۲مرتب

۲؎ جناب من اسلامی مناظر کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفا کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے **سبحان اللہ**، صداقت کا آفتاب اپنے انوار وتجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا۔ دیکھو کہ قادیانی مناظر نے خود ہی تسلیم کرلیا ہے کہ یہ واقعہ **ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ** …… الخ۔ قیامت کو ہوگا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آج وفات ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریا نے بعد اختتام مناظرہ فرمایا۔

شمس تیری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے	منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے	کوئی بٹیر جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے
غلام میرزا پہلے تو کرلے علم کی تحصیل	غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

پھر جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کل مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ صحیح مگر کیا آپ یہاں صرف لہجہ میں مشارکت مانتے ہیں کہ میں مسیح کے لہجہ میں کہوں گا۔ نہیں بلکہ آپ تو مسیح کی امت کے واقعات کو اپنی امت کے واقعات پر قیاس کر کے اپنا وہی جواب دیتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کا ہے اگر حدیث میں ان واقعات کی تشریح نہ ہوتی تو آپ یہ بات کہہ بھی سکتے تھے مگر اب تو حدیث میں جن واقعات میں مشارکت تھی تشریح کر دی گئی ہے۔

۱؎ یہ خیالی اور وہمی باتیں پھر پھر پیش کی جاتی ہیں حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔ اور پھر بلا ضرورت اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ **التشبیه ان یدل علی مشارکة امر لاٰخر فی معنی** (مطول ص۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً **زید کا لاسد** میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں شریک ہوں جیسے شجاعت۔

بیا اے طالب صدق و صفائی   ببیں در صدق شانِ کبریائی
گروہ احمدی زیر و زبر شد   چو غالب شد بیانِ مُرتضائی

اور کذب کا شمس ہمیشہ کسوف میں رہتا ہے۔ مولوی گل احمد صاحب ساکن چھاؤ دادخان نے قادیانی مناظر **ملقب بالشمس** کے متعلق بعد ختم مناظرہ یہ فرمایا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں شریک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ **زیدٌ کالاسدِ** اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا شریک ہو۔ **وھو کما تری.** پس **فاقول کما قال العبد الصالح**...... **الخ** ۔ میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ **بعینھا** ہوں۔ اور یہاں **مانحن فیه** میں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی شراکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول **تَوَفَّیْتَنِیْ** سے مراد **اَلتَّمَتُّعْ** لی جائے تو قبض روح کے معنی میں شراکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول **تَوَفَّیْتَنِیْ** سے **اَلْقَبْضُ** مراد ہو تو پھر ایک اور زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲منہ۔

۹..... **قَدْ خَلَتْ**[۱] کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ **خلو** کے معنی **نقل** مکانی کے ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیت میں مکان کا تو ذکر نہیں۔ اس لئے **نقل** زمانی ہی خلو سے مراد ہوسکتی ہے۔ اور اس سے مراد یہی ہے کہ زندگی کا زمانہ گزار کر وفات پاگئے۔ نیز ہم نے لغت کے حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ خلو کے معنی مرنے کے ہیں۔ اب میں ایک شعر بھی پیش کرتا ہوں جو یہ ہے:

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ   قَوْلٌ لِمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ

تمام شراح نے یہاں **خَلَا** کے معنی **مَاتَ** کے کئے ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَاکَسَبَتْ** اور آیت **وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ** اور آیت **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ** وغیرہ سب میں **خلو** سے مراد موت ہے اور جو

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل **قَدْ خَلَتْ** ....الخ کا جواب دیا ہے لیکن چونکہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں اس لئے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ آیت **سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ** کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہم قادیانی مناظر کو خوش کرنے کے لئے یہ تسلیم کرلیں کہ **قدخلت من قبله الرُّسُلُ** میں **خَلَتْ** بمعنی **مَاتَت** ہے تو پھر بھی یہ دلیل وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ **الرُّسُلُ** میں الف لام استغراقی نہیں اس وجہ سے کہ **قد خلت من قبله الرسل** میں **من قبله** یا **الرّسل** کی لغت نحوی ہوگی یا **الرّسل** سے حال ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی۔ اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال کی تقدیم اس وقت ہونی چاہئے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور **مانحن فیه** میں **الرّسل** معرفہ ہے۔ پس متعین ہوا کہ **من قبله، خلت** کے متعلق ظرف لغو ہے۔ اور قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے فوت ہوچکے ہیں اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے یعنی **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول ہیں ﷺ اور فقرے **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ **نعوذ باللّٰہ** رسول نہیں۔ **وَهَلْ هٰذَا اِلَّا تناقض فی القرآن وهو بدیهی البطلان**۔ پس ثابت ہوا کہ **من قبله** اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ **الرسل** میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ جنس کے لئے ہے جو لابشرط شی مرتبہ میں ملحوظ ہوتی ہے نہ بشرط لاشی کے مرتبہ میں۔ ۱۲ مرتب

آیت **وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ** ہے اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔

۱۰.....جناب[1] نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلّیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالبہ کلّیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے جو سالبہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی چاہئے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**ؕ کہ سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہئے۔ کیوں کیا موجبہ کلیہ سے تردید نہیں ہو سکتی؟ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا جان بوجھکر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

---

[1] افسوس کہ قادیانی مناظر نے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۲ کی عبارت کو نہیں سمجھا یا عمداً یہ خیالی باتیں کی ہیں کیونکہ اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۲ کا یہ مطلب ہے کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالبہ کلّیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام **الرُّسُلُ** میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس لابشرط شئی کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لاشئی کے مرتبہ میں اور **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوۃ موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلّیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور آیت **وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ** کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع با الف واللام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔ ۱۲ مرتب

۱۱...... آپ[۱] کا یہ لکھنا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر **اَفَاِنْ مَّاتَ** پر تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ آپ ﷺ کو فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کیا وہ سمجھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں کی تردید مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس لئے زیادہ تر نظر **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** پر ہی تھی۔

۱۲...... آپ[۲] فرماتے ہیں **وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ...... (الایۃ) قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو گئے۔ مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے۔ اور وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں قادیانی مناظر کو ہدایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے **اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ** کہہ کر ان کا اضطراب رفع کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ **اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ** (مواہب لدنیہ)۔ ۱۲ مرتب

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل یعنی **وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ** (نحل) کا جواب دیا ہے اور پھر اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی قادیانی مناظر کی من گھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے۔ ان معبودات باطلہ میں داخل ہے جن کا اس آیت میں بیان ہے کیونکہ **وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** اور **لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا** اور **وهم يُخْلَقُوْنَ** یہ تمام صفات روح القدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسم موصول میں عموم ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالم خلق سے ہے نہ عالم امر سے عجیب بات ہے۔ کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالم خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم نے معبودات باطلہ کی معبودیت کو کئی رنگوں میں باطل کیا ہے۔ اول اس طرح کہ **لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا** یعنی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ **وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ** یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود مخلوق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر **فی وقتٍ من الاوقات** موت آنے والی اور معبود پر موت کا آنا ناممکن ہے۔ چہارم یہ کہ ان کو علم نہیں کہ کب زندہ کئے جائیں گے اور معبود **عالم الغیب والشهادة** ہے۔ ۱۲ مرتب

کے متعلق یہ تینوں صفات ثابت کردیں پھر اعتراض کریں۔ [1] باقی رہا یہ کہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے اس سے ان کا مرے ہوئے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کیونکہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا اور یہاں محل موت مراد لینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ غَیْرُ اَحْیَاءٍ اس کی تردید کررہا ہے اور اس کے معنی کوئی نہیں بنتے بالکل مہمل کلام ہوجاتی ہے کہ وہ مرنے والے ہیں۔ زندہ نہیں۔ باقی رہا اس کی تائید میں اِنَّکَ مَیِّتٌ پیش کرنا یہ صحیح نہیں۔ بے شک کسی حافظ سے پوچھ لیں کہ اس میں اِنَّکَ مَیِّتٌ غَیْرُ حَیٍّ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ غَیْرُ اَحْیَاءٍ نہیں ہے اور نیز آیت اَمْوَاتٌ، اَلَّذِیْنَ کی خبر ہے۔ اور اسم موصول [2] استغراق کے لئے ہوتا ہے اس لئے کوئی فرد اس سے باہر نہیں۔

۱۳...... پھر آپ فرماتے ہیں کہ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں تغلیب مریم کی وجہ سے کی گئی ہے حالانکہ یہاں تردید [3] صرف مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں یوں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس آیت میں معبودات باطلہ کی معبودیت باطل کرنا مقصود ہے اس لئے تاکید اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ فرمایا۔ اور اگر یہ قضیہ مطلقہ عامہ نہ ہو تو اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کرسکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن کریم پاک ہے۔ اور قادیانی مناظر لکھتا ہے کہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے مان بھی لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا۔ افسوس کہ قادیانی مناظر کو خود تو مطلقہ عامہ کے مفہوم اور مصداق کے درمیان فرق معلوم نہیں اور خلاف تہذیب اسلامی مناظر کے متعلق لکھتا ہے کہ اصطلاح تو لکھ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے واقفیت نہیں۔ ۱۲مرتب

[2] سبحان اللہ قادیانی مناظر کا کیا علم وفضل ہے کہ ایک مقام پر تو اس اسم موصول سے روح القدس کو خارج کررہے ہیں جو معبودات باطلہ سے ہے اور اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسم موصول (اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) استغراق کے لئے ہے کوئی اس سے فرد باہر نہیں۔ ۱۲مرتب

[3] قادیانی مناظر صاحب لکھتے ہیں حالانکہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں۔ قادیانی مناظر کے علم پر رونا آتا ہے۔ دیکھو اس آیت کا سیاق سباق یوں ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (جاری)

لیں۔ دوسرے [1] تغلیب جب مذکر و مؤنث اکٹھے ہوں تو مذکر کی طرف سے ہوتی ہے جیسے **اَلْقَمَرَانُ** سورج چاند کے لئے کہا جاتا ہے **شَمْسَانِ** نہیں کہا جاتا کیونکہ شمس عربی زبان میں مؤنث ہے اور **کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ** تو بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے تغلیب مؤنث کی مثال دی ہے۔ اور طعام کے متعلق تو سوال یہ ہے کہ **یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ** میں طعام مادی مراد ہے یا غیر ماڈی۔ ظاہر ہے کہ غیر مادی مراد ہے ورنہ وصال کا روزہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اور **کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** میں زیر بحث طعام ماڈی ہے غیر

(بقیہ) **اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ** (مائدہ) یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان آیات سے مقصود دو امر ہیں۔ اثبات توحید و ابطال الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اثبات توحید کے لئے فرمایا **مَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ**. اور ابطال الوہیت کے لئے فرمایا **مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی احتیاج الی الطعام ان کی الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ اس آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اس لئے ہے کہ عیسائیوں میں سے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام بھی الوہیت کے مرتبے تک پہنچ چکی ہیں جیسا کہ اسی سورۃ کے آخر میں ہے **ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ** (مائدہ) اس مضمون بالا سے صاف ظاہر ہے کہ **کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کی الوہیت کا ابطال مقصود ہے نہ صرف مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا۔ پس قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ یہاں تردید صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی مقصود ہے جہل مرکب کا ثمرہ ہے۔ ۱۲ مرتب

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ **سبحان اللہ** قادیانی مناظر نے کیا گل کھلایا ہے کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے (**کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے) اور میری مراد اس سے یہ ہے کہ **کَانَا** صیغہ ماضی کا حضرت مریم علیہا السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اس وقت طعام نہیں کھاتے۔ اور پھر میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں لکھا ہے (تغلیب ہے جیسے **کَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ** میں) اور اس سے مراد میری یہ ہے کہ مذکر و مؤنث اکٹھے ہوگئے جس میں تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کر مذکر کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ اور قادیانی مناظر ایسے الجہل المرکب ہیں کہ بات تو ہماری بیان کررہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تردید کررہے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] افسوس کہ قادیانی مناظر بے ربط اور بے اصل باتیں کئے جاتے ہیں کیونکہ **طعام من حیث هو هو مایطعم به** کو کہتے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ ماڈی ہو یا غیر مادی ہو جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے **لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ** (بخاری ص۲۶۳ جلد۱) دیکھو **یطعمنی** جس کا اصل ماخذ طعام ہے اور **کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ** میں زیر بحث احتیاج الی الطعام ہے ماڈی ہو یا غیر ماڈی کیونکہ مطلق احتیاج الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب

مادی نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں **وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا**۔ نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خداتعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴...... **اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ** کے متعلق جواشکال تھا اس کو پہلے پرچے میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی۔ جیسے **اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَالزَّکٰوۃَ**. اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب[1] تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالمحال کیوں دی تھی۔ اور **جَعَلَنِیْ**[3] **مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ** تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵...... **والسلام علیّ** وجہ بیان کریں کیوں ان دو خاص دنوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر **جعلنی مبارکا** میں وہ دن آچکے ہیں تو کیا **یوم اموت** وغیرہ نہیں آچکے ان کی وجہ ذکر بیان کرو۔

۱۶...... آیت[4] **وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ** جب یہ آپ کے نزدیک مقر طبعی پر دلالت

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے **حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً** کو پیش کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقرائی ظنی دلیل ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی۔ ہاں اس سے اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بیشک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ ۱۲مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے۔ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم یا حدیث سے ثابت کریں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ ۱۲مرتب

[3] یہ وہمی باتیں ہیں۔ ۱۲مرتب

[4] اس آیت کا کافی جواب گذر چکا ہے اور قادیانی مناظر کے یہ خیالات وتوہمات **یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ** اور **اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** کے خلاف ہیں۔ ۱۲مرتب

کرتی تھی۔تو مسیح علیہ السلام مقر طبعی کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلا گیا؟ اور **فِيهَا تَمُوتُونَ** بتا رہا ہے کہ یہاں میعاد کا ذکر ہے کہ موت تک زمین میں رہنا ہوگا۔معلوم نہیں آپ **اجعل**[1] کے جال میں کیوں پھنس گئے۔

۱۷...... اور آیت **بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ**[2] **بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ** میں بعد غیوبت اور موت دونوں کو شامل ہے۔ اب سوال ہے کہ آیا منفرداً یا مجتمعاً اگر مجرد غیوبت مراد ہے تو **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** کو مثال میں پیش کر کے آپ نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور نیز محض غیوبت مراد لینے کے لئے کوئی آیت میں قرینہ بتانا چاہئے۔ اور اگر مجتمعاً تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔

۱۸...... **مُعَمَّرٌ** سے مراد لمبی عمر پانے والا ہے نہ ہمیشہ کی عمر۔ کیونکہ **مُنَكَّسٌ فِي الْخَلْقِ** ہونے کے لئے یا **ارذل العمر** تک پہنچنے کے لئے دوامی زندگی کی شرط نہیں۔

۱۹...... یہ بھی[3] آپ نے خوب کہی کہ حدیث **لَوْ كَانَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ** چونکہ خلاف قرآن ہیں۔ اس لئے میں نہیں مانتا جب تک آپ اسے خلاف قرآن نہ ثابت کریں اس وقت تک آپ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ اس حدیث کو بڑے بڑے آئمہ نے لکھا ہے۔ مثلاً

---

[1] جب **جعل** تکوینی قادیانی مناظر کو سمجھ نہ آیا تو کہہ دیا کہ آپ **جعل** کے جال میں کہاں پھنس گئے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ **بعدی** میں مطلق غیوبت ہے اور غیوبت بالموت اور غیوبت بغیر الموت اس کے انواع ہیں۔ چونکہ **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** میں نکرہ حیز نفی میں ہے اس لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ آنحضرت ﷺ کی غیوبت بالموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کی غیوبت بغیر الموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نکرہ حیز نفی میں مفید استغراق ہے۔ اس سے تو مرزا صاحب کی نبوت بروزی وغیرہ وہمی باطل ہوگئی۔ اور **يَأْتِي مِنْ بَعْدِي** میں **بَعْدِي** اثبات میں واقع ہے۔ اور اثبات میں غیوبت کے ایک نوع کا تحقق کافی ہے یعنی غیوبت بالموت ہو یا غیوبت اس طرح پر ہو کہ ابن مریم آسمان پر اٹھانے کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائیں۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث **لَوْ كَانَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ حَيَّيْنِ**...... **الخ** آیت **وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** کے بالکل خلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور اگر **حيين علی الارض** مراد لی جائے تو یہی آیت و دیگر آیات واحادیث حیات قرینہ ہوں گی۔ ۱۲ مرتب

الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۲۴ میں امام عبدالوہاب شعرانی نے اور مدارج السالکین میں امام ابن قیم نے اور **تفسیر ابن کثیر** میں حافظ ابن کثیر نے۔ تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں اور آپ نے **عَلَی الْاَرْض** کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا درست ہے اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہر کرتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام حمل علی المجاز ہے اور اس کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں۔ اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰...... اور عمر والی حدیث کا بھی اس میں جواب آ گیا ہے۔[1]

اور نیز اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گذاریں گے اور باقی کہیں اور۔ حدیث میں تو مقدار رہائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔

۲۱...... معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ویسے کا ویسا[2] ہی قائم ہے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے ان کا مُردوں میں کیا کام۔

۲۲...... طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس میں مسیح علیہ السلام کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

---

[1] اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح قادیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے زعم میں مرزا صاحب نبی ہیں اس لئے مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابن ماجہ سے میں نے پیش کی ہے اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ راوی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا نزول بعینہ نہ کہ بمثلہ بیان فرماتے ہیں تو پھر اس کا کیسا جواب ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مرتب

بلکہ روح[1] کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے۔

پھر **رُوْحٌ مِّنْہُ** میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ارواح خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی؟ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں۔ اور آنحضرت[2] ﷺ کا بقول حضرت مسیح علیہ السلام یہ درجہ مانتے ہیں کہ: شعر

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن | واں مسیح ناصری شد از دمِ او بیشمار

اور ؎

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ | خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانٖ

اور **وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسْطِھَا** کو پیش کرنے سے تو شیعوں[3] کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے کیونکہ ڈیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔ تب مسیح علیہ السلام کو مل سکتے ہیں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں کیونکہ اس عبارت یعنی **عروج بروح عیسٰی**...... الخ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر بالروح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں اضافت نہ ہو کیونکہ بروح عیسیٰ میں اضافت بیانیہ ہے یعنی **عَرَجَ بِالرُّوْحِ اَلَّذِیْ ھُوَ عِیْسٰی**...... الخ۔ یہ قادیانی مناظر کا کمال ہے کہ لفظ تعبیر بالروح کو اضافت کے منافی سمجھتا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ سب تلمیعات ہیں ورنہ مرزا صاحب کے اس شعر پر غیرت نہیں آتی۔

منم مسیح زمان و کلیم خدا | منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث **وکیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اخرھا** میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ جناب من ہم ہر بات میں امامیہ کے مخالف نہیں بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔ ۱۲ مرتب **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِکَاتِبِہٖ وَلِمَنْ سَعٰی فِیْہِ**

چونکہ وقت ختم ہوگیا ہے اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں......والسلام

جلال الدین شمس۔مولوی فاضل

مناظر منجانب جماعت احمدیہ

چوہدری حاکم علی (صاحب) احمدی

پریذیڈنٹ

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہوچکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔**فافهم**

دستخط

جلال الدین شمس۔مولوی فاضل

قادیانی مناظر

دستخط

کرمداد والمیال

پریذیڈنٹ

----------☆☆☆☆☆ ----------

۱۹/۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پرچہ نمبر ۳

از مفتی غلام مرتضٰی صاحب اسلامی مناظر

سُبْحانَکَ لا عِلْمَ لَنا اِلّا ما عَلَّمْتَنا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم ط

فَاِنْ تَنازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ ط

اللہ کے اسم رافع کا معنی اعزاز دہندہ رفع روحانی اور رفع جسمانی دونوں کو لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے۔ اور **اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء** اور **ولو شئنا لرفعناه بها** اور **فی بیوت اذن الله ان ترفع** اور **انّ الله یرفع بهذا الکتاب اقواما ویضع بها اٰخرین** وغیرہ میں رفع جسمانی مراد نہ ہونا ہم کو مضر نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں بلحاظ سیاق وسباق وبلحاظ قواعد عربیہ مجوزہ مناظرہ رفع جسمانی مراد ہو جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا۔ اور میرے مناظر نے کوئی مثال **رفع الیه** یعنی **الی الله** کی نہیں پیش کی۔ اور **اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی** کا معنی **استواء مِنْ حیث الرحمانیّة** ہے اور آپ تحریف کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگائیں۔ اور **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ** کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو۔ اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے اور مرزا صاحب کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ **رفع الی الله** سے مراد آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے۔ اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے **بل** کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا **ان شاء الله** شکست کھائے گا۔ اور مرزا صاحب نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جناب قرآن کے

الفاظ میں بحث کریں دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ** میں صفت مبطلہ یعنی **اَمْوَاتٌ** اور صفت مثبتہ یعنی **اَحْیَآءٌ** دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ **الموصول مالا یتم جزء الابصلة وعائد** اور صنعت استخدام میں یہ ضروری [1] ہے کہ وہ مقتضاء حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک معنی مراد لینے کو وہاں قرائن متعذر [2] ثابت کریں۔ جیسا کہ

فسقی [3] الغضا والساکنیه وانهم　　شبوه بین جوانحی وضلوعی

پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ **شبوہ** آگ ہے۔ قرآن کریم نے **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ**......الآیۃ کے ساتھ یہود کا اعتقاد بیان کر دیا تو اب تورات استثنا، باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے مناظر صاحب نے [4] تسلیم

---

[1] کیونکہ صنعت استخدام تحسین کلام کے وجوہ سے ہے اور تحسین کلام کے وجوہ میں یہ ضروری ہے کہ قواعد فن معانی وقواعد فن بیان کے منافی نہ ہوں جیسا کہ تعریف فن بدیع سے ظاہر ہے **البدیع هو علم یعرف به وجوه تحسین الکلام بعد رعایة المطابقة وضوح الدلالة** (مطول) اور اگر **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو **وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** میں **بَلْ ابطالیه** اور قصر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا بموجب فن بدیع جائز نہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] اور **مَانَحْنُ فیه** میں یعنی **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** میں ہر چہار ضمائر منصوب متصل سے ایک معنی یعنی عیسیٰ علیہ السلام زندہ **بجسده العنصری** مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا نہیں بلکہ **بل ابطالیه** اور قصر قلب قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چہار ضمیروں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ **بجسده العنصری** ایک ہی بعینہٖ ہیں۔ ۱۲ مرتب

[3] دیکھو اس شعر میں صنعت استخدام ہے کیونکہ ضمیر مجرور جو **الساکنیه** میں ہے اور ضمیر منصوب جو **شبوه** میں ہے دونوں کا مرجع **الغضا** ہے اور ضمیر مجرور سے مراد **بقرینه الساکنی** مکان ہے اور ضمیر منصوب سے مراد بقرینہ **شبوه** آگ ہے۔ اور یہاں صنعت استخدام اختیار کرنا قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی قواعد بیان کے۔ اور نیز یہاں قرائن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[4] کیونکہ بلحاظ آیت **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ ان کنتم لا تعلمون** بھی تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو یہود کا وہ اعتقاد جس کی **وَمَا قَتَلُوْهُ**......الآیۃ تردید ہے قرآن کریم سے معلوم نہ ہوتا جیسا کہ **اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** سے روشن ہے۔ اور قرآن کریم نے اپنے اس فقرے **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ** کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے روگردانی کر کے تورات کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔ ۱۲ مرتب

کرلیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے مطابق کوئی جواب نہیں بلکہ توریت میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی جرم میں مصلوب ہوا اور **ولم یمسسنی بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا**[1] کی خصوصیت کے لحاظ سے **حَکِیْمًا** کے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی وجہ سے دوسرے پرچے میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں جن کی تردید میرے پرچہ اول میں موجود ہے۔ مثلاً لفظ نزول **اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ** وغیرہ میں بقرینہ **الحدید** وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث: **فینزل عند المنارة**[2] **البیضاء شرقی دمشق بین مھزودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین** کے معنی (**استغفراللہ**) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (**نعوذباللہ**) آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب میں تین چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلۂ آفتاب ہیں اور شیخین اور مسیح موعود بمنزلۂ چاند کے ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت و مجاز جمع ہو سکتے ہیں بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہو سکتے ہیں۔ کنایہ اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور مولوی نورالدین صاحب کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ[3] **الاعتبار لعموم اللفظ لا**

---

[1] اور حالانکہ نہ مجھے کسی نے نکاح کر کے چھوا ہے اور نہ میں بدکار رہوں۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے۔ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ ۱۲ مرتب

[3] یعنی لفظ کا عموم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی۔ ۱۲ مرتب

لخصوص المورد اور قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امام مالک وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی کمزوری ہے کیونکہ میں تو مِنْ حَیْثُ اَنَا مُسْلِمٌ مناظر ہوں۔ پس بس۔ اور آنحضرت ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح حدیث کے سمجھیں گے اور قرآن اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے:[1] یَآاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ......الی...... وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کر کے اخیر میں صفت وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ الخ کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر عنداللہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں **لاشریک لہٗ** ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں **لاشریک لہٗ** ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا

---

[1] یہ آیت تمام اس طرح ہے (یَآاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (البقرہ) یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔ ۱۲ مرتب

ہوگیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کی آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے۔ دیکھو **سُبْحَانَ** [1] **الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** اور دیکھو **فَاَوْحٰی** [2] **اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی**. اور دیکھو [3] **تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ**۔ اور ملاحظہ ہو اضافتِ عبد طرف اللہ کی اسی وجہ سے **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** [4] ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین ہیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے۔ اور اسی کمالِ عبودیت کے مناسب کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ

---

1 کیا کمال اعزاز کا مقام ہے۔ کیونکہ ملک الموت ایک اپنے مقرب فرشتے جبریل کو براق دے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہے اور وہ حسب ارشاد الٰہی دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر آیات الٰہیہ کا معائنہ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ اعزاز کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آگیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرایا اپنے بندے کو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا ورنہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔ ۱۲ مرتب

2 یہ آیت ماقبل کے ساتھ یوں ہے **دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی**. یہ کیسا اعلیٰ اعزاز و اکرام کا مقام ہے۔ اور اس کا بیان ہے کہ **دَنَا** یعنی آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کے مظہر اتم ہوئے۔ **فَتَدَلّٰی** پس آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔ **فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ** پس اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان مقدار دو کمانوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کمانیں پیدا ہو گئیں۔ ایک کمان وجوب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اتنا فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنحضرت ﷺ ممکن الوجود۔ **اَوْ اَدْنٰی** یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ میں عبودیت نہیں رہی بلکہ الوہیت آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی** اور **عبدہ** کے ساتھ شہادت دی کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ ۱۲ مرتب

3 یہ آیت تمام اس طرح ہے **تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا** الآیۃ۔ برکت والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی اس لئے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے۔ یہ بھی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔ ۱۲ مرتب

4 حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کیا **وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ**. اے خدا یا لوگوں میں میرا ذکر خیر چلادے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کمال عبودیت کا یہ ثمر ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو رفیع الذکر کر کے فرماتا ہے **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** اے محمد ﷺ کیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا۔ وہ خلیلی رنگ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔ ۱۲ مرتب

رہے جو عبودیت کے مناسب ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیات زمین پر بسر کی۔ اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے ع ملک افلاک[1] پر قربان...... الخ

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے **وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ** وغیرہ۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے بلحاظ قواعدِ نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقتِ دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ**...... الآیۃ[2] کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے۔ اور یہی حال **لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا**...... الآیۃ کا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی۔ اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب ممدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابعی کا نام اور ذکر کیوں کرتے ہیں اور حضرت

---

[1] لکھنو کے ایک پنڈت کو آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدی ﷺ نصیب ہوا۔ اور وہ پنڈت صاحب نہایت فصیح شاعر تھے۔ انہوں نے یہ اشعار بصورت مخمس فرمائے ع

ملک افلاک پر قرباں زمیں پر نازنیں صدقے — جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے — میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے

نیاز و انکساری پہ الٰہ العالمیں صدقے

[2] آیت اس طرح ہے۔ **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ (قرآن اور رسول وحدیث) کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ امر متنازعہ فیہا اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق اس تنازع و اختلاف کو رفع کر دو ورنہ تم مومن نہ ہوگے۔ اور قادیانی مناظر نے نہ اس قرآنی فیصلہ کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اپنے شرائط مجوزہ کا پاس خاطر کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں دیکھیے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وان[1] الله رفعه بجسده وانه حیّ الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکًا ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱، ص ۲۶)

اور **الی یوم القیامة** کا مطلب حسب قواعد عربیّت یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جائیں گے۔ اور آیت **اَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ** سے مراد طول زمان ہے اور نہ یہ آیت اس آیت کے متعارض ہوگی **ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه**۔ کیونکہ مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے (چشمہ معرفت[2]) **سبحان الله** جن باتوں کا جواب مکمل طور پر چہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی ہوئی پیش کی جاتی ہے اور واہ واہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں، اور براہین احمدیہ کی عبارت پیش کرنا خلاف شرائط نہیں، کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں، ''معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متوّلی خدا ہے''۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدۂ خداوندی ہیں اور آپ مرزا صاحب کا کوئی قول مجھ پر حجت نہیں قائم کر سکتے۔ اور **قولِ[3] وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے

---

[1] ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو **بجسده العنصری** اٹھالیا ہے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پس بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] اس کتاب چشمۂ معرفت میں مرزا صاحب لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے (چشمہ معرفت ص ۳۱۷)۔ ۱۲ مرتب

[3] یعنی پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف کرو۔ ۱۲ مرتب

مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بمراحل جارہے ہیں۔ اور انہوں نے میرے پرچہ نمبر ا کا کوئی جواب نہیں دیا آخر گھبرا کر تورات محرف کتاب کو اپنا ملجا قرار دیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اور آیت حتی اِذَاجَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَةٌ ھُوَ قَائِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (مومنون)[1] میں ظالمین کا ذکر ہے۔ اور نیز اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر موت آجائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو یہ آیت شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کَلَّا کو ابن مریم علیہما السلام کے لئے کِلَّا کہا اور چونکہ ابن مریم علیہما السلام کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم علیہما السلام اس کے مصداق ہیں اس لئے مطابق جَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِثْلُھَا۔ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہے۔ اور یہ کَلَّا ان کے لئے کِلَّا ہے۔

دستخط : مفتی غلام مرتضٰی

اسلامی مناظر

دستخط : مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

از کھوہ ضلع ملتان

-----------☆☆☆☆ ☆ -----------

[1] یعنی جس وقت تمہارے ایک پر موت آجائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لوٹا تا کہ میں اعمال صالحہ بجالاؤں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے قیامت کے دن تک۔ ۱۲ مرتب

۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء　　　　　　　　　　　　　　　　پرچہ نمبر ۴

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ......الآیۃ

۱...... مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔ حالانکہ میں نے شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف [1] کر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اول کا قول اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بھی اس کی یوں تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہم پر حجت نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں تب سے ہی وہ اپنے زعم میں نبی ہیں۔ اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرکے یہ لکھا ہے "میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے" الخ۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزاماً پیش نہیں کی بلکہ مرزا کی کاری گری جتلائی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر ۲ کے مطابق ہے اور کمال تو قادیانی مناظر نے کیا ہے کہ شرط نمبر ۱ کا یہ مقتضا تھا کہ زمرۂ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کی جائے لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ دلائل میں حضرت امام حسن ﷺ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر کے خلیفہ مولوی نور الدین صاحب کی باتیں سننی نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۱ میں لکھا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے بلکہ اس حیثیت سے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲.....آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رَافع رفع جسمانی اور روحانی دونوں[1] کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رفع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو جس میں اِلیٰ بھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت والوں کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام رافع کے معنی چاہے صلہ اِلیٰ ہو یا نہ ہو اس کے معنی رفع جسمانی کے نہیں ہوتے۔ اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ اِلَیہِ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں کہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہیں۔ اس سے روح کا علّیین[2] میں لے جانا ہی مراد ہے۔

پس حضرت مسیح موعود کا قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور اِلیٰ تو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً اِنِّی[3] **مُهَاجِرٌ اِلیٰ رَبِّی** اور **فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ** اور **اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ** اور **اَتُوْبُ اِلَیْهِ** وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں پس اِلٰی کا

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں پھر دوبارہ قادیانی مناظر کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور رفع روحانی دونوں کو شامل ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رفع جسمانی یا رفع روحانی کرے تو اس رفع کو اعزاز لازم ہے جو معنی کنائی ہوں گے اور لازم وملزوم دونوں معاً مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ فن بیان میں مصرح ہے۔ اور **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْهِ** میں رفع جسمانی واعزاز دونوں معاً مراد ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] واہ رے قادیانی مناظر صاحب! آپ کے فہم وادراک پر افسوس۔ مرزا صاحب نے فقط **علیین** کا لفظ ہی نہیں کہا بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے، اور پھر قادیانی مناظر **علیین** اور آسمان میں غیریت سمجھی ہے حالانکہ حدیث میں **بروایت براء ابن عازب** ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا روح فرشتے لے کر آسمانوں سے گذرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اکتبوا کتاب عبدی فی علیین** اور **علیین** ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔ (مشکوٰۃ ص۱۴۲)۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جس میں **رفع الی اللّٰہ یا عروج اِلیٰ اللّٰہ یا صعود الی اللّٰہ** ہو اور مراد **اِلیٰ غیر السّماء** ہو۔ ۱۲ مرتب

لفظ ثابت نہیں کرتا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ میں نے بتایا ہے کہ مسیح کو ساتویں آسمان تک جانا چاہئے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں۔ اور آپ مانتے ہیں کہ استوا صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟[1]

۳...... آپ نے بَلْ کے متعلق لکھا ہے اور میں[2] نے جو معنی کئے ہیں وہ بَلْ اضرابیہ کے لے کر کئے ہیں۔ کیونکہ[3] ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے ''استثناء کتاب'' کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنی تائید میں آیت ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ پیش کی ہے اور اس کو اتنا پتہ نہیں کہ یہ آیت میری تردید کررہی ہے کیونکہ اِلٰی کا مدخول اللیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہوجائے تو رات ہوتے ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب تمام رات گذر جائے تو رات کے اخیر جزو میں افطار کرو۔ اور ویسا ہی آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے جب اِلَى السَّمَاءِ مراد ہے اور مدخول اِلٰی کا السَّمَاءِ ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رفع الی السماء ہو یہ ضروری نہیں کہ ساتویں آسمان پر رفع ہو۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر ہی کیوں نہ لے جایا گیا) داد دینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب تجلیات رحمانیہ کا ظہور اسی میں محصور ہے کہ مسیح کو دوسرے آسمان سے اوپر لے جایا گیا ہو۔ ۱۲ مرتب

[2] اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کے نزدیک بَلْ ابطالیہ اور ہے اور بَلْ اضرابیہ اور ہے حالانکہ درحقیقت ابطال اضراب کی ایک نوع ہے۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے پرچہ نمبر ۵ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ تورات کا ہم نے مطالعہ کیا ہوا ہے لیکن قرآن کریم کی آیت **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون** میں فقرہ **ان كنتم لا تعلمون** تورات کی طرف اس **ما نحن فيه** میں رجوع کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہود کا وہ عقیدہ جس کی **وما قتلوه**...... الآیۃ تردید ہے قرآن کریم نے اپنے اس فقرے **وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى**...... الآیۃ کے ساتھ صاف طور پر بیان کردیا ہے اور نیز قرآن کریم میں ہے **انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الارض فساداً ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذالک لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الأخرة عذاب عظيم** (مائدۃ) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان کی جزا جو خدا اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے یہ ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ دیکھو کہ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (جاری)

جائے گا اور صلیب پر جو لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ اور آیت [1] فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ پر ہی غور کر لیتے۔ علماء اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک آیت اس میں سے محرف ومبدل [2] نہیں اور قرآن مجید سے بھی ان کا یہی مقصد ظاہر ہے۔ یعنی وہ آپ کو جھوٹا قرار دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور خدا نے بَلْ کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور بَلْ [3] ترقی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسلم الثبوت)

(بقیہ) لعنتی ہونے کا باعث جرم وعصیان ہے نہ صلیب پر لٹکا کر مارا جانا اور نیز تورات محرف منسوخ شدہ میں مطلقاً قتل بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو جیسا کہ سیاق وسباق عبارت سے ظاہر ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳) اور یہود کا رسول اللہ کہنا بطور استہزاء وافتخار ہے اور نبوت وقتل میں منافات نہیں جیسا کہ افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے ظاہر ہے کیونکہ اس آیت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت یا قتل سے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ فوت شدہ یا مقتول نبی نہیں تھا ۱۲ مرتب

[1] قادیانی مناظر نے یہاں فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا اخیری فقرہ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بوجہ مضر ہونے کے قصداً ذکر نہیں کیا۔ اس معاملہ میں قادیانی مناظر کی بعینہٖ وہی مثال ہے جو کسی نے ایک بے نماز کو کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو اس بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کا یہ فقرہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تو نے نہیں پڑھا تو اس شخص نے کہا کہ آگے بھی پڑھو وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى تو بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ پر بھی عمل ہو تو غنیمت ہے۔

[2] تورات کی ہر ایک آیت کے محرف ومبدل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت ما انت فیہ غیر محرف وغیر مبدل ہے۔

[3] قادیانی مناظر کو درمیان اس بَلْ کے جو ابطال کے لئے ہے اور اس بل کے جو ترقی کے لئے ہے تمیز نہیں۔ میں آپ کو فرق بتاتا ہوں۔ بَلْ اضراب کیلئے آتا ہے اور اس سے مراد کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے اور اس بل کو ابطالیہ کہتے ہیں۔ جیسا اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ اور مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے اور اس کو بَلْ ترقی کہتے ہیں جیسے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (مغنی)

خاص قابل توجہ

قادیانی مناظر نے روئداد مناظرہ مطبوعہ بار اول کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھتے ہیں مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بَلْ ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ کے صریح خلاف ہے (کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے)

قادیانی مناظر کا یہ نرا الاجہل مرکب ہے

کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا یعنی ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا جس سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں شعور منفی کو بَل باطل کر رہا ہے جیسا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں قتل منفی کو بل باطل کر رہا ہے۔ (جاری)

اوراس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں۔

اورآپ نے پہلے پرچہ میں جو''احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو'' لکھا ہے۔ اس جگہ ملزوم نہیں ہے، کیونکہ قتل بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی بغیر قتل کے بھی۔ خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے اس میں نہ صرف یہ کہ لازم ہونا نہیں بلکہ ضدیت موجود ہے۔

پس آپ[1] ایک ہی مثال پیش کریں کہ خدا تعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس

(بقیہ) اور اس آیت میں اِدْرٰکَ یعنی جہالت کو بل ثابت کر رہا ہے اور شعور و جہالت دونوں ضدین ہیں جیسا کہ قتل المسیح اور رفع المسیح بجسده العنصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ وَمَا یَشْعُرُوْنَ بلاشعور آپ سے ہماری تائید کرائی۔ ۱۲مرتب

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے (اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ مطلق قتل کو رفع روحانی لازم ہے بلکہ قتل المقرب الالٰہی کو لازم ہے اور مانحن فیہ میں بھی قتل المسیح کا ذکر ہے جو مقربین سے ہے۔ یہ قادیانی مناظر کی عدم لیاقت کے نتائج ہیں یا اس کی گھبراہٹ کے ثمرات ہیں۔ ۱۲مرتب

[2] قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل ورافع ہو اور انسان ذی روح مفعول ومرفوع ہو اور مراد رفع الی السماء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں مبلغ پچاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ثُمَّ رُفِعتُ اِلٰی سدرة المنتهٰی. اس فقرہ میں رُفِعتُ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خُلِقتُ میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہوسکتا ویسا ہی رفع الیٰ سدرة المنتهٰی ایسا فعل ہے جس کا فاعل بغیر خدا تعالیٰ کے نہیں ہوسکتا۔ اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مراد آسمان پر لے جانا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض الفضلاء نے فرمایا کہ پچاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی روئداد مناظرہ مطبوعہ باراول کے ساتھ ایک ضمیمہ چھپاں کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے ''مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح، پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہو۔ (جاری)

کے معنی آسمان پر لیجانا ہوں، لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کرسکیں گے۔ اور آیت [1] بَلْ اَحْیَاءٌ میں بَلْ ھُمْ اَحْیَاءٌ ہے۔ میں نے یہی [2] پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مقتول نہ کہنے سے انکار کیا گیا ہے آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور، اور اگر اور ہے تو ھُمْ کی ضمیر کا مرجع اور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں صنعتِ استخدام میں قرینہ ہونا ضروری ہے تو اس میں قرینہ [3] یہ ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر بجسم عنصری جانے کے عربی زبان کے رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور میں نے [4] کہا تھا کہ نزول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنی ہوں۔

(بقیہ) اور رُفِعْتُ الی ربی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں دوسرا معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے"۔ اس کے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں (۱) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ ثم رُفِعْتُ الی سدرۃ المنتھی پیش کیا ہے جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہیں۔ (۲) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے فقرہ رُفِعْتُ الی سدرۃ المنتھی پیش کیا ہے۔ نہ رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّی جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے (۳) یہ کہ رُفِعْتُ اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اس فقرے ثم رفعتُ الیٰ سدرۃ المنتھی کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہو یا عالم رؤیا میں ہو دونوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے نہ غیر۔ ۱۲ مرتب

[1] یہ آیت تمام اس طرح ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ) اور اسی میں بَلْ اَحْیَاءٌ ہے نہ کہ بَلْ ھُمْ۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مقتول کو اموات کہنے سے نہی کی گئی ہے اسی جسم مقتول کے لئے احیاء ثابت کیا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

[3] وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں صنعت استخدام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب اس بات پر قطعی قرینے ہیں کہ یہاں صنعت استخدام نہیں۔ ۱۲ مرتب

[4] اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے نہ ہم پر۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فقرے یدفن معی فی قبری میں چونکہ قبر کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے متعذر ہیں اس لئے اس قدر مجاز اختیار کی جائے گی کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیان یہ مجاز اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد لیا جائے۔ ۱۲ مرتب

حدیث کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں [1]۔ ورنہ معنی کچھ نہیں اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے۔ اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی کی ہے اُس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا، لیکن حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دفن ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے اور آپ کا اپنی خواب کو

---

[1] مواہب لدنیہ میں ہے ثم قالوا این تدفنونه فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ سمعت رسول الله ﷺ يقول ما هلك نبیّ قطّ الا يدفن حيث تقبض روحه وقال عليٌّ وانا ايضاً سمعتهٗ (مواہب لدنیہ ص ۵۰۰ جلد ۲) یعنی آنحضرت ﷺ کے فوت ہونے کے بعد صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوا مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کا روح قبض کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ دیکھو کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب نہیں پیش کی جاتی۔ اور قادیانی مناظر نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بطور تحکم ایک دعویٰ بلا دلیل پیش کر دیا ہے نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا اور نہ ہی قول صحابہ کا۔ اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور جس پر تمام صحابہ رضوان الله عليهم اجمعين کا آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بالاتفاق اجماع ہوا کہ سچے نبی کا یہ نشان ہے کہ وہ جہاں مرے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں رہ کر نبی بن گیا ہوں فوت تو ہیضہ سے ہوئے لاہور میں اور مدفون ہوئے قادیان میں۔ کیا یہ واقعہ مرزا جی کے جھوٹا نبی ہونے پر کافی ثبوت نہیں؟ اور بعد مرنے کے مرزا جی کی لاش کو لاہور سے لا کر قادیان لانے کے لئے سوائے ریل کی کمتر درجہ کی گدھے گاڑی کے اور کوئی سواری نہ مل سکی حالانکہ اپنی تصنیفات میں مرزا جی ریل کو دجال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص ساری عمر دجال کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو دجال ہی کے گدھے پر سوار ہونا نصیب ہوا ہو۔ کیا ایسا شخص بقول مرزا صاحب سچا مسیح ہو سکتا ہے یا پورا پورا دجال؟ مرزائی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے اس بات کو آپ خود ہی سوچیں اور اپنے ضمیر سے جواب لیں فتفكروا في انفسكم افلا تعقلون؟ ۱۲ مرتب

پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لئے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ﷺ ہی مراد ہیں۔ اور خلیفہ اول نے جب خود ہر جگہ کی تفسیر کر دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لیجانا تو بری بات نہیں اچھی ہے تو وہ ان کی عبودیت[2] کے نتیجہ میں ہی تو ہے۔ اور آیت **اِنَّ مِنۡکُمۡ لَمَنۡ لَّیُبَطِّئَنَّ** اور **لَیَقُوۡلَنَّ** کے معنی استقبال کے لے کر کچھ بھی نہیں بنتے۔ اور آیت **لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا** کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لئے جائیں صحیح نہیں۔ قرآن[3] مجید نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔ اور حضرت[4] ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ

---

[1] فقرہ (ہر جگہ) کے متعلق اسلامی مناظر نے تفسیر نہیں کی بلکہ اتنا کہا ہے **الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد**. ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ افضلیت کا سبب کمال عبودیت ہے، نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ ۱۲ مرتب

[3] اس عبارت میں قادیانی مناظر نے تسلیم کرلیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں جس کو میں اپنی تائید میں پیش کرسکوں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ لغت عرب کو قواعد عربیت کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور **لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا** میں بھی استمرار استقبالی ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] قادیانی مناظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ سے تجاوز کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر **مُمِیۡتُکَ** پیش کرنے میں شرط نمبر ۳ سے تجاوز کیا ہے لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو **مُتَوَفِّیۡکَ** کی تفسیر **مُمِیۡتُکَ** کی ہے اس سے قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس تفسیر کو اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت **یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ**...... **الایۃ** مانند آیت **وَمَا قَتَلُوۡهُ یَقِیۡنًۢا بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ** اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کی توضیح یہ ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے **اِذۡ قَالَ اللّٰهُ** (جاری)

میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بہت سی روایات منسوب کی گئی ہیں۔ اور ان سے اعلیٰ

(بقیہ) **یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ و مطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ** (آل عمران) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ اور اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ **توفی** یعنی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہٖ ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ جو ضمیر متکلم کے اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف و تاخیر ربط اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ زندہ بعینہٖ کے ساتھ ہو جائیں گے اور صیغہ اسم فاعل استقبال کے لئے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو **وانا لجاعلون ما علیھا صعیداً جرزاً** (کہف) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت **یا عیسیٰ انی متوفیک** ...... الایۃ کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے (براہین احمدیہ ۵۱۹) اب اگر ہم **متوفیک** سے حسب تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ **ممیتک** مراد لیں تو ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہٖ ہونے کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو **واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئاً و جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ** (نحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واؤ عاطفہ ہے اور مضمون اخراج **من بطون الامھات** ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون **جعل السمع والابصار والافئدۃ** ذکر میں مؤخر لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے۔ اور دیکھو **ادخلوا الباب سجداً وقولوا حطۃ** (سورۃ بقرہ) **وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجداً** (اعراف و سورۃ بقرہ) کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول **حطۃ** ذکر میں مؤخر ہے اور سورۂ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں واؤ عاطفہ ہے۔ اگر واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ **وھو کما تری**۔ اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں بر تقدیر تفسیر **ممیتک** تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ اگر **متوفیک** کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور **رافعک الیّ** سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرب الٰہی ہیں اور بعد الموت ہر ایک مقرب الٰہی کی رفع روحانی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں **ورافعک الیّ** ...... الایۃ کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ ۱۲ مرتب

طرق کی پکی اور سچی روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں۔ اور بخاری میں انہوں نے **مُتَوَفِّیکَ** کے معنی **مُمِیتُکَ** کئے ہیں اور [1] عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے اور [2] حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ میرے [3] پرچہ میں ابن مریم کے لئے **کِلّا** کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض الزام ہے جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ کے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات [4] آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے بوجہ تنگی وقت مرزا صاحب کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب تفصیلاً نقل کیجاتی ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ''**ھو الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ** یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا'' قادیانی مناظر کے اس فقرہ ''اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے'' کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے حضرت ابو ہریرہؓ سے جو مراد ہے، کیوں اب بیان نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر **کِلّا** کو ابن مریم کے لئے **کِلّا** کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ ''قادیانی مناظر نے **کِلّا** لکھا ہے'' بلکہ یہ لکھا ہے کہ ''قادیانی مناظر نے **کِلّا** کہا ہے''۔ ۱۲ مرتب

[4] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی اور وہمی باتیں ہیں جو شرط اور شرط ۲ کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ یہ باتیں نہ قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور نہ قواعد عربیت سے بلکہ عقل ونقل ان کی تردید کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم نمبروار ان کی منہاج نبوت پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱...... کیا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر مقرر ملائکہ میں مع جسم عنصری زندہ قرار دینا کمال صفائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟

۲...... وہ آسمان پر اٹھائے جانے سے آنحضرت ﷺ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ٹھہرتے ہیں، کیونکہ اُنکی زیادہ حفاظت کی گئی۔

۳...... ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا کام اعلیٰ ہو اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔

۴...... اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا تھا؟

۵...... خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر

۱...... فضیلت کا سبب بروئے قرآن وحدیث کمال عبودیت ہے نہ مقرر ملائکہ میں ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے قوت بہیمیہ نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ** تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں جیسا کہ عنین کی یہ تعریف نہیں کیجاتی کہ وہ زنا نہیں کرتا کیونکہ عنین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور جیسا مفلوج کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ مفلوج میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں اس لئے جو انسان قوت بہیمیہ کی خواہشات کو ترک کرکے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے اور عبودیت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے باوجود انسان ہونے کے تمام انسانوں سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے اس لئے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲...... محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ میں محبوبیت مطلقہ ہے جیسا کہ **فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** سے ظاہر ہے اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راستہ میں دکھ دیئے جاتے اور ستائے جاتے ہیں تاکہ صفت صبر کا بھی ظہور ہو۔ ۱۲ مرتب

۳...... یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس وروم وغیرہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مشرف باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ خلفاء کی روحانیت وقدوسیت زیادہ ہے۔ تو ایسے قائل کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ڈالی ہوئی کی تعمیر ہے اس لئے وہ بعینہ نبوی کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ ویسا ہی پیشگوئی آیت **لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ** والی آخری خلیفہ نبوی یعنی مسیح ابن مریم کے زمانہ میں متحقق ہوگی۔ کیونکہ مسیح ابن مریم آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر اور خلیفہ نبوی ہو کر تاسیس نبوی ﷺ کی تعمیر کریں گے۔ اس وجہ سے یہ تعمیر بعینہ تعمیر نبوی ہوگی۔ ۱۲ مرتب

۴...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے **لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ** (الانبیاء) اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ۱۲ مرتب

کیوں نہیں لے گیا۔ کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

۶......کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔

۷...... مسیح علیہ السلام کی شبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود سے صرف پیچھا چھوڑانا مقصود تھا؟

۸......اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹......اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مروانے میں کیا حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔

پھر اس میں بھی سنیے! کہ وہ کون تھا:

(۱)...... حواری تھا، (۲)......منافق، (۳)......طیطاؤس، (۴)......یہودیوں کا چوکیدار تھا، (۵)......کوئی شخص تھا، (۶)......ایک پر شبیہ ڈالی گئی، (۷)......جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟

۵......اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ.** ۱۲مرتب

۶......جیسا کہ ملاقات موتیٰ موجب موت نہیں ویسا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے تو قادیانی جماعت متنفر ہے اور ہم اسلامی جماعت کو تو اس نبی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے۔ جس کی حیات کی قرآن کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔ ۱۲مرتب

۷......مسیح ابن مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لئے آئے ان کو سزا دی جائے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ** (آل عمران) یعنی یہود نے۔ (عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کراکے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ۱۲مرتب

۸......قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصلوب ہوا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔ ۱۲مرتب

اگر یہ واقعہ ہوا تھا تو اس میں زمین وآسمان کے فرق پائے جانے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰...... کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی کہ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱...... کوئی پیارے کی شکل کی ہتک نہیں کرتا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ دیں تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل کو دوسرے کو دیکر کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲...... جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا۔ اور اس کی بجائے ایک اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انہوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ تو یہود عنداللہ مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مسلمات سے یہی بات تھی کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۳...... ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندر اور سؤر کی شکل دینی چاہئے تھی۔ نہ کہ اپنے پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا جیسے **وَمِنۡهُمۡ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ** سے ظاہر ہے۔

۹...... اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت وتدبیر محکم تھی کہ جو لوگ ایک مقرب الٰہی کو بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کرا دیا۔ ۱۲مرتب

۱۰...... خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت نہ تھی بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک مقرب الٰہی کے قتل کا ارادہ کیا سزا دینی مقصود تھی۔ ۱۲مرتب

۱۱...... اس شبہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود نہ تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر محکم کے ساتھ سزا دی جائے **وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمَاكِرِيۡنَ**۔ ۱۲مرتب

۱۲...... یہ عجیب وہم ہے۔ کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کے جو مقرب الٰہی ہے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور شبیہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔ ۱۲مرتب

۱۴...... جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ نہیں کہنا چاہئے بلکہ رَسُوْلًا اِلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے۔

۱۵...... نیز آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے اور نیز آیت کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بھی خلاف ہے۔

۱۶...... مسیح میں وہ کونسی خاص صفت ایسی تھی۔ جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ما بہ الامتیاز کونسی صفت ہے اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہو سکتی۔

۱۳...... وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور قدرتیں غیر متناہی وغیر محدود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقع پر حکمت اور تجلی قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقعہ پر بھی حکمت اور تجلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہ ۱۲ مرتب

۱۴۔ مسیح ابن مریم کی عمر کتنی بھی ہو وہ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کے منافی نہیں۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (بلکہ رَسُوْلًا اِلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ کہنا چاہئے تھا) عجیب جہالت ہے۔ کیونکہ اہل سماء یعنی فرشتے مکلف ہی نہیں جیسا کہ اس آیت میں وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ہ یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں کمال بالفعل نہیں اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے کیونکہ ظلوم وہ ہے جس میں عدل بالفعل نہ ہو اور عدل کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو۔ اور جہول وہ ہے جس میں علم بالفعل نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو یعنی انسان اس لئے مکلف ہے کہ اس میں قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں۔ اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت بہیمیہ ہے قوت ملکیہ نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت ملکیہ ہے بہیمیہ نہیں اس لئے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلف ہیں ویسا ہی فرشتے بھی غیر مکلف ہیں۔ اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی طرف۔ پس ثابت ہوا کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۵...... مسیح ابن مریم کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ رفع الی السماء کامل القدرۃ والے کے سوائے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور نیز یہ رفع کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے، اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ اخیر زمانہ میں خدا تعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا۔ اور وہ مسیح آنحضرت ﷺ کا آخری خلیفہ ہو کر تجدید اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اہل الملۃ الیھودیۃ مشرف با اسلام ہوں گے۔ یہ کیسا اعلیٰ غلبہ ہے؟ ۱۲ مرتب

اگر اچھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم رہے ہم تو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ
وَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّداً کَرِدَافَۃٍ وَبِہٖ الْوُصُوْلُ بِسُدَّ السُّلْطَانِ

......اور ع

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ایں چشمہء رواں کہ بخلق خدا دہم یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمد ﷺ است

اور تَمَّتْ عَلَیْهِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۷...... مسیح علیہ السلام کے دو ہزار سال میں ان کے قویٰ میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو

۱۶...... مسیح ابن مریم میں نفخ جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے جس کی وجہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ جزوی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہو سکتی بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں **لاشریک لہٗ** ہے ویسا ہی آنحضرت ﷺ کمال عبودیت میں **لاشریک لہٗ** ہیں، اور قادیانی مناظر نے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق چند اشعار درج کیے ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار نہ مرزا صاحب نے دلی اعتقاد و اخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے۔ بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں ورنہ مرزا صاحب یہ اشعار کیوں کہتے ہیں ع

کربلا نیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم
آدم نیز احمد مختار در برم جامہ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی جام داد آں جام را مرا بتمام
آنچہ من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں ست ایمانم
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

(درثمین)

......اور نیز ع

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص ۳) ...... (جاری)

دو ہزار برس میں جوان کی حالت ہوگئی ہوگی اس کا اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر نہیں تو کیوں؟

۱۸......مسیح کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا تاکہ اُن سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جبکہ فرمایا **وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ.**

۱۹......اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت **وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا** کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہوگا بلکہ **اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ** کے الفاظ پر غور کریں۔

۲۰......اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لئے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی وی میلیشن کا پایا جانا ضروری ہے مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱......اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہاں کی طرف رسول ہو کر آئیں گے۔ تو یہ

(بقیہ) اور اسلامی جماعت کا باخلاص یہ ایمان ہے ؎

فاق النبیین فی خَلقٍ وفی خُلقٍ ... ولم یدانوہ فی علم ولاکرم

وکلھم من رسول اللہ ملتمس ... غرفا من البحر اورشفا من الدیم

وکل آی اتی الرسل الکرام بھا ... فانما اتصلت من نورہ بھم

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا ... یظھر انوارھا للناس فی الظلم

(۱۲ مرتب)

۱۷۔ مسیح ابن مریم کے دو ہزار سال میں ان کے قویٰ کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں در حقیقت یہ استعجاب **اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** پر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے **لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ** اور ما موصولہ غالباً غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کر دیا ہے کہ **اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ** ہر چہار واقعات کے متعلق ہے جس کی تائید آیت **لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ** کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۲۰۔ انسان اور انسان کے قویٰ اور قویٰ کے افعال اور کیلوس و کیموس ہونا اور خون کا بدل ما تحلل بننا یہ سب چیزیں اس قادر مطلق کی مسخر اور محکوم ہیں اور جیسا کہ وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ مادی غذا کے قائم رکھتا ہے۔ ویسا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ غذا غیر مادی قائم رکھ سکتا ہے دیکھو حدیث **لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ.**

۲۱۔ دو امر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ **رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ** ...... الآیۃ میں حصر نہیں ورنہ عبارت یوں ہوتی۔ (جاری)

رَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں اور قرآن مجید کہے گا وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔

۲۲...... پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہوسکتی جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ لائیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ بائیس [۱] سوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں۔ اور نیز چھ [۲] سوال اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کی آپ کی [۳] یہ طاقت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔ پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی سو اعتراضات [۴] وارد ہوسکتے ہیں، اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ۔ اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے برابر [۵] نہیں، پس آنحضرت ﷺ سے مسیح افضل ہیں۔ اور

(بقیہ) اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رَسُوْلاً۔ اور دوسرا یہ کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور مجدد ہو کر تشریف لائیں گے۔

۲۲۔ یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ ہنسی ہے۔ ۱۲ مرتب

[۱] ان بائیس وہمی سوالوں کی تردید عقل اور نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہوگیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جابجا شرط نمبر ا شرط نمبر ۲ کی خلاف ورزی کی ہے ویسا ہی ان بائیس وہمی سوالوں میں اس نے شرطین مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ اور نیز خیالی اور وہمی باتیں پیش کرنے سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء خیال اور وہم پر ہے نہ عقل اور نقل پر۔

[۲] یہ چھ ڈھکوسلے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے انشاء اللہ عقل اور نقل کے ساتھ ان کا بخیہ ادھیڑا جاتا ہے۔ ۱۲ مرتب

[۳] روئداد مناظرہ دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔ ۱۲ مرتب

[۴] واقعی جن لوگوں کو ایمان بالقرآن والحدیث نہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کاذبہ پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[۵] قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی جلال الدین صاحب شمس جو زندہ ہیں مرزا صاحب سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

کفارہ[1] کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے بلکہ صلیبی موت کو۔ اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پا چکے ہیں کفارہ کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود نے ع

قَدْ [2] مَاتَ عِیْسٰی مُطْرَقًا وَنَبِیُّنَا حَیٌّ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو، جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ ہو۔ لیکن مسیح خود وفات پا چکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مر چکی۔ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہی زندہ[3] نبی ہیں اور کوئی نہیں۔[4] **فَافْهَمْ**

پریذیڈنٹ
حاکم علی بقلم خود

مناظر جماعت احمدیہ
جلال الدین شمس

---

[1] ناظرین انصاف کیجئے! دیکھو یہ قادیانی مناظر کیا کہتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد **حتف انفہ** کی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم **علیہما السلام** کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ لیکن نفس موت میں متفق ہیں۔ اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم **علیہما السلام** پر موت آئی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان کی طرف اٹھالیا ہے اور وہ ابتک زندہ ہے اور قرب قیامت میں نزول فرما کر تجدید اسلام کریں گے۔ چونکہ کفارہ کی بنا مسیح ابن مریم **علیہما السلام** کی موت پر ہے۔ اس لئے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے کفارہ کی بیخ کنی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں ابن مریم کی موت سے بالکل انکار کیا گیا ہے کفارہ کی بیخ کنی کرتا ہے؟ اسی کفارہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں بلکہ ان کو زندہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیبی سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر کا مرزا صاحب کے اشعار کو جا بجا پیش کرنا شرائط مناظرہ کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔ ۱۲ مرتب

[3] چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ (**فداہ ابی و امی**) قیامت تک زندہ نبی ہیں اور تمام دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے اس لئے اسلامی جماعت ان کو خاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظل نبوت سے خارج ہو کر کسی متنبی کے زیر سایہ ہونا (جاری)

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء پرچہ نمبر ۴

از مفتی غلام مرتضٰی صاحب اسلامی مناظر

سُبۡحٰنَکَ لَاعِلۡمَ لَنَآ اِلَّامَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡم

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ ط

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کہ پھر بھی وہ شرائط سے باہر ہوکر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کرر ہے ہیں۔ کیونکہ میں نے **رفع الی اللہ** کے معنی **رفع الی السماء** کئے اور میرے مناظر صاحب نے **رفع الی اللہ** کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے **رفع** کیلئے اور معنی ثابت کئے یہ ان کو کیسے مفید ہوسکتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں **بعل** کا معنی **زوج** ہے مگر **اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا** میں بت مراد ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں **اسف** کا معنی **حزن** ہے مگر **فَلَمَّآ اٰسَفُوۡنَا** کا معنی **فَلَمَّا اغضبونا** ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے مگر کنز جو سورۂ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفۂ علم ہے۔ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے **بَلۡ** ابطالیہ کے مقتضا کو اور قصر قلب کے مقتضا کو لیکر فقرہ **بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ** سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب

(بقیہ) ایسا سمجھتی ہے جیسا کہ آگ جلتی ہوئی شعلہ زن میں داخل ہونا۔ لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت زبانی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں اور کوئی نہیں۔ لیکن اعتقاداً **خاتم النبیین** کا انکار کر کے مرزا صاحب کو نبی سمجھتی ہے۔ اور ایسے زندہ نبی اور انسان کامل کے ظل ظلیل سے خارج ہو کر متنبی کے زیر سایہ ہونا اعلیٰ درجہ کی ضلالت وشقاوت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ **ذالک ھو الفوز العظیم** سے محروم ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲؎ **فافھم** کے ساتھ شاید قادیانی مناظر نے یہ کہا ہے کہ اے اسلامی مناظر تو سمجھ لے کہ میں آنحضرت ﷺ کو زندہ نبی لساناً کہہ رہا ہوں نہ اعتقاداً۔ ۱۲ مرتب

مطابق شرائط نہیں دیا۔ اور ہر چہار ضمائر کے معرفہ ہونے کے لحاظ اور ان کا مرجع ایک ابن مریم زندہ بعینہٖ ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعت استخدام کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ **البديع هو عِلمٌ يُعرف به وجوه تحسين الكلام بعد رعاية المطابقة ووضوح الدلالة** تو صنعت استخدام اس جگہ مراد نہیں ہو سکتی جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ **شبوه** میں۔ اور قواعد نحو کے مطابق **ليؤمنن** سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحوی کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور مفسرہ قرار دیئے گئے تھے۔ اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ **کَلَّا** میں کہا گیا[1] اور کبھی جر ثقیل کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع[2] کر دیتے ہیں۔ جو فی الحقیقت

---

[1] یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ **حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا**...... الآیۃ یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کو واپس نہیں ہونے دیتی بلکہ یہ کلا مسیح کیلئے کلا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے جلیل القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت **جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا** اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح یعنی مرزا صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے اس آیت کا وہ مصداق ہیں اور یہ کلا ان کے لئے کلا ہے۔ ۱۲ مرتب

ہماری توہین ہے۔اس لئے مطابق **جَزَاءُ**[1] **سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا** الخ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ تو ظالموں کا ذکر اور نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام موعود تو اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے مصداق ہیں اور یہ کلاًّ ان کے لئے کلاًّ ہے۔ اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی ہے اور کوئی آیت حیات کی مخالف نہیں۔ اور اَلْمُتَنَبِّیْ جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے۔ اور **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ** کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور **اِذِالْاَغْلَالُ** کی مثال اذ کیلئے ہے نہ ماضی کے لئے۔ اور ماضی بکثرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ **وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ** وغیرہ اور جب **تَوَفِّي** بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لئے کافی ہے کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جَرَاحَاتُ[2] **السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ**

اور **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ** میں **سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْخَلَتْ** کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مان لیں تو لازم آئے گا کہ **(نَعُوْذُبِاللّٰهِ)** آنحضرت ﷺ رسول[3] نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا۔ اور **تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْخَلَتْ** میں بھی کوئی دلیل[4] نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق خصوصیت سے ہم

---

[1] یعنی برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔۱۲مرتب

[2] یعنی نیزوں کے زخم مل جاتے ہیں اور جو زبان زخم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں کلمات کو جرح کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور **ما به التشبيه** مطلق تاثیر ہے نہ خاص تاثیر جرح۔۱۲مرتب

[3] کیونکہ **قد خلت من قبله الرسل** میں بروئے قواعد نحو **من قبله** **خلت** کے متعلق ہے۔۱۲مرتب

[4] کیونکہ جہاں فقرہ **تلك امة قد خلت** ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے **قد خلت** نہیں۔ قرآن کریم نکال کر سورۂ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔۱۲مرتب

نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا۔ اور روح القدس بھی بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے۔ اور **وَالَّذِيْنَ** عام لفظ ہے اور **اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ** میں اموات کی تاکید **غَيْرُ اَحْيَاءٍ** سے کی۔ اسی لئے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے **كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ** میں **سُبْحَانَ اللّٰهِ** کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے **كَانَا** کی ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگ تذکیر میں تغلیب ہے۔ تو مناظر صاحب ہماری بات بیان کررہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کررہے ہیں۔ اور [1] **يَامَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ** سے صاف ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع سجود وغیرہ ہیں ویسا ہی عیسوی نماز میں، اور اس بحث میں میں نے جو **حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً** کو پیش کیا اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد ہے یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور **مِنْ بَعْدِيْ** میں اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ [2] **وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلاً جَسَداً لَّهٗ خُوَارٌ** سبحان اللہ **لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ** کو اور **مِنْ بَعْدِيْ** کو ایک نظر سے دیکھا۔

جناب من! **لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ** میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا صاحب کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے یہ فقرہ مشتمل برنفی ہے اور **مِنْ بَعْدِيْ** مشتمل براثبات ہے۔ ذرا غور کریں اگر بات نہ بنے تو ویسا بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں اور **مَنْ نُّعَمِّرْهُ** میں اعطاء عمر و تنکیس کا بیان ہے۔ پس بس۔ اور حدیث **لَوْكَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى**..... الخ آیت **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطا فرمایا۔

---

[1] یعنی اے مریم فرمانبرداری کر واسطے رب اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے۔ ۱۲ مرتب

[2] یعنی اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پیچھے موسیٰ کے اپنے زیوروں سے بچھڑا محض ایک جسم جس سے آواز نکلتی تھی۔ دیکھو اس آیت میں **مِنْ بَعْدِهٖ** سے مراد من بعد غیبوبۃ موسیٰ ہے نہ کہ من بعد موت موسیٰ اور جیسا کہ اس آیت میں اثبات ہے۔ ویسا ہی آیت **مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ**۔ اثبات ہے۔ ۱۲ مرتب

معراج کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت[1] ابھی نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول بعینہٖ ثابت ہے اور ایسا ثابت ہے کہ جس کا جواب کوئی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں آپ امتحان کر کے[2] دیکھ لیں۔ اور حدیث **كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ اَوْسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا** میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جنابِ من! ہم ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تشریف لائیں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ

اسلامی مناظر

دستخط :

مولوی غلام محمد

پریذیڈنٹ اسلامی جماعت

از گھوٹہ ضلع ملتان

---------- ☆☆☆☆☆ ----------

[1] یعنی چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں اس لئے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] کیونکہ **عرج فیھا بروح عیسی** ـــــ الخ میں اضافت بیانی ہے۔ ای **عرج بالروح الذی ھو عیسیٰ** جیسا کہ **عرج** کے لفظ سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۳ء — پرچہ نمبر ۵

مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ط

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ o

آپ[۱] مجھ پر افسوس کرتے ہیں لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے۔ کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کی دلیل لکھنی شروع کردی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود ہے اور اسی کو آپ دوہرا رہے ہیں۔

میں[۲] نے آپ کی تمام توجیہات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ بھی

۱؎ قادیانی مناظر کو مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر۱ کا شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رد کر کوئی جواب نہیں آیا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لئے گھبرا کر اور حیا کو دور کر کے اسلامی مناظر کو گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ بطور تردید اور قادیانی مناظر نے گھبرا کر اپنے پرچہ نمبر۱ کے سوائے میں بھی نئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر **ممیتک** جو **متوفیک** کے ذیل میں لکھی ہے حالانکہ **یا عیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ**...... الخ کو قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں نہیں پیش کیا۔ ۱۲ مرتب

۲؎ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکا اس لئے گھبرا کر اس قادیانی مناظر نے تورات کو پیش کیا جو یہود (جاری)

بتا دیا۔ اور بَلْ کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی تردید کردی۔ اور بَلْ[1] ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے آپ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل وفات مسیح پر دیئے ہیں کوئی[2] نہیں جو انہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں تیسرے پرچے میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صرفی قابلیت لفظ[3] اَمِیْتَنِیْ سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے غلطی سے نہیں لکھا۔ بلکہ آپ کے علم میں ہی یہی ہے۔ اور علم

(بقیہ) کی محرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے اور جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے حضور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پس عمر نے تورات کو پڑھنا شروع کردیا جس پر حضور اکرم ﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے عمر تم کو کیا ہوگیا۔ دیکھتے نہیں کہ حضور کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے حضرت عمرؓ نے جب آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہوکر کہنے لگے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو اور مجھے ترک کرکے اس کی اتباع کرو تو یقیناً تم صراط مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو ضرور وہ بھی میری اتباع کرتے۔ (رواہ الدارمی بمشکوٰۃ) یہ تورات وہ محرف منسوخ شدہ کتاب ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے دیکھنا نہیں چاہا۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس تورات کو اپنی تائید میں پیش کیا اور افسوس کہ اس کتاب محرف منسوخ شدہ نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء ۲۱:۲۳) ۔۱۲ مرتب

[1] یہ کمی علم کا نتیجہ ہے جیسا کہ ظاہر ہوچکا۔۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے تمام دلائل وفات کو توڑ دیا ہے جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا محض تحکم ہے۔۱۲ مرتب

[3] قادیانی مناظر کا اَمَتَنِیْ اور اَمِیْتَنِیْ پر زور دینا یہ اس کی شکست و مغلوبیت کی دلیل ہے کیونکہ قادیانی مناظر ایسا کوئی مضمون پیش نہیں کرسکا جو موضوع مناظرہ سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظر اس کا جواب نہیں دے سکا۔ اور اس کے متعلق قادیانی مناظر کے پرچہ نمبر۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یہ بھی لکھا ہے اور اَمَتَنِیْ کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔۱۲ مرتب

صرف میں آپ کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہے۔ حاضرین کو میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آپ ہر پرچہ میں سے اپنے الفاظ **اَمَاتَ یُمِیْتُ** باب جس کی ماضی **تَوَفَّیْتَنِیْ** کے مقابلے میں **اَمِیْتَنِیْ** ہوگی نہ **اَمَتَّنِیْ** کیونکہ موت کا لفظ مضاعف نہیں بلکہ اجوف ہے۔'' (پڑھیں)۔ مگر آپ نے نہیں پڑھا۔ لہٰذا مجبوراً مجھے ہی ان کی ڈیوٹی ادا کرنی پڑی ہے سنئے مفتی صاحب۔ اس سے ایک تو آپ کی قرآن دانی کا بھی پتہ لگ گیا۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ **رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ** کیا قرآن مجید میں **اَمِیْتَنَا** ہے یا **اَمَتَّنَا**، پھر روح المعانی میں آیت **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** کے ماتحت اس کے معنی **اَمَتَّنِیْ** لکھے ہیں نہ کہ **اَمِیْتَنِیْ**۔ کتاب ہمارے پاس موجود ہے اگر آپ کسی مبتدی سے بھی اس کی گردان کرائیں گے تو وہ بھی بتادے گا کہ **اَمَاتَ اَمَاتَا اَمَاتُوْا اَمَاتَتْ اَمَاتَتَا اَمَتْنَ. اَمَتَّ.** جب مذکر واحد مخاطب کے صیغہ پر آئے گا تو اَمَتَّ کہے گا نہ اَمِیْتَ اور ادغام کا بھی شاید آپ کو قاعدہ معلوم نہیں رہا کہ ادغام کس وقت ہوتا ہے اگر آپ صرف کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لفظ **اَمَتَّنِیْ** ہے نہ **اَمِیْتَنِیْ**۔ **تَوَفَّیْتَنِیْ** کے متعلق میں پہلے پرچہ میں بالوضاحت لکھ چکا ہوں۔ نیز **اِذِ الْاَغْلَالُ** کی مثال صرف **اِذْ** کے لئے تھی کہ وہاں **اِذْ** آیا ہوا ہے۔

یا اس لئے کہ جب اِذْ فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کے معنی استقبال کے ہوتے ہیں۔[1] جب اہل علم اس مناظرہ کو دیکھیں گے تو وہ آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ اور[2] تشبیہ موت اور نیند میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ **تَوَفِّیْ** جب بغیر قرینہ منام اور لَیْل

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے۔ اِذْ استقبال کے لئے بھی آتا ہے **فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْ اَعْنَاقِھِمْ**. اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ مثال فقط اِذْ کی ہے نہ ماضی کی۔ اور دوسرا یہ کہ اِذْ ماضی کے لئے بھی آتا ہے اور استقبال کیلئے بھی۔ جب اہل علم مناظرہ کو پڑھیں گے تو قادیانی مناظر کے فہم و ادراک پر افسوس کریں گے۔ ۱۲ مرتب

[2] اس کی کافی تردید اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر۴ میں کر چکا ہے جس کی توضیح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ قادیانی مناظر ویسے ہی بلا ربط باتیں لکھ دیتا ہے۔ ۱۲ مرتب

وغیرہ کے استعمال ہو تو اس کے معنی نیند کے نہیں ہوتے۔ دوسرے حدیث میں دلالت امت بیان کرکے آپ نے فرمایا ہے کہ میں وہی کلمات کہوں گا جو مسیح علیہ السلام نے کہے۔

اور آیت **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں **سُنَّةَ اللهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ** کو پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا سنت بھی ذی روح ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ مثال ایسی پیش کرتے کہ جس میں **خَلا** کا لفظ ذی روح[1] کے لئے آیا ہوتا۔

ہم نے جو قرآن مجید سے مثالیں پیش کی ہیں ان میں **ذوی الروح** پر **خلت** کا لفظ آیا ہے۔ آپ فرماتے[2] ہیں کہ **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ** میں موت مراد نہیں ہے، بہت ہی عجیب ہے۔ کیا پہلے جن کا ذکر ہے وہ آسمان پر چلے گئے تھے یا وفات پا چکے تھے۔ پھر لکھتے ہیں[3] کہ

---

[1] قادیانی مناظر سخت اضطراب وگھبراہٹ میں ہے کیونکہ اس کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں دلیل **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** کی تردید کرتے ہوئے یہ مثال پیش کی ہے **وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ** جس میں فاعل ذی روح ہے۔۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر کا اضطراب موجزن ہے کیونکہ وہ اسلامی مناظر کو مخاطب کرکے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یہ لکھتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ** میں موت مراد نہیں اور اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۴ میں اس طرح ہے۔ ''اور **تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ** وغیرہ میں بھی کوئی دلیل نہیں''۔ دیکھو اسلامی مناظر کی عبارت میں یہ فقرہ (موت مراد نہیں) کہاں ہے۔ بلکہ اسلامی مناظر کی اس عبارت کا (کوئی دلیل نہیں) یہ مطلب ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے وہاں **قَدْ خَلَتْ** نہیں اور جہاں **قَدْ خَلَتْ** ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔۱۲ مرتب

[3] قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی تحریر وتقریر کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ اگر **خَلَتْ** کے معنی **مَاتَتْ** کے جائیں اور **اَلرُّسُلُ** کا الف لام استغراقی تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ **نعوذ باللہ** آنحضرت ﷺ رسول نہیں کیونکہ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** میں **مِنْ قَبْلِهِ** بروئے ترکیب نحوی **اَلرُّسُلُ** کی صفت ونعت نحوی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ صفت ونعت نحوی تابع کی قسم ہے اور جو تابع ہو وہ ذکر میں متبوع سے مؤخر ہوتا ہے جیسا کہ تابع کی تعریف سے ظاہر ہے **التابع کل ثان ای کل متاخر** (کافیہ وشرح جامی ص۱۷۷) اور جب **مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** کی بروئے ترکیب نحوی صفت نہ ہوسکی تو وہ **خَلَتْ** کے متعلق ہوگا جس کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے ہیں **وھو کما تری**۔ اور قادیانی مناظر نے جو کافیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا اصل محل فعل کے ساتھ متصل ہے جس کی وجہ سے **ضرب غلامہ زیدٌ** میں زید ضمیر مجرور کا مرجع ہوسکتا ہے۔ اور اس سے یہ مراد لینی بالکل غلط ہے کہ صفت ونعت نحوی بھی فاعل سے ذکر میں مقدم ہوسکتی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر کو خبط ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے اردو اور انگریزی خوانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کافیہ کے محض الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں۔ اور **صِرَاطِ اللهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ** میں **اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ** اللہ کی صفت ونعت نحوی نہیں بلکہ **اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ** مبدل منہ ہے۔ اور اللہ بدل ہے۔ اب یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوگیا کہ قادیانی مناظر کو نہ کافیہ آتی ہے اور نہ ہی قرآن کا فہم وادراک ہے۔۱۲ مرتب

اگر موجبہ کلیہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذباللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں ہیں۔
اور پھر پرچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ مِنْ قَبْلِهٖ کو صفت الرُّسُل کی بنانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے **وَالْاَصْلُ فِی الْفَاعِلِ اَنْ یَّلِیَ الْفِعْلَ وَلِهٰذَا جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا** کافیہ پڑھ لی ہوتی پس اَلرُّسُلُ جو خَلَتْ کا فاعل ہے۔ اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے یہاں صفت محلاً موخر ہے اور یہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے ﴿صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ o اللّٰهِ﴾ پس آپ نے کافیہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔

اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں [1] ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں غَیْرُ اَحْیَآءٍ کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے ٹھیک ہے۔ معبودیت ان کے مردہ ہونے سے ہی باطل ہوگئی اور غَیْرُ اَحْیَآءٍ نے اَمْوَاتٌ کے لفظ کی تفسیر کردی۔ اور آیت کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ میں جو تغلیب [2] آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم علیہا السلام کے لحاظ سے تھی۔ اور اب آپ نے تسلیم کرلیا کہ تغلیب مسیح علیہ السلام

[1] اسلامی مناظر نے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظر عام لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ...... الخ. عام ہے اور **الاعتبار لعموم اللفظ لاالخصوص المورد**. ۱۲ مرتب **اللّٰهُمَّ اغفر لکاتبه ولوالدیه ومن سعیٰ فیه.**

[2] قادیانی مناظر سخت گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ مار رہا ہے مثل مشہور ہے کہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔'' اصل مطلب بالکل صاف ہے کہ مریم اور ابن مریم دونوں سے تعبیر کرنے کے وقت تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کا کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ کہا گیا ہے۔ اور کَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ اور وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ بھی کَانَ یَاْکُلَانِ کے نظائر ہیں۔ ۱۲ مرتب

کے لحاظ سے ہے کیونکہ مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے۔ کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ اور آیت **کَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ** اور **وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ** سے ہمارے استدلال پر بالکل زد نہیں پڑ سکتی۔

آپ فرماتے ہیں[1] کہ **حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً** ط کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت میں کیوں ذکر کرتا۔ شرط میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔ لہٰذا میں نے اس سے تفسیر کی کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا ذکر آیا ہے وہاں مالی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن ماجہ[2] کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں۔ کہ جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مُردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بخاری کی حدیث **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ**[3] بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ **مَنْ نُّعَمِّرْہُ**[4] میں دوامی عمر قطعاً مراد نہیں۔

---

[1] سبحان اللہ زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت **حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً** کو پیش کرنا یہ تفسیر القرآن بالقرآن نہیں تو اور کیا ہے۔ اور لفظ صلوٰۃ کے صدقہ مفروضہ میں کثرت استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں لفظ صلوٰۃ ہو وہاں اس سے صدقہ مفروضہ ہی مراد ہو۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث تردید میں پیش کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان کا نزول بعینہٖ بیان فرماتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔ عجیب بات ہے۔ کیونکہ مردوں کی صحبت صحبت کرنے والے کی موت کو مستلزم نہیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ بھی جب مردوں میں شامل ہوتے تو فوت ہو جاتے۔ ۱۲ مرتب

[3] بیان ہو چکا ہے کہ **وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** حال ہے جو غیریت کو چاہتا ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] اسلامی مناظر نے کہا ہے کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دوامی عمر مراد ہے۔ ۱۲ مرتب

اور احدیث **لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی** کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں۔ اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔ اس سے آپ نے مان لیا کہ اس وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی حدیث[2] **کَیْفَ تُہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِہَا وَالْمَہْدِیُّ فِیْ وَسَطِہَا وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ اٰخِرِہَا** اس حدیث میں امت کے وسط میں مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ حضرات شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور سنیوں کی طرح ہمارا یہ[3] فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

---

[1] قادیانی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں۔ ''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر در حقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ در حقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو''۔ (تحفہ گولڑویہ ۱۹۶) دیکھو پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اور اس کا امتی قرآنی ثبوت دینے سے عاجز ہو کر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔ طرفہ یہ کہ ان سے بھی اس کا دعویٰ وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔ ۱۲ مرتب

[2] یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ **کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُہَا وَالْمَہْدِیُّ وَسْطُہَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُہَا** (مشکوٰۃ) اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔ امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا ڈھکوسلہ ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

[3] قادیانی مناظر جا بجا شرائط مناظرہ سے تجاوز کر رہا ہے۔ اسلامی مناظر کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا**۔ اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دلی کے خلاف وسعت اسلام فتوے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے جو خط عبد الحکیم خان صاحب کو لکھا۔ اس میں یہ فقرہ ہے۔ ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے''۔ اور میاں محمود صاحب خلف رشید مرزا صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان کے صفحہ ۱۳۹ پر یہ لکھتے ہیں۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔ ۱۲ مرتب

حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں ۔

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہدار | کاخر کنند دعوائے حب پیغمبرم

رہا[1] نبوت کے متعلق۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ **حجج الکرامه** میں لکھا ہے **فَاِنَّهٗ وَاِنْ کَانَ خَلِیْفَةً فِی الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ لٰکِنَّهٗ رَسُوْلٌ وَّنَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِهٖ لَاکَمَا یَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ اَنَّهٗ یَاْتِیْ وَاحِداً مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِدُوْنِ نُبُوَّةٍ وَّرِسَالَةٍ** اور انبیاء سے نبوت کا چھینا جانا آیت **ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ** اور سنیوں کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ پس اب اہل دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس امت سے یا بنی اسرائیل سے۔ ظاہر ہے کہ مطابق آیت **وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ** اور مطابق عقائد اسلامیہ **کُلُّ رَسُوْلٍ اَبُوْ اُمَّتِهٖ** آنحضرت ہمارے باپ۔ اور مطابق حدیث بخاری **اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ عَلَّاتٍ**۔ حضرت عیسیٰ ہمارے چچا ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ کی روحانی وراثت کسے ملنی چاہئے۔ عقل، نقل، قانون، رواج، شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ[2] بیٹا وارث ہوگا نہ چچا۔ پس نبی کا آنا تو آپ بھی مانتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ (آنے والا مسیح) نبی اللہ ہوگا۔ پس ہماری بات کہ

[1] اسلامی مناظر تو **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** کے مطابق مناظرہ کر رہا ہے اور قادیانی مناظر شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کر کے **حجج الکرامه** کی عبارت پیش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے دو رخ ہیں بطون اور ظہور، ظہور میں انقلاب آسکتا ہے نہ بطون میں حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو بطون میں انقلاب نہ ہوگا ظہور میں انقلاب ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہو کر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے ۱۲ مرتب

[2] قادیانی مناظر جہلاء کے لئے تو ملمع سازی کر سکتے ہیں لیکن فضلاء کے لئے ان کا مغالطہ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ سنئے جناب مناظر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ بعد النزول وہ مومن بالقرآن ہوں گے اور قرآن پر عامل ہو کر آنحضرت ﷺ کی اتباع سے مستفیض ہوں گے اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ چچے۔ ۱۲ مرتب

آنے والا اسی امت سے ہوگا۔ صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور قرآن مجید اور احادیث سے ان کی وفات ثابت ہے اور اُن کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت[2] ظاہر ہوتی ہے۔

اسی واسطے مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّنَبِیُّنَا حَیٌّ وَّ رَبِّیْ اِنَّہٗ وَافَانِیْ

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو جس کی قوم زندہ۔ جس کا دین زندہ ہو۔ لیکن عیسائیت مرچکی۔ عیسائی بلحاظ دین مرچکے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ختم ہوچکا۔ اب رسول اللہ ﷺ کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آپ کے خادم[3] ہی آئیں گے نہ کوئی اور، پیارو، آنے والا آچکا اور اس نے اپنے مقابل پر بلایا۔ اور اس نے **توفّی** کے لحاظ کے متعلق ایک[4] ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ اس

---

[1] قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر۱ میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے دس دلیلیں پیش کی ہیں جو درحقیقت مغالطات ہیں۔ کیونکہ نو دلیلیں تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر تک نہیں۔ اور ایک پہلی دلیل اگرچہ ایسی ہے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے لیکن اس دلیل کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پاچکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کی شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر اجمالی اور تفصیلی طور پر پوری تردید کی ہے جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اور ویسا ہی حال پانچ حدیثی دلیلوں کا ہے۔ اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر۱ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے بیان کی ہیں۔ اور شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر ایسے استدلال لکھے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ ناظرین پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے۔ ۱۲ مرتب

[2] اسلامی مناظر نے یہ بات مدلل کر دی ہے کہ علت افضلیت کمال ہے نہ عمر کا زیادہ ہونا۔ ۱۲ مرتب

[3] کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں امتی اور خادم ہونے کی قابلیت نہیں۔ ۱۲ مرتب

[4] یہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کے لئے سخت مغالطہ ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ **توفّی باب تفعّل** سے ہو اور فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور قبض کے معنی ہوتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف کوئی دکھائے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ تو اردو خوان اور انگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں۔ اور بوجہ عربیت سے ناواقف ہونے (جاری)

انعام کو حاصل کر سکے۔ پس جب ۱؎ وفات ثابت ہوگئی تو حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی ثابت ہوگئی۔ پس ۲؎ یاد رکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے اور کوئی آسمان سے نہ اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ وہ بھی حضرت مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان سے نہ

(بقیہ) کے یہ نہیں سمجھتے کہ **توفی مع القیود المذکورہ** سے قبض روح کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت **توفی** یعنی **یاعیسیٰ انی متوفیک ای ممیتک** اور آیت تخاطب یعنی **فلما توفیتنی ای امتنی** وفات مسیح بن مریم کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ آیت **توفی** سے بر تقدیر تفسیر **ممیتک** بھی یہ ثابت ہوتا کہ مسیح ابن مریم زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں، اور آیت تخاطب سے بر تقدیر تفسیر **امتنی** جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱؎ پس جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبرا میں حیات مسیح ابن مریم **علیہما السلام** قرآن کریم سے ثابت کردی تو حسب تحریر مرزا صاحب، مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔ ۱۲ مرتب

۲؎ یہ کیسا ڈھکوسلہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے اور تمام اہل اسلام کو قیامت کے وقوع کے ساتھ اس لئے ایمان ہے کہ مخبر صادق اور قرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ اگر قادیانی مناظر کے اس ڈھکوسلے کو صحیح مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ یوں کہہ سکتے ہیں: پس یاد رکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔ قیامت کوئی نہ ہوگی۔ قیامت کے ماننے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ دراز گذر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی۔ اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے پس ثابت ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ باطل ہے۔ قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اور وہمی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔ ۱۲ مرتب

اترے۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اور اگر مفتی[1] صاحب ابھی ایک مثال جس میں کہ **توفّی باب تفعُّل** سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح ہو۔ اور اس کے معنی **بجسدہ العنصری** آسمان پر لے جانے کے ہوں پیش کریں۔ تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید، حدیث، یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعا کرتا ہوں۔

> اے ہمارے قادر خدا! ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راست باز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی**

مناظر: جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل

حاکم علی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء

----------☆☆☆☆☆ ----------

[1] یہ عوام کے لئے مغالطہ ہے ورنہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفّی سے رفع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے بلحاظ بَلْ ابطالیہ وقصر قلب یہ امر ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۹/اکتوبر ۱۹۳۴ء پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضٰی صاحب اسلامی مناظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم ۰

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ۰

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رَفْع اِلَی اللّٰہ اور بَلْ ابطالیہ اور قصر قلب بَلْ ۱ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے لے کر اور لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے لے کر

---

۱ اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر چند باتیں قطعی طور پر ثابت کردی ہیں۔ پہلی یہ کہ رَفَع الی اللّٰہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور اس تفسیر کی تائید میں دو حدیثیں اور ایک آیت اور عقلی شہادت پیش کی گئی ہیں اور نیز اس تفسیر کی تائید میں مرزا صاحب کا قول پیش کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس آیت میں بقرینہ نفی بل ابطالیہ ہے اور بل ابطالیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی اور ضدیت ہو دیکھو آیت ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ھم بالحق (مؤمنون) اور آیت ویقولون ء انا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون ۰ بل جاء بالحق (صٰفّٰت) اور آیت وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ بل عباد مکرمون (انبیاء) پس بل ابطالیہ کے مقتضاء کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ کیونکہ وہ صفت جس کا ابطال مقصود ہے یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت اسی صورت میں متصور ہوتی کہ جب بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے اور رفع روحانی مراد لی جائے تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تنافی وضدیت نہ ہوگی اور قادیانی مناظر اس بل ابطالیہ کے استدلال کا شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ سے روشن ہے میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور تیسری یہ کہ وما قتلوہ یقینًا بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں قصر قلب ہے اور قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو تاکہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد کے برعکس متصور ہو اور قصر قلب کا یہ مقتضی بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے جب کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے یہ مراد لی جائے کہ چونکہ مسیح ابن مریم مقربین سے ہے اس لئے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہے۔ اور یہ قصر قلب کے خلاف ہے اور (جاری)

ان سپاہیوں سے لشکر تیار کیا۔ اور پھر میں نے ان کو ہتھیار مطابق شرائط جنگ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ **الحمد للہ** کہ اس میرے لشکر کا زبردست فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا۔ بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے۔ اور دو[1] خادم یعنی دو حدیثیں بھی اس لشکر کو رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں۔ اور پھر یہ بات قابل غور

(بقیہ) قادیانی مناظر اس قصر قلب کے استدلال کا بھی شرط نمبر۲ کے تحت رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ رودادِ مناظرہ سے واضح ہے۔ اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور اس دلیل **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں یہ خوبی ہے کہ یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہے اور **رَفَعَهُ** صیغہ ماضی کا ہے اور یہ جملہ خبریہ تجیزیہ ہے۔ اور مرزائی جماعت جو مغالطات بر رنگ دلائل پیش کرتے ہیں ان میں قرآن کریم کا ایسا فقرہ کوئی نہیں جو ان صفات مذکورۃ کا جامع ہو اور آیت **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** کے متعلق اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر چند امور ذکر کئے ہیں۔ اول یہ کہ تمام نحویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید ثقیلہ ہو اور ابتداء میں لام تاکید ہو اس فعل مضارع سے زمانہ استقبال اور خبر دینی مراد ہوتی ہے جیسا **لَيُؤْمِنَنَّ** میں۔ دوسرا یہ کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ ایک سیاق کلام کے لحاظ سے اور دوسرا مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم کو قرار دیا ہے جن کی مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور تیسرا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی کو ثابت کرتی ہے کہ **مَوْتِهٖ** کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ اور ان امور مذکورہ کے لحاظ سے آیت **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجود وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ قادیانی مناظر اس دلیل کا بھی شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ رودادِ مناظرہ سے روشن ہے۔ ۱۲ مرتب

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں قرآنی دلائل کے علاوہ دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ ایک **يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ**...... الخ اور دوسری **لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا**...... الخ۔ اور ان دونوں حدیثوں سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے حقیقی معانی مراد ہیں نہ مجازات۔ کیونکہ بروئے قواعد فن بیان مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو اور مرزا صاحب ان حدیثوں میں حقیقت کے امکان کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں“ (ازالہ اوہام ص۱۹۸) اور بلحاظ قانون فن بیان اور مرزا صاحب کے تسلیم امکان ان دو حدیثوں سے بھی حیات مسیح ابن مریم ثابت ہوگئی۔ اور قادیانی مناظر ان حدیثوں کا بھی شرط۱ و شرط۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ رودادِ مناظرہ سے واضح ہے۔ ۱۲ مرتب۔

ہے کہ منطوق [1] دلائل کا عام دلائل مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دیکھو اَلْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ میں حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ

---

[1] قادیانی مناظر نے جو وفات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے مغالطات بے رنگ دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے اور مسیح ابن مریم کی شخصیت کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَائُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِيْنَ (یونس) اور مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ. اور وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ. اور فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ. وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ اور وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا (حج)

اسلامی مناظر نے ان آیات عامہ کے تفصیلی جوابات دے کر پھر اپنے پرچہ نمبر۵ میں اجمالی واصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے عدت تین حیضیں ہیں۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے۔ اور دیکھو يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کر دو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ مطلقہ شوہر نادیدہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور دیکھو

وَاللَّائِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللَّائِىْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق)

یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبرسنی کے حیض بند ہو چکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے یہاں یہ عام دلیل ان خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکی بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور دیکھو اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اور خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ویسا ہی چونکہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے خاص منطوق دلیلیں ہیں۔ یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے عام دلائل کا یہ اجمالی واصولی طور پر جواب دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے مختوم محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ کے فہم وادراک پر کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں یہ لکھا ہے۔ ”طلاق اور حیض والی عورتوں کے مسائل سنانے شروع کر دیئے۔ غیر متعلقہ مسائل کے بیان کرنے سے سمجھدار طبقہ پر ظاہر ہو گیا کہ مفتی صاحب سخت گھبرا گئے ہیں اور ان کا علمی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ تب ہی تو حیات مسیح کے مسئلہ کو چھوڑ کر حیض اور طلاق کے مسائل بیان کرنے لگ گئے۔“ انتھی۔ اب اہل علم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر کا یہ مضمون حسب قول مختوم صاحب غیر متعلقہ ہے یا موضوع مناظرہ کے ساتھ چسپاں ومربوط ہے۔ مختوم صاحب اس فہم وادراک میں معذور ہیں کیونکہ ان کی علمی بضاعت اسی قدر ہے۔ ۱۲مرتب

اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ نہ کرسکی۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا. اور **وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.**

اور آپ[1] جو تاریخ نبوت بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا صاحب کو نبی بنایا ہے اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں اسی وقت سے نبی

[1] اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو مفتری اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا صاحب کی تین کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ چشمہ معرفت، ازالہ اوہام، براہین احمدیہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب کی کیسی حالت تھی۔ مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں۔ ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی''۔ ص ۳۱۷۔ اور مرزا صاحب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔ ''اور فرمان **جعلناک المسیح ابن مریم** نے اس کو در حقیقت وہی بنادیا ہے۔ **وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا** اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ** (ص ۶۷۵) اور اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت بطور الزام نہیں پیش کی جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر ا میں تصریح کی ہے۔ اور اگر بطور الزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر ا کے خلاف نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پہلے پہلے **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ** کی وحی ہوئی تو اسی وقت نبوت کا وقت شروع ہوگیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے۔ تو اس لحاظ سے جب مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب جب سے ملہم ہیں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔ ۱۲ مرتب

ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں۔ اور ابن عباس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا **مُتَوَفِّیْکَ** سے **مُمِیْتُکَ** مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں بلکہ اسی آیت **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ**......الآیۃ سے رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور **الرافع** کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ منافی[2] نہیں کہ رفع جسمانی بھی مراد لی جائے یا رفع روحانی ہی مراد لی جائے۔ اور **اَمَتْنِیْ**[3] کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور فقرہ[4] حدیث **ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی** میں ظاہر ہے کہ گو فاعل مذکور نہیں لیکن یہ **رفع فی الحقیقت من جانب اللہ** ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ اور **اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ** وغیرہ میں **رفع الی اللہ** کا ذکر نہیں بلکہ **ہجرت الی اللہ** یا **فرار الی اللہ** وغیرہ۔ اور **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ** سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جائے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تمام رات گذار کر اخیر جزو رات میں افطار کیا جائے۔ تو یہی حال **رفع الی اللہ** یعنی **رفع الی السّماء** کا ہے۔ اور مطابق **فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** جب **وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ** سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر تورات کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور (استثناء باب ۲۱، ۲۳،۲۲) میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلق مصلوب۔ اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا

---

[1] اس کا بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

[2] کیونکہ کنایہ اور حقیقت دونوں معاً مراد ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ مرتب

[3] اسلامی مناظر نے جب یہ فقرہ لکھ دیا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی شکست کی دلیل ہے۔ ۱۲ مرتب

[4] اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

اس کے منافی نہیں کہ مجدد ہو کے اخیر زمانہ میں آئے۔ اور میرے مناظر صاحب نے جو کئی ایک نمبر دیکر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں ان کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ پہلے مضمون لکھتے اور پھر اس پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی پیش کرتے۔ اور معراج کی رات کو آنحضرت ﷺ کا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اس سے موت لازم نہیں آتی۔ اور **لٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** کے قصہ کو آپ نے کیوں چھیڑ دیا۔ ہم نے تو **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** سے مع لحاظ **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ** حیات مسیح ثابت کی ہے بلکہ قابل غور یہ بات ہے کہ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** میں **بَلْ** ہے [1] جو ماضی پر داخل ہے اور بلحاظ **اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ** وغیرہ ضروری ہے کہ اس ماضی کی ماضویت ماقبل کے لحاظ سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ واقعہ یہود پیچھے ہو۔ اور پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس سے عقیدہ احمدی کی تردید ہوتی ہے اور میرے مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آنحضرت ﷺ کی افضلیت پر بڑا زور دیا۔ لیکن مرزا صاحب پھر یہ کیوں فرماتے ہیں ؎

''منم مسیح زمان و منم کلیم خدا　　منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد''

اور پھر مرزا صاحب اپنی کتاب ''چشمۂ معرفت'' میں کیوں بیان کرتے ہیں کہ

''مجھے اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ معجزات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ہر ایک کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل

---

[1] اسلامی مناظر نے اس فقرے کے ساتھ مرزائی عقیدہ کی تردید کی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے لیکن تکلیف کھینچ کر زندہ اتر آئے اور کچھ عرصہ زمین پر گذار کر فوت ہو گئے۔ اور تردید کی تفصیل یہ ہے کہ آیت **وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** میں **بَلْ** ابطالیہ ماضی پر داخل ہے اور بل ابطالیہ جس ماضی پر داخل ہو اس ماضی کی ماضویت ماقبل **بَلْ** کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسا **اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ** میں اتیان بالحق پہلے ہے اور نسبت جنون پیچھے ہے ویسا ہی **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی رفع پہلے ہے اور واقعہ قتل پیچھے ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم صلیب چڑھائے ہی نہیں گئے۔ ۱۲ مرتب

ہوکر شرف امتی حاصل کرنے کے لیے زندہ ہیں جوامت محمدیہ میں داخل ہوکر تجدید دین کریں گے۔ اور ہم لوگ تو اس بات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔[1]

كُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ ۔۔۔ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

اور میں نے پہلے پرچہ میں لکھ دیا ہے کہ **وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا**...... الآیۃ میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔

افسوس ! جان بوجھ کر چھیڑتے ہیں۔ اور دیکھو[2] **یاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ**...... الآیۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ **بجسدہ العنصری** مرفوع ہونا مطابق معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نیز ثابت ہے۔ کیونکہ **مُتَوَفِّیْکَ** سے **مُمِیْتُکَ** مراد لیا جائے تو بھی بلحاظ ہر چہار ضمائر خطاب اور بلحاظ واؤ عاطفہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زندہ **بجسدہ العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور واؤ عاطفہ کے متعلق قاعدہ نحوی متعلق عدم ترتیب ملاحظہ ہو۔ اور نیز **اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ** (بقرہ) **وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا** (اعراف) ملاحظہ ہو۔

---

[1] یہ بیت قصیدہ بردہ کا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ مجمع کمالات ہیں اور دیگر انبیاء کے کمالات کو آنحضرت ﷺ کے کمالات کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چلو کو دریا کے ساتھ نسبت ہے۔ یا ایک چھینٹے کو باران کے ساتھ نسبت ہے۔ اور پھر یہ کمالات بھی دیگر انبیاء نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور دیگر انبیاء بمنزلہ چاند کے ہیں۔ ۱۲ مرتب

[2] اس کی تشریح ہو چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

اخیری فیصلہ

قَالَ [1] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ اور نیز قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَأْزَرُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَأْزَرُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا۔ (متفق علیہ مشکوۃ)

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ کلّہم دوسرے مسلمان ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے، مذہب احمدی اس میں داخل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں ان میں سے ہے پس ثابت ہوا کہ مطابق اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

دستخط : اسلامی مناظر

مفتی غلام مرتضیٰ

دستخط : پریذیڈنٹ اسلامی جماعت ازگھوٹہ ضلع ملتان

مولوی غلام محمد

---

[1] یعنی فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا اور عنقریب غربت کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ شروع ہوا تھا اور نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یقیناً ایمان واپس ہوگا طرف مدینہ طیبہ کے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف واپس ہوتا ہے۔ ۱۲ مرتب

دُعاء

''اے ہمارے قادر مطلق ہماری مخلصانہ دعائیں سن لے۔
اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین ﷺ کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر متنبی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ مطابق پیشگوئی **لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** تمام ادیان باطلہ اُٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین اسلام ہی پھیل جائے۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔ (۱۲مرتب)

ناظرین

غور فرمائیں کہ جو شخص مومن ہے وہ مطابق آیۃ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ** اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ اور معشوق جب ایک امر کے متعلق فیصلہ کر دے تو عاشق **مِنْ حَيْثُ هو عَاشِق** کو یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت دریافت کرے۔ اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الٰہی نہیں۔ تو پھر مطابق آیۃ مذکورہ وہ مومن بھی نہیں۔

روئداد مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہو گیا ہوگا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیہء مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے خلاف۔ اور نیز روشن ہو گیا ہوگا کہ

مطابق **اذا جآء الاحتمال بطل الاستدلال** کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ یقینیہ پیدا کرکے اس کے تمام استدلالات کو باطل کردیا ہے۔ اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوح بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء وفضلاء حاضرین مناظرہ کثیر التعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہوچکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوفِ طوالت فقط چند علماء وفضلاء کی آراء حقہ بطور مشتے نمونہ خروار ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور تبحر علمیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم بیمثل فاضل بے بدل علامہ دہر

مولانا حضرت جناب مولوی غلام محمد صاحب

(ساکن گھوٹہ ضلع ملتان پریذیڈنٹ)

(اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریا ضلع گجرات بتاریخ ۱۸ و ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے ہمارے ملک کے مشہور فاضل **مفتی غلام مرتضیٰ صاحب** ساکن میانی ضلع شاہ پور مناظر تھے۔ اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل تھے جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔

اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

۱...... انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جمیلہ قابل شکریہ ہیں۔ یہ مفتی

صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری بڑے بڑے افسر نہ لے سکے اس کا ذمہ وار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہوگیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نکالنے کا موقعہ دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بے حد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہوسکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدابیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

۲...... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ ومہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بدخو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری ونسبی وجبلی شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم وبردباری تقریباً محال ہے۔

۳...... قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ ''مسیح (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کَلّا کا کِلّا واپس نہیں آنے دیتا جس کا مطلب بیان کرنا بھی کفر ہے۔ اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آجاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی کِلّا ٹھوکتے مگر آپ نے مرزاصاحب کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴...... قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت ءَاَنْتَ قُلْتَ

لِلنَّاسِ الآیۃ کو اور دوسرے مَاکَانَ لِبَشَرٍ ...... الآیۃ کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اس واسطے کہ قرآن شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل اقبح ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کو بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد ہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے۔ جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نگل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گو با محل بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں اور شریف اپنی ذمہ داری کو نبھایا کرتا ہے۔

۵...... قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں۔ اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶...... مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب تام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷...... مفتی صاحب اپنا بیان تقریری وتحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کی زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی مگر قادیانی مناظر کی تقریر کامل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸...... قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگا دیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی

اصلاح کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیئے مگر ہواوہی جومنظور ایزدی تھا۔

۹...... جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت کو ہاتھ سے نہ کھونا چاہئے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہئے۔ تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں لہٰذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰...... قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کئے بغیر نکل چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت بار بار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجدّد ہے یعنی نئی ہے جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

فَتِلْکَ عشرۃٌ کاملۃٌ ولدینا مزید

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود بھی سنتے تو مسلمان ہو جاتے مگر ہدایت مقدر نہ تھی۔

احقر غلام محمد

ساکن گھوٹہ ضلع ملتان

جامع الفنون النقلیہ والعلوم العقلیہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب

پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

بتاریخ ۱۸ و ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام واہل قادیان میں منعقد ہوا۔ سامعین میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تھے۔ اور اہل قادیان کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس تھے۔ میں نہ صرف تقاریر ودلائل جانبین میں حقانیت کے عنصر غالب کا متلاشی تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کونسی جانب متانت وثقاہت استقلال وتحمل سے کام لے رہی ہے۔ مجھے دوروزہ تجربہ کی بناپر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے متانت سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کرکے اپنی تنگ نظری وحقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم وثبات، وقار واستقلال ان کا طرۂ امتیازی تھا وہیں متانت وشرافت، تہذیب وشائستگی کے پیکر بن کر موافق ومخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل وشواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط وغیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔ مناظرہ آخر تک سکون وامن سے ہوتا رہا یہ سکون اور زیادہ ہوگیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاباری سے کذب وبطلان کی گھنگور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہوگیا۔ والسلام

نجم الدین
پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل

از کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ

مکرّم بندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

ہریا سے روانہ ہوکر میں جلال پور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دو تین تقریریں مرزا جی کے کفر والحاد پر ہوئیں جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال الدین شمس قادیانی معہٗ ان چودھری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہریا میں پریذیڈنٹ تھے جلال پور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہٰذا وہاں کی انجمن نے اعلان کردیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے کفر والحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا۔ قادیانی بھی مجبوراً آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار کیا اور مرزائی بصد رسوائی وہاں سے بھاگے۔ شیعہ وسنّی اخباروں میں ان کی شکست کا حال شائع ہوا۔ **فالحمدللہ علیٰ ذٰلک**

مناظرہ ہریا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہریا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ومولوی جلال الدین صاحب شمس دربارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام **زندہ بجسد عنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہوسکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

ان ادلہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مبہوت رہ جاتے ہیں اور سوائے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح پر شمس قادیانی نے پندرہ دلیلیں جو درحقیقت مغالطات تھے وفات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں۔ مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفع الوقتی تھی اور یہی اس قوم کا مشن ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا۔

مصرعہ: ''وَلِكُلِّ قَوْمٍ سُنَّةٌ وَّاِمَامُهَا''۔ الغرض شمس صاحب قادیانی اگرچہ زود نویسی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کر دیتے تھے۔ اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے ادلہ قطعیہ اور براہین نقلیہ کا جواب نہ دے سکے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط

ابو القاسم محمد حسین علی عنہ مولوی فاضل

از کولوتارڑ

مولانا مولوی محمد کامل الدین صاحب منشی فاضل از میلووال

حال مقیم رتو کالہ تحصیل بھلوال ضلع شاہپور

میں مناظرہ ہریا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔ علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت **وَمَا قَتَلُوْهُ**...... الآیۃ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی طریقہ پر استدلال بر حیات مسیح علیہ السلام کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔ یعنی آیت کے ان معنی جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ وقواعد صرف، نحو، لغت معانی، بیان، بدیع، کے عین مطابق تھے مولوی جلال الدین احمدی اپنے دعویٰ وفات مسیح علیہ السلام کے لئے تذبذب کی حالت میں کبھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔ کبھی تورات تحریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔ کبھی اشعار مرزا صاحب زبان پر لاتے تھے جو شرائط مجوزہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔ بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پر کھا جبکہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو اُنہوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ ''مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی''۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلا توقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے

کے لئے تیار ہوں۔ اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقع نہیں ملا صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو لا جواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں ردوبدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھجکتی۔ اس بات کا پورا ثبوت مرزا صاحب کے اس قول سے چلتا ہے جو انہوں نے ''اعجاز احمدی'' میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

''جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں'' یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب متشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً

ع

''منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد''

دورانِ گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلالپوری مولوی فاضل و منشی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت ٹپکتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں **لافض فوک** کی صدائیں آ رہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جلال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔ شعر

ستعلم لیلی ای دین تداینت وای غریم فی التقاضی غریمها

ع ''حکایت بودبے پایاں بخاموشی ادا کردم''

حافظ کامل الدین منشی فاضل میلو والی

مقیم رتو کالہ ۲۷ راکتوبر ۱۹۲۳ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب (ساکن کندوال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم) ع

بحث کا جو تھا نتیجہ آگیا — مرحبا صد مرحبا صد مرحبا

میرزائیوں کی عجائب گت بنی — جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا

میرزائیوں سے جلال الدین تھا — اہل سنت سے غلام مرتضیٰ

بحث تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں — یعنی عیسیٰ زندہ ہے یا مرگیا

معیار تھا قرآن ہم قول نبی ﷺ — فیصلہ اس پر مسلّم ہوچکا

مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف — لحنِ داؤدی سے جلسہ بھردیا

آیت **اِنَّا قَتَلْنَا** جب پڑھی — **رَفَعَهُ اللّٰهُ** سے یہ ثابت کردیا

زندہ ہے عیسیٰ ابھی افلاک پر — دیکھ لے نکتہ عجب **بَلْ** میں پڑا

ہے یہ اضرابیۃ ابطالیہ **بَلْ** — اور قصر قلب ہے اس میں چھپا

موت کو باطل کیا ماقبل نے — جو کہ پہلے آچکا نافیہ **مَا**

رَفَعَهُ سے یہ آوازے آرہے — زندہ ہے وہ آسماں پر چڑھ گیا

اس میں ہیں اثبات جسد عنصری — اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیا

بَلْ کے اندر پھس گیا صنعی شمس — منہ پہ پردہ پڑگیا کسوف کا

ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں — رستگاری کا نہ ہرگز راہ ملا

سب کو روشن ہوگیا زندہ مسیح علیہ السلام — موت کا قائل ہوا ہے روسیا

ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا — آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ

راقم امام الدین

از کندوال ڈاکخانہ للہ شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب (ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات) ع

بحمد اللہ خدا بمود مارا غلامِ مرتضیٰ حق کا پیارا
بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود دیا کر حق و باطل میں نتارا
لوائے مرزائی منہدم شد بمیدانِ مباحثہ آشکارا
غلام مرتضیٰ در ملک پنجاب چمکتا ہے ہدایت کا ستارا
بگوید شیخ از شادی ہمہ دم عجب ہیں عالم دینی دلارا

ایضاً ع

بیا اے طالب صدق وصفائی ببیں درصدق شانِ کبریائی
چوآمد صدق وحق باطل نہاں شد عیاں شد صدق وحق را دلربائی
گروہِ احمدی زیر و زبر شد چو غالب شد بیانِ مرتضائی
چو بشنیدند علم مفتی دیں شکست آمد بشانِ میرزائی
بزیر سائبانے امغولاں مباحثہ گشت بہر رہنمائی
کہ تا دانند سنی حق وباطل کنند از فرقہء ضالہ جدائی
کمر بستہ درآمد مفتی دیں بسر کردہ کلاہ چشتیائی
سلیماں دار برکرسی نشستہ چو یوسف دار از اخواں رہائی

ایضاً ع

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بنایا
جلسہ وچ میانی آیا ہریے رب لیایا

باغ قلوب اساڈیاں اُتے گھلی باد بہاری
ہسیاں کلیاں ہویاں شگفتہ آئی انہا ندیواری
جنہاں غریباں کدیں نہ ڈِٹھا ایہ جلسہ فیضانی
دُرافشانی ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی
ہوئی زیارت لوکاں تائیں عالم گھروچ آئے
کڈھ قرآن حدیث کتاباں مسئلے خوب سنائے
مفتی صاحب میانی والے وچہ آہے سرکردے
کاٹھاندے سنگ لوہے بھارے جان بیچارے تردے
اس زمانے ظاہر جاپن ثانی تفتازانی
اخفش اتے مبرد وانگوں نحوی مردحقانی
نص حدیثوں مفتی صاحب گل جواب لیایا
قادیانوالے ملاں صاحب سائنس گل سنایا
حیات مسیح علیہ السلام وی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں
نازل ہوسی وچہ زمانے آخر سچ پچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کرواسی تقریراں
سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تأمل مفتی صاحب بولن
خوش بیانی اُتے مومن جند جاناں سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا
علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا

مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا
جتھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پھیر اٹھایا

ازمسکین شیخ امام الدین (ازقریہ ہریہ)

جناب مولوی گل احمد صاحب

ساکن پنڈ دادنخان ضلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اُجالے میں اندھیرا ہے
منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے

لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے
کوئی بٹیر جاڈھونڈھو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے

غلام میرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل
غلام مرتضٰی سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

ذرا دیکھو وَمَا قَتَلُوْا وَمَا صَلَبُوْا کی آیت کو
تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے

اگر مطلوب زندگی ہے تو بَل رَّفَعَ کی بَلْ دیکھو
مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے

فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو کہنا
جبھی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

جناب مولوی بدرالدین صاحب

ساکن رکن ضلع گجرات

بحمد اللہ کہ از فضل خداوند
دلِ ہر اہل حق گردید خورسند

نماندہ مشتبہ دجال و عیسیٰ
جلی شد کذبِ فرعوں صدق موسیٰ

غلام مرتضٰی مفتی حقانی
رمیدہ ازوے شمس قادیانی

دم از علمِ بیاں بروئے دمیدہ
ببیں حلقوم کائید چوں بریدہ

نمے گویم کہ عیسائے زمان است
ولے دجال کشتن راجوان است

واعظ بینظیر و مبلغ خوش تقریر مولانا حضرت سید صدیق شاہ صاحب

ساکن منگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوٰت محمد آل اصحاب رلائیں
اس تھیں پچھے واضح ہووے ساریاں مومناں تائیں

مرزائیاں تے مفتی صاحب شرطاں کیتیاں تاہیں
وچہ انہاندے جھگڑا کرئے باہر جائے ناہیں

مفتی صاحب فاضل پوراشرماں والا بندا
وچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نکماں دھندا

کل شئی یرجع الیٰ اصلہ حضرت دا فرمانا
جیسا اصل کسے دا ہوئے اس پاسے اس جانا

ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گھرانہ
نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ

مفتی صاحب مرزایاں نوں خنجر ماری بلٗ دی
تاہیں وچہ انہاندے سینے آتش غمدی بلدی

عیسیٰ انوں آساناں اُتے بلٗ چڑھا یا جلدی
بلٗ انہاندے ول نکالے واہ نہیں کوئی چلدی

خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی
اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی

مردیاں دے دل زندے کیتے تیریاں خوش تقریراں

دنیا تے رب زندہ رکھے تیں جہیاں تصویراں

ہے خوش خلقت ساری تیں تے ربّ ہووے خوش شالا

توں اج مردیاں دلاں اندر جانی پاون والا

توں ہن اپنے شعر سنا کے بس کر شاہ صدیقا

مفتی صاحب چھوڑیا ناہیں باقی کوئی دقیقہ

صدیق شاہ (از منگوال)

خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پاس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو۔اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضٰی صاحب اور

مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اول مرزا صاحب)

جن دنوں مفتی غلام مرتضٰی صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اول مدرس تھے ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں بموجودگی مولوی ابراہیم صاحب ودیگر چند اصحاب بتاریخ ۱۴ یا ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مابین مفتی صاحب ومولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا صاحب کے معتقدین میں سے وسیع المعلومات

اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ :

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے، سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ مثلاً موجبہ ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات واجزاء بھی موجبے ہوں گے۔ اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کرے گی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات واجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہوا تو وہ استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کی جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہئے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی **مات عیسیٰ**۔ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ **مات عیسی وهمًا** ہے یا **شکاً یا ظناً یا تقلیداً یا یقیناً**۔

مولوی صاحب: میرا عقیدہ **مات عیسیٰ** یقیناً ہے۔

مفتی صاحب: تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے جو

دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہوں۔

مولوی صاحب: یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب: واقعی یقینی دعوے دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** بدیہی ہے یا نظری؟

مولوی صاحب: نظری ہے۔

مفتی صاحب: جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب: تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب: جناب پھر جو مطلب مقدمہ **جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کا سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا اور جو معنی آپ نے کیے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب: آپ **مانحن فیه** کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب: رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ **مات عیسیٰ یقیناً** کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب: جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ

ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب: یہ میں نہیں کہوں گا

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا۔ اور مولوی نو الدین صاحب نے اخیر میں فرمایا کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں! کہ یہ مولوی نورالدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام مرزائی جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھتے ہیں۔ اوران کے مضامین کے ساتھ مرزا صاحب ہمیشہ رطب اللساں رہے اور مرزا صاحب کے انتقال کے بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اول ہوئے۔ با ایں ہمہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کو مناظرہ کیلئے دعوت

مرزا صاحب کے خلیفہ اول کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے اب ہم مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام میں بمقام لاہور اس طریق پر مناظر کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچے میں مرزا محمود احمد صاحب اپنے دعویٰ **مات عیسیٰ یقینا** کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط اول (۱) وشرط دوم (۲) کے عین مطابق ہو۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب پہلے پرچہ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی ایسی دلیل تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا

ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر ۱ وشرط نمبر ۲ کے عین مطابق ہو۔ اور دوسرے پرچے میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچے اول کی مطابق شرط نمبر ۱ وشرط نمبر ۲ تردید تحریر کرے۔ اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معیّن کے اندر بیان کرے۔

نوٹ: ہم نے خاص کر مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں مناظرہ کرنے کے لئے اس لئے دعوت دی ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ہی اپنے صدق وکذب کے لئے معیار ومیزان قرار دیا ہے۔

ہدایات

قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ''چند ضروری باتیں'' چسپاں کردیا ہے جس میں اس نے اختراعیات اور مغالطات درج کردئے ہیں جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے ''مشتہر سطر ۲ و ۳ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات ووفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا''۔

ہدایت

یہ نافہمی ہے کیونکہ مشتہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ

کرنا چاہا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان تعیین موضوع مناظرہ، مفصل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ مشتہر نے ہم پر شرط نمبر ا و ۲ لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں نئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر ا اور نمبر ۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر ا میں یہ لکھ دیا ہے کہ ''میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے'' الخ۔ اور دوسرا یہ کہ دعوی نبوت کی تاریخ جو مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو متنبی اور ان کے معتقدین کو معتقدین متنبی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوئ نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا صاحب بزعمِ خود ملہم تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب پہلی

دفعہ یہ وحی ہوا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہوگیا۔ نہ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ اور نیز مولوی نورالدین صاحب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر۱ اور شرط نمبر۲ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھدیا ہے کہ میں نے مولوی نورالدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزاصاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزاصاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے زمانہ میں مولوی نورالدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور ان اقوال پیش کردہ کی بعدہٗ نہ مرزاصاحب نے ترمیم وتنسیخ کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا بلکہ بطور تردید۔ بیشک قادیانی مناظر نے شرط نمبر۱ و۲ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً توراۃ کا پیش کرنا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وحضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ والامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا شاہ رفیع الدین صاحب ومجاہد کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر۱ دلائل میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول درج کرنا خیالی اور وہمی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کردینا جو **مومن من حیث ھو مومن** کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مومن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فزیالوجی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** آیت لکھ کر کہتے ہیں کہ **بَلْ** ابطالیہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو

ان میں تنافی اور ضدیت ہونی ضروری ہے مگر رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے الخ۔
اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ ابطالیہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد **نعوذ باللہ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اوران کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔پس اگر وہ قتل ہوجاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہوجاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے۔اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعویٰ میں جھوٹے ثابت نہیں کر سکے اس کی ضدّ کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

ہدایت

’’ڈوبتے کو تنکے کا سہارا‘‘ اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہورہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انہوں نے جواب دیتے ہوئے تورات کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے۔اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن وحدیث نبوی جائز نہیں۔اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانی مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے۔کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے،تورات کا درحقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سبب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ارشاد ہے :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا

اَوْیُصَلَّبُوْا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (پ۶)

دیکھو اس آیت میں **خِزْیٌ** کا سبب قتل وصلب بوجہ جرائم یعنی محاربہ اور **فساد فی الارض** کو قرار دیا گیا ہے نہ مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو۔ اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد **نعوذباللہ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں موہوم ہوسکتی تھی۔ جب قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ **اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ** خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت اور قتل رسالت کے منافی نہیں۔ اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں۔ اور نیز خداتعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ**۔ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا...... الخ۔ یہ کیسی نرالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم یہود کا عقیدہ ہے **اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ** اور قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کی تردید اپنے فقرہ **وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** کے ساتھ کی ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت سے مریں گے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا وہ **مغلوب الجهالة** ہے یا

اس نے بوقت سلامتی عقل یہ تحریر نہیں کی۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں اور مشتہر خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ اور ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور **مرفوع الی اللہ** نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی **رفع الیہ** سے تردید کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے مقرب تھے۔

ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو۔ اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقض کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔ الخ

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچے میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت **وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ** کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لیکر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا نرالا جہل مرکب ہے کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے۔ اور جس وصف پر داخل ہے اس کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں قتل المسیح منفی ہے جس کو بل نے باطل کر دیا۔ اور رفع المسیح پر بل داخل ہے جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی وہ جاہل رہ گئے۔ دیکھو اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے جس کو بل باطل کر رہا ہے۔ اور **جهل بالآخرة** پر بل داخل ہے جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ **وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** میں قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی وضدیت ہے۔ ویسا ہی آیت **وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَo بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ** میں **علم بالآخرة** اور **جهل بالآخرة** کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی وضدیت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید میں آیت **وَمَا يَشْعُرُوْنَ** پیش کی ہے جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مشتہر لکھتا ہے کہ یہ دلیل **معدوم النظیر** ہے۔ بیشک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بیہودگی میں **معدوم النظیر** ہے۔ کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

ہدایت

بیشک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بیہودگی استعمال کرنا بیہودگی میں **معدوم النظیر** ہے۔ کیونکہ اس نے اس بیہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل ومبرہن کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کیونکہ یہ جملہ خبر یہ تجزیہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھالینا ہی ثابت نہیں ہوسکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہوسکتی ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں بروئے محاورہ قرآنی ومحاورات احادیث وبروئے قاعدہ نحوی متعلق **بَل** وبروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصرِ قلب آیت **وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ** کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ **بجسده العنصری** آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں

دے سکا جیسا کہ روئداد مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں توریت پیش کر کے اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں۔ اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر۱ و۲ کے تحت رہ کر اس استدلال کا تاقیامت جواب نہ دے سکے گا جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء وفضلاء زمانہ پر اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی، تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا ''(تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہوسکتی ہے)'' کیسی دیدہ دانستہ دلیری ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خداتعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں۔ اور رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث **وَاسْتَیقَظَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ دیکھ کر پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوگئے۔ اور اس کو واقعہ خاص کہہ کر پیچھا چھوڑانا نہایت مشکل ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے۔ **ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی**۔ اور

رُفِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ پیش نہیں کیا۔ اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خُلِقْتُ میں اگرچہ فاعل مذکور نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہوسکتا۔ خُلِقْتُ کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے ویسا ہی رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃ الْمُنْتَھٰی اگر چہ مجہول الفاعل ہے، لیکن اس لحاظ سے کہ فعل رَفْع اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی کا فاعل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں ہوسکتا رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃ الْمُنْتَھٰی کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے الخ۔ ہم اس کو اس کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرز تردید یہ ہے کہ فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی میں فعل رفع ہے اور خدا تعالیٰ فاعل ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ اور معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اسلامی مناظر کی طرز تردید کو مضر نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رؤیا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت میں فقرہ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنہوں نے لالچ دنیاوی اور طمع نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ سے وطیرہ ہے کہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لئے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لئے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کریم

یا حدیث میں کسی نے اپنے لئے **مُهَاجِرٌ** اور **اِلٰی رَبِّیْ** کا لفظ کہا ہو اور اسی طرح حضرت ابراہیم کا **اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْن** سے بھی کوئی ان کے آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کرسکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی طرح کہدے کہ یہ واقعہ خاص ہے ورنہ یہ الفاظ کسی اور کے لئے آئے ہوں تو پیش کرو۔

ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ **عروج الی اللہ** اور **صعود الی اللہ** اور **رفع الی اللہ** کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا یا لے جانا اور عروج اور صعود اور رفع میں بلندی کے معنی ہیں۔ اور ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تنجیزیہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں **کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ** ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** سے اپنی وفات کا اقرار کررہے ہیں۔

ہدایت

تنجیزیہ سے یہ مراد ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ** میں **لَمَّا** بمعنی حین متضمن معنی شرط ہے۔ اور نیز کنتُ اور **تَوَفَّیْتَنِیْ** کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر کہتا ہے۔ اور جو بات ہم نے تورات سے پیش کی ہے۔ وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انہوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ اور پھر توریت میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے۔ ''وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے''۔ اسی کے مطابق گلتیون ۳/۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ ''مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''

ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے بلکہ اس قادیانی اجلاس کے بعد کی ہے جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور قواعد عربیت کو ترک کر کے پھر بھی تورات کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کر لیا ہے کہ ہمارے پاس شرط ۱ و ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں۔ اور تورات محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ **وَمَا قَتَلُوْهُ**...... الآیۃ یہود کے جس عقیدہ کی تردید ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ **اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ**...... الآیۃ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے بلحاظ آیت **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعیات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تضیع الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح وتردید ہو چکی ہے۔ اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْراً كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ط

۵-۱۲ (مرتب)

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مناظرہ کیلئے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر مناظرہ کرنے کیلئے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ورنہ مفتی غلام مرتضیٰ مناظرہ سے اجتناب نہ کرتا۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ بلکہ اغلب امید ہوگئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت کے کثیر التعداد افراد مرتد ہو جائیں گے۔

اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا **فی سبیل اللہ** یعنی بغرض حفاظت عقائد حقہ میں نے منجانب اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر اعلان کر دیا کہ قادیانی جماعت کا فرد اعلیٰ یا متوسط یا ادنیٰ جو میدان مناظرہ میں نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے ساتھ میرا مناظرہ تحریری وتقریری بتواریخ ۱۸، ۱۹اکتوبر ۱۹۲۴ء بمقام ہریا، ضلع گجرات ہوا۔ جس کی تمام روئداد ہدیۂ ناظرین ہے۔ بنابریں اب میرا استحقاق ہے کہ قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے میں دعوت دوں وہ میدان مناظرہ میں نکلے۔

چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر مرزا صاحب کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ اہل اسلام اور کلمہ گو کی تکفیر کرنے میں مقتداء ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔

''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۶۶)

اس لئے میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ حیات ووفات مسیح ابن مریم علیہما السلام پر بمقام لاہور اس طریق سے مناظرہ تحریری وتقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیۃ **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرسول**...... الآیۃ اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی

کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم وحدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں اس لئے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی گنجائش نہ کی جائے گی۔ قرآن ۱، حدیث ۲، اقوال صحابہ ۳، لغت عرب ۴، صرف ۵، نحو ۶، معانی ۷، بیان ۸، میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کو پیش کر سکوں گا، کیونکہ میاں صاحب مرزا صاحب کو نبی اعتقاد کرتے ہیں۔ اور میں مرزا صاحب کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آگئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے لئے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے۔ اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری بلکہ میاں صاحب کی تمام تلمیعات اور ڈھنگوں میں شکار بازی مقصود ہے اور ''زبدہ سخن درین است'' والا معاملہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ...... آمین

خادم الاسلام والمسلمین
مفتی غلام مرتضیٰ
از میانی، ضلع خوشاب پنجاب

خَتمُ النّبُوّۃ

تصنیفِ لطیف

مناظر الاسلام
حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب
(ساکن میانی ضلع شاہ پور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلم ان ختم النبوۃ علی سیدنا محمد ﷺ تدل علیه دلائل :

منها...... الاول :

قوله تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ...... الآیة﴾ لان قوله تعالیٰ : "خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" حجة قاطعة علی ختم النبوة علی محمد ﷺ. ولهذا كان اشفق و ارحم علی امة لان النّبی الذی بعده نبی یجوز ان یترک شیئاً من النصیحة والبیان لانها یستدرکها من بعده واما من لا نبی بعده فیکون اشفق وارحم علی امته واهدی بهم من کل الوجوه.

منها...... الثانی :

قوله تعالیٰ: ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ...... الآیة﴾ لَانَّ هذه الآیة تفید ان کلّ نبی لایکون نبیاً فی اصطلاح الشرع الا من یجمع الصفات الاربعة :

الاولی: ان یکون مبشراً.

والثانیة: ان یکون منذراً.

والثالثة: ان ینزل معه الکتاب بالحق.

والرابعة: ان یکون سفیرا بین الخالق والمخلوق فی الهدایة والافاضة

كمايدل عليه قوله تعالىٰ: ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسَ﴾

فلو لاختمت النبوة على سيدنا محمد ﷺ وجاز ان يكون بعده نبيٌ يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجبه الصفة الثالثة فيقدح فى كمال القرآن فى التعليم فلا يصدق قوله تعالىٰ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ثم اعلم ان الآية المصدّرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا محمّدٍ ﷺ كذلک تدل على امرين اخرين :

الاوّل: ان النبوة فى اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوّةً تشريعيّةً لا ظِلّيّاً و بروزيّاً كما اخترعه اهل زماننا فان يسئل ان هارون عليه السلام كان نبيًّا ولم يكن صاحب اُمةٍ ولاكتابٍ يجاب بأن هارون عليه السلام كان صاحب اُمة وصاحب كتاب.

أمّا الاوّل فلانه تعالىٰ قال فى البقرة ﴿الُ مُوْسٰى وَالُ هَارُوْنَ﴾ فذكر ال موسٰى اوّلاً وال هارون عليهما السلام ثانيا استقلالاً فكان كل واحدٍ منهما صاحب أمة فال موسٰى عليه السلام هم الذين استفادوا فى بركاته وال هارون هم الذين استفاضوا فى فيوضاته.

وأمّا الثانى: فلانه تعالىٰ قال فى الصّٰفٰتِ ﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾ اى اتينا كلّ واحدٍ منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالىٰ: ﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ فان المراد أنزل مع كل واحدٍ منهم الكتاب اذ إرادة إنزال الكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان.

والثالث: أن النبى فى اصطلاح الشرع لايكون نبيًّا الا من بعث فى الله

بالهدايات والوحى وجعل سفيرا بين الخالق والمخلوق فى تبليغها واشاعتها بين الناس كما تقتضيه الصفة الرابعة ولايكون نبيًا بمجرد الوحى والمكالمة وإلا يلزم ان يكون الحواريون أنبيآء حيث قال تعالىٰ فى المائدة ﴿اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قوله ﷺ لم يكن بينى وبينه (اى عيسىٰ عليه السلام) نبىٌّ فمن توهم ان النبوة مجرد الوحى ومكالمة الملك فقد حاد عن الصواب الا ترى الى قوله تعالى فى القصص﴿وَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰۤى﴾ مع انها لم تكن نبيةً ثم اعلم ان النبى بالمعنى اللغوى اى المخبر فى الله سواء كان لافاضة الناس ديناً او امراً ذاتياً لايجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمدٍ ﷺ فيمن بعده للتجانس اللفظى ولذا لم يجترأ ابوبكر و لا عمر ولا عثمان ولا علىٌّ رضی اللہ عنہم على ان يستعمل فيهم لفظُ النبى بالمعنى اللغوى مع انهم فنوا فى نبينا ﷺ وكانوا اخيار قرن النبى ﷺ۔ قال ﷺ "خير القرون قرنى" ولذا لم يُجَوِّزْ شبابا اهل الجنة الحسن والحسين رضى الله عنهما استعماله فيهما مع انهما كانا معاً جمالَ النبىﷺ ظاهرًا وباطناً ولذا لم يُخْبِر قطب الاقطاب الشيخ عبدالقادر الجيلى قدس سره استعماله فيه مع انه قال خضنا بحرًا لم يقف على ساحلة الانبيآء اى فنينا فى النبى الامى الذى هوكالبحر فى السخاء فمن ادّعى النبوة بعد نبينا ﷺ لم يكن مجدِدًا ولا مهدياً ايضاً لان الافتراء ليس من شان المجددية والمهدويّة.

منها...... الثالث :

قوله تعالیٰ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ اعلم أن هذه الأية تفيد ان نبينا ﷺ افضلُ العالمين بل افضلُ النّبيين.

اما **الاوّل**: فلا نه يفهم منها ان نبينا ﷺ كان بالكتاب الالٰهی للعالمین نذیرا ومن كان بالكتاب الالٰهی للعالمین نذیرا فهو نبیُّ العالمين والعالمون اُمَّته والنبی افضل من اُمَّته.

واما **الثانی**: فلانه يتجلیٰ منها ومن قوله تعالیٰ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ان نبينا ﷺ بُعِث بالكتاب الالٰهی الجامع الكامل لتبليغ العالمين كلهم اجمعين والتبليغ الذی قُسِّم من قبل بين الف نبیٍّ اوالفين فُوِّض واُلْزِم أدائه الی نبينا الواحد ﷺ۔ فنبينا ﷺ اجمع واكمل القوی فی الحقيقة وفی علم اللّٰه سبحانه فهو الانسان الاجمع الاكمل فی سائر النبيين فهو افضل النبيين فلوجاز ان يكون بعد نبّينا ﷺ نبیٌّ يلزم ان يكون النبی المُتأخر افضل فی نبينا ﷺ وهو ظاهر البطلان لِما مرَّ. اما اللزوم فلانه كما يتحرک كل متحركٍ لتحصيل المطلوب واذا وجد مطلوبه سكن و وقف كذلک تحركُت النبوة فی نبیٍّ الی نبیٍّ ثم الی نبیٍّ لانه كان مطلوبها الانسان الاجمع الاكمل فلم تقف علی آدم علیہ السلام ولا علی نوح علیہ السلام ولا علی ابراهيم علیہ السلام وغيرهم فی الانبياء فاذا وصلت الی الذات المحمدية و وجدتها سكنت ووقفت لانه الانسان الاجمع الاكمل وهو

مطلوبها وقد حصل فلوجاز ان یکون بعد نبینا ﷺ نبیٌ ولم تختم النبوة علیه یلزم ان لایکون الانسان الاجمع الاکمل بل یکون النبی المتأخر الانسان الاجمع الاکمل فهو افضل منه ویبطله قوله تعالی ﴿تبارک الّذیٰ......الخ﴾ کما مرّ فی التفصیل ولما کان فی ارادة الله الازلیة ان تختم النبوة علی الوحدة کما ابتدأت فی آدم علی الوحدة وتذهب الاجنبیة وتصیر بنوادم قوماً واحداً کما انهم تحت نوع واحدٍ بعث تعالیٰ بالکتاب الجامع الکامل الانسان الجامع الکامل الی العالمین کلهم نبیًّا مشترکاً واحداً فصارت بنوادم قوماً واحداً اختتاماً کما کانوا ابتداءً .

دلیل اول

قوله تعالیٰ: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ (الاحزاب) ’’یعنی محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے‘‘۔

آنحضرت ﷺ کی اُبوّتِ روحانی کا سلسلہ تا قیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل مضمون تو آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہونا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ’’اُبُوّت‘‘ کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک ﴿لٰکِنْ﴾ سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا

﴿رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ہر ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتدا باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتدا رسول سے ہوتی ہے، پس ﴿رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ کا لفظ لا کر آپ ﷺ کی ''اُبُوّت'' روحانی کو قائم کیا، لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ''اُبُوّت'' روحانی منقطع ہو جاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟

تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ﴿خاتم النّبیین﴾ بھی ہیں، یعنی آخری نبی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ''اُبُوّت'' روحانی کا سلسلہ بھی تا قیامت منقطع نہ ہوگا، بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے ''**علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**'' وہ نبی نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے، وہ نبی نہ ہوں گے پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ''**رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء**'' اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہو سکتی، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمادیں اسی لیے آیت کا ختم ﴿بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ پر کیا ہے۔

تفسیر خاتم النّبیین باللغة

خاتم کے معنی ''مہر'' بھی ہیں اور ''آخر'' بھی، لیکن کسی قوم کے ''**خاتَم**'' اور ''**خاتِم**'' سے مراد ان میں سے ''آخری'' ہوتا ہے، **خِتام القوم وخاتَمھم وخاتِمھم اٰخرُھم**، (لسان العرب) اور ''**خاتِم**'' اور ''**خاتَم**'' ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں

اور ''خاتَم النّبیین'' اور ''خاتِم النّبیین'' کے معنی ہیں آخری نبی، (لسان العرب) اور آپ ﷺ کو ''خاتم النّبیین'' کہا، اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام راغب) ''خاتم النّبیین'' کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیھم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا ''خاتَم'' یا ''خاتِم'' ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے، یعنی ان میں آخری ہونا، پس نبیوں کے ''خاتم'' کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

تفسیر خاتم النّبیین بالاحادیث النبویة

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ''خاتم النّبیین'' کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اوّل: جس میں لفظ ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے، متفق علیہ ہے ''**مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنةٍ من زاویةٍ فجعل الناس یطوفون به ویتعجّبون له ویقولون هلاً وضعت هذه اللبنةُ قال فانا اللّبنةُ وانا خاتم النّبیین**'' یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور میں ''خاتم النّبیین'' ہوں۔

دوسری حدیث: ابو داؤد اور ترمذی میں لفظ ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر یوں کی ہے ''**انه سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لانبی**

بعدی''، یعنی میری امت میں ''تیس کذاب'' ہوں گے، ہر ایک ان میں سے جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں ''خاتم النّبیین'' ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیھم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، جن میں چھٹی یہ ہے کہ ''خُتِمَ بِیَ النبِیُّون''، یعنی میرے ساتھ نبی ختم کیے گئے ہیں، وہاں بجائے ''خاتم النّبیین'' کے یہ لفظ رکھ کر بتا دیا کہ ''خاتم النّبیین'' سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت ''خاتم النّبیین'' کی تفسیر ہی ہیں، بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا، لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔

اور ایک میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیھما السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ''انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی''.

اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ ''لانبی بعدی'' یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔

اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے

آخری نبی ہونے کا انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لوعاش ابراھیم لکان نبیا پر بحث

اور ’’ختم نبوت‘‘ کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے **’’لوعاش ابراھیم لکان نبیا‘‘** مگر اوّل اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ﴿**لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا**﴾ جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے، مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا قول ’’**لو قُضِیَ بعد محمّد ﷺ نبی عاش ابراھیم ولکن لانبی بعده**‘‘ یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انس رضی اللہ عنہ کا قول ’’**ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم اٰخر الانبیاء**‘‘ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول:

’’قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعده‘‘

اور ’’ختم نبوت‘‘ کے خلاف ایک قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیش کیا جاتا ہے ’’**قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعده**‘‘ یعنی خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک ’’**خاتم النّبیین**‘‘ کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں

مذکور ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے، کسی صحابی کے قول میں ہوتے، نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے۔ مگر وہ در بطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں ''**خاتم النّبیین**'' کے معنی ''**لانبی بعدی**'' کیے گئے ہیں، ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے، خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تمیں حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اسکے معنی یہ نہ کیے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں، ''**خاتم النّبیین**'' کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کہا ''**خاتم الانبیاء و لانبی بعدہ**'' تو آپ نے کہا ''**خاتم الانبیاء**'' کہنا تجھے بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ''**خاتم النّبیین**'' واضح ہیں اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں، تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل شرعاً حجت نہیں۔

﴿صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ﴾ (الفاتحہ)

﴿اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ﴾ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ

﴿اَلَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ﴾ (النساء) یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آ جانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ''مقام نبوت'' بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر

مسلمان ہر روز بار بار ''مقام نبوت'' کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے، اس لئے کہ نبوت محض موہبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں، ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ''اوّل'' یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ ﴿**اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ**﴾ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ﴿**اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه**﴾ (الانعام) کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ''**النبی**'' اور ''**الرسول**'' کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کیلئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو ہی مقامِ نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقامِ نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصولِ نبوت کیلئے یہ دعا نہیں اور اگر حصولِ نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی حالانکہ مقربین اور محبوبین الٰہی تو ہزاروں کی تعداد میں ہو کر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے دعا

کرنے والی امت کو ﴿خَیۡرَ اُمَّةٍ﴾ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں، حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے، ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ﴾ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، یہ نہیں ہوسکتا۔

﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡكُمۡ اٰیٰتِیۡ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ (الاعراف) ترجمہ: یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔ پہلی آیت سے پیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكُمۡ لِبَاسًا﴾ ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّیۡطٰنُ﴾ ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ﴾ اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّكُمۡ رُسُلٌ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے، شیطان کے فتنہ سے سب بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اول بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی نقل کر کے میاں محمود

احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے، حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے، تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کرلوگے، تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کروگے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ''**رسل**'' کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل نبی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے، دوسری جگہ سے ملتی ہے۔ جہاں فرمایا ﴿**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ**﴾ ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔ رسول تو دین سکھانے کیلئے آتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ''کمال شریعت'' اور شریعت کے آنے کیلئے مانع ہوگیا تو ''کمال نبوت'' بھی اور نبی کے آنے کیلئے مانع ہوگیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہوگئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے اس لئے اب کسی ''**رسول**'' کی ضرورت دنیا کو نہیں اور وہ لوگ جو ''**رسول**'' کے آنے کا جواز نکالتے ہیں، مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کیلئے خود یہاں لفظ موجود ہیں ﴿**یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ**﴾ یعنی ''**رسول**'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی لائیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ''**رسول**'' کی

آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ''رسول'' کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا ﴿**اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِنِّیْ ھُدًی**﴾ (البقرۃ) اور اسکے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا:

ایک: ﴿**فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ**﴾ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے: ﴿**وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا**﴾ یعنی اس ہدایت، اس پیغام کا انکار کرنے والے۔ اسی طرح یہاں دو گروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الٰہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔ دونوں میں سزا تکذیب پیغام کی ہے۔

ظلّی نبوت

صوفی جسے ''ظلّی نبوت'' کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ''**ظل اللّٰہ**'' نہیں اسی طرح ''**ظل نبی**'' نہیں اور نہ ظلّی نبوت، نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o**﴾ (یونس)

ترجمہ: ''سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور

تقویٰ اختیار کرتے تھے ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے‘‘۔

یہاں آیت کے آخری پر یہ لفظ لاکر ﴿**ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ**﴾ یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہوگیا۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’**ان الرسالة والنبوة قد انقطعت و لارسول بعدی ولانبی قال فشق ذلک علی الناس فقال ولکن المبشرات**‘‘۔ یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ بات لوگوں پر شاق گزری، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ’’مبشرات‘‘ باقی ہیں۔ جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ومخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرف اشارہ ہے ’’**رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء**‘‘ میں۔ ہاں! نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور تکمیل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’**ان للّٰہ تعالیٰ عبادا لیسوا بانبیاء ولاشهداء یغبطهم النبیون والشهداء علی مجالستهم وقربهم من اللّٰہ**‘‘۔ (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہید ان کے مرتبہ اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل

روایت ہے ''ان من عباد الله یغبطهم الانبیاء والشهداء'' اور جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (تفسیر ابن جریر)

اور ایسی ہی روایت ابوداؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الٰہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملتے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے، بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے، نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی، پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور راز داری سے دعا کی کہ اے اللہ اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور ''**مستجاب الدعاء**'' ہوا۔

سوال: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو بر تقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے متبع ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل ونقل ہے اور اگر ''**نزول مع النبوۃ**'' ہوگا تو ''**خاتم النّبیین**'' کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نبوت اور رسالت کے لئے دو رُخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ومخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الٰہی ہونا لازم اور غیر منفک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل و تغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آسکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی

شریعت ناسخ ہوتی ہے تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اسکو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الٰہی اور عنداللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے، بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر ومنزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کیے گئے، ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کیلئے یہ لازم اور ضروری ہے کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون وصاحب ظہور ہوا۔ اگر کلکتہ کے علاقے میں کا لیفٹیننٹ گورنر لاہور کے لفٹنٹ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اسکو لیفٹیننٹ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو ''**خاتم النّبیین**'' کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کیلئے ہم انکا ایک مکالمہ ووحی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الٰہیہ جو ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ''**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**'' اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے

کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ﴿کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً...... الخ﴾

پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ، صفحہ ۴۹۸)

یہ آیت ''سورہ فتح'' کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے''۔ اس آیت میں نبی تشریعی کا بیان ہے جیسا کہ ''**بالهدی ودین الحق**'' سے ظاہر ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور راس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کے مدعی ہیں۔

باقی مضامین متعلقہ ''ختم نبوت'' بیاض سیاہ ۱۲ میں ہیں۔

حضرتِ علّامہ
حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

حالات زندگی:

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸۹۶ء میں ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ریاست الور ہی میں مذہبی خدمات سرانجام دینے لگے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھ کر ان کا جی کڑھتا تھا اسی لئے آپ نے مہاراجہ الور سے تعلقات بڑھائے کیوں کہ آپ نے محسوس کرلیا تھا کہ جب تک مسلمان ریاست الور میں دخیل نہ ہوں گے اس وقت تک عظمت رفتہ بحال نہ ہوسکے گی۔ مہاراجہ جلد ہی آپ کے تبحر علمی اور بلند خیالی کا معترف ہوگیا اور ریاست مس ایک انجمن تحفظ حقوق المسلمین قائم کردی۔ انہی دنوں حکومت نے ایک سڑک بنانے کا منصوبہ تیار کیا۔ سڑک کے راستے میں ایک مسجد تھی جسے شہید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر پورے علاقے کے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ گئی۔ حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کے احساس کو بالائے طاق رکھ کر ایک رات فوج کی مدد سے مسجد کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا کو پتہ چلا تو آپ ۳۱۳ جانبازوں کا جیش لے کر اسی رات مسجد کی طرف روانہ ہوگئے اور راستہ میں ایک دو مقام پر معمولی مزاحمت کے بعد آپ نے مسجد میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل کرلی۔

ادھر مسلمانوں کو آپ کی روانگی کی خبر ہوئی تو تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نازک صورت حال کے پیش نظر حکومت نے مسجد کو منہدم کرنے کا پروگرام ملتوی کردیا اور آپ کو بلا کر کہا کہ مسجد کیلئے اس سے بہتر اور وسیع جگہ دی جاتی ہے، آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں لیکن آپ نے...... ع

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی

کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس مسجد کو شہید نہیں ہونے دیں گے اور مسلمان خانہ خدا کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کردیں گے، چنانچہ حکومت اس طوفان کے آگے نہ ٹھہر سکی اور مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کردیا گیا۔ یہ آپ کی جرأت و بیباکی کا پہلا واقعہ تھا۔

۱۹۲۶ء میں آپ اہل لاہور کی درخواست پر مسجد وزیر خان میں بحیثیت خطیب تشریف لائے، والد ماجد کے علاوہ آپ نے شیخ المشائخ سید علی حسین کچھوچھوی سے بھی اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔ مثنوی مولانا روم پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ خواص وعوام آپ کی تقاریر کو بہت ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے تحریک کی حمایت کیلئے کام کرنا شروع کردیا۔ مسلم لیگ کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے شب وروز مصروف رہتے۔ علماء پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہمنوا بنایا۔ بعد میں محمد علی جناح صاحب سے ملاقات کر کے نظریۂ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ احسان میں نظریۂ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ محمد علی جناح، پیر صاحب مانکی شریف اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو نظریۂ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریر و

تقریر سے عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۴۷،۱۹۴۶ میں جب مسلم لیگ نے ایجی ٹیشن شروع کیا تو آپ نے علماء ومشائخ کے وفود لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ حکومت نے متعدد پابندیاں لگا کر آپ کو روکنا چاہا مگر بے سود، آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان بننے کے بعد جمعیت علماء ہند کے مقابلے میں **جمعیت علماء پاکستان** کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب **تحریک آزادیٔ کشمیر** شروع ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے آپ نے سب سے پہلے تحریک کی حمایت کی اور مجاہدین کے لئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی جس میں لاکھوں روپے کا سامان جمع کر کے کشمیریوں کی مدد کی گئی۔

۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں مولانا ابوالحسنات کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ آپ نے عوام وخواص کے دلوں پر یہ بات نقش کردی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے لہٰذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہئے۔

رد قادیانیت:

۱۹۵۳ء میں جب **تحریک ختم نبوت** کا آغاز ہوا تو آپ سردھڑ کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کی قیادت کے فرائض سنبھالے اور قادیانی نظریات کے خلاف سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے۔ تحریک کے دوران کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جیلوں میں کئی سال قید ونظر بند رہے۔ رد قادیانیت پر آپ نے کئی کتب بھی تحریر فرمائی جن

میں سے ایک کتاب ''اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب'' اس جلد میں شائع کی جارہی ہے۔

ردقادیانیت پر آپ کی مزید تصانیف اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے جو معرکۃ الآراء اور ناقابل فراموش کردار ادا کیا، اس پر آنے والی کسی جلد میں خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دیگر تصنیفات:

تفسیر الحسنات (جسے آپ نے ایام اسیری میں تحریر کرنا شروع کیا تھا اور وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی) علاوہ ازیں مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

۱.....ترجمہ کشف المحجوب
۲.....شمیم رسالت
۳.....طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ
۴.....اوراق غم
۵.....صبح نور
۶.....قراطیس المواعظ
۷.....فرشتہ نور
۸.....اظہار الاسقام
۹.....مظہر الاسرار
۱۰.....التبیان
۱۱..... رجوم المؤمنین علی مانع الجماعۃ للملحدین
۱۲.....مونس الاطباء وغیرہ

لاہور، کراچی، حیدرآباد اور سکھر کی جیلوں میں رہنے سے آپ کی صحت بہت گرگئی تھی، آخر کار ۲ شعبان المعظم، ۱۳۸۰ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وقت رخصت یہ شعر زبان پر جاری تھا:

حافظ رند زندہ باش مرگ کجاؤ تو کجا   تو زندہ فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

آپ کا مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔

اِکرامُ الحق کی کُھلی چِٹھی کا جواب

(سنِ تصنیف: 1932ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ حکیم ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ

دورحاضرہ میں چونکہ آزادی کا زور ہے اسی وجہ سے ہرسمت بے دینی کا شور ہے۔ آج وہ وقت ہے کہ انسان اگر چاہے کہ یکسو ہو کر ایک مذہب کا متبع بنا رہے تو یہ مشکل ہے اس لئے کہ علم دنیا سے اٹھ رہا ہے جہالت عام ہو رہی ہے پھر ایک جاہل جو اپنے پرانے طریقہ پر جا رہا ہے اس کو جب کوئی نئی آواز آتی ہے تو وہ مجبور ہے کہ اسے سنے اور سننے کے بعد معذور ہے کہ مذبذب نہ ہو۔ پھر مذبذب ہونے پر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ جس پر اپنا یقین جمائے ہوئے ہے' جسے اپنا راہ نما جان رہا ہے' جسکو عالم باعمل سمجھ رہا ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ کرے اور عالم جب اس کے وہ اعتراضات سنتا ہے تو دو باتوں میں سے ایک بات کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یا کہہ دیتا ہے کہ تم نے ایسے بے دین کی بات ہی کیوں سنی اپنی پرانی روش پر چلا جانا تمہارا فرض تھا یا جواب دیتا ہے کہ اب جواب کی صورت بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا وہ جواب ایسے علمی جواہر ریزوں سے مزین ہوگا کہ وہ سنکر کچھ نہ سمجھ سکا ہو یا ایسے سادہ الفاظ میں ہوگا کہ اس کی اس جواب سے سیری نہ ہوا اور تیسرا درجہ جواب کا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تشفی اس جواب سے کر سکا ہو۔ مگر پھر جدید شبہات سے وہ اگر مذبذب ہو جائے تو اس میں اس کی جہل کی وجہ ہی ہو سکے گی۔ بہر کیف آج جہاں عالم عالم میں بے دینوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں وہاں عوام جاہل بھی ان کے نخچیر ہیں۔ سخت مشکل ہے آج حیرت ہی حیرت ہے انسان کرے تو کیا کرے۔ اگر سب سے صلح رکھتا ہے تو حکم قرآنی

﴿لا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

کَانُوْا اٰبَاءَ هُمْ اَوْ اَبْنَاءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ کے خلاف ورزی کرنیوالا بن کر ملزم شرعی قرار پاتا ہے۔

اور اگر سب کو دندان شکن جواب دیتا ہے تو ہمارے اپٹوڈیٹ انگریزی خوان ناراض ہوتے ہیں اگر خاموش رہتا ہے تو شیطان اخرس مداہن فی الدین قرار پاتا ہے۔ بنا بریں چوتھا طریقہ ہمارے ذہن میں آیا ہے۔ وہ اگر ہمارا خیال غلطی نہیں کرتا تو شاید عام طور پر بھی پسندیدہ ہوگا۔ **ولیس وراء ذالک حبة خردل من الایمان.**

وہ یہ کہ سخت کلامی، درشت زبانی، سب وشتم، طعن وتشنیع، میں میں تو تو، واہی تواہی، اوندھے سیدھے سے مجتنب رہ کر بخنداں پیشانی سادہ بیانی اختیار کر کے مہذب پیرایہ میں معترض کے اعتراض کو لیکر اسکا شافی وافی کافی واضح لائح روشن طریق سے جواب دے۔ پھر منصف کے لئے وہ یقیناً مشعل ہدایت ہوگا اور غیر منصف کے لئے نہ وہ کفایت کرسکتا ہے نہ یہ۔ لہٰذا اس تمہید کے بعد اول ہمیں ایک بزرگوار کا تعارف کرادینا ضروری ہے تاکہ ناظرین انہیں سمجھ سکیں کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ پھر ان کی ان عنایات کا شکریہ جواب کی صورت میں پیش کر دینا ہے جو انہوں نے اپنی عصبیت مذہبی کے اقتضاء سے اسلام اور بانی اسلام سید اکرم رحمت دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کی ہیں۔ **واللہ ھو الموفق والمعین وبہ نستعین.**

ایک مدت گزر گئی کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ نکلا تھا جس کا نام ’’حقائق القرآن‘‘ تھا اور اسکا جواب غیر مقلدین کی طرف سے بھی شائع ہوا تھا اور اہل سنت نے بھی بہت سے اجوبہ دیئے تھے۔

پھر دوبارہ جب کہ نومبر ۳۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا سالانہ

جلسہ ہونیوالا تھا اسوقت ایک اکرام الحق نامی عیسائی یا مرزائی یا ''**لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء**'' نے کھلی چٹھی بنام علماء کرام شائع کی جسمیں ہو بہو وہی اعتراضات حقائق القرآن کے حوالہ سے لکھ کر احناف کو ڈرایا تھا کہ یا تو جواب شافی دو ورنہ میں مرزائی یا عیسائی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اسی وقت بہت سے اجوبہ شائع ہوئے جلسہ میں بھی علماء کرام نے مختصر جوابات دیئے۔ مگر احباب کا برابر اصرار رہا کہ جوابات مفصل براہین واضحہ کے ساتھ شائع کئے جائیں مگر میں ٹلاتا رہا آخرش بزم تنظیم نے بزور درخواست کی کہ جوابات لکھے جائیں ہم شائع کریں گے لہٰذا اب مجھے ان اعتراضات کے جوابات کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ معترض میرے اجوبہ تسلیم کرے نہ کرے مگر میں ان شاء اللہ حتی المقدور ہر آیت کا جواب آیت سے اور حدیث کا جواب حدیث سے دونگا اور تہذیب کے دائرہ سے خارج کوئی لفظ اپنی قلم سے نہ نکالوں گا۔ آئندہ ہدایت یہ قدرت الٰہی میں ہے۔ **وما علینا الا البلاغ.**

تلخیص تمام اعتراضات کی یہ ہے کہ

ازروئے قرآن حضرت عیسیٰؑ سید اکرم ﷺ سے افضل ہیں اس دعویٰ کے ثبوت میں حوالہ جات قرآنی دیئے ہیں اوران ادلہ کی تعداد چودہ تک پہنچائی ہے۔ ہم معترض کے اعتراض کو عنایت کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرینگے اور جواب کے موقعہ پر شکریہ لکھیں گے اور جملہ اعتراضات کی تلخیص نقل کرینگے:

عنایت (۱) : حضرت مسیح کی پیدائش بے باپ کے معجزانہ تھی اس لئے وہ حضور ﷺ سے افضل تھے۔

شکریہ : میاں اکرام! آپ نے سخت غلطی کی ہے جو محض اس کی وجہ سے آپ عیسائی

بننے کو تیار ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے۔ عزیز من! معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی برگزیدہ نبی سے اسطرح کوئی فعل سرزد ہو کہ اس کے مقابلہ سے عوام عاجز آجائیں اور وہ قوت ان کی ذاتی نہ ہو بلکہ بعطاء الٰہی ان میں نظر آئے۔ مگر اس معجزہ کا فاعل بظاہر وہی نبی ہو۔

امر ولادت ایک ایسی چیز ہے جسکا تعلق پیدا ہونے والے سے نہیں بلکہ پیدا کرنے والے سے ہے اور جس کا ظہور خالق کی طرف سے ہو اسے مخلوق کی طرف منسوب کر کے معجزانہ کا دعویٰ کرنا محض خوش فہمی کی دلیل ہے بلکہ بموجب آیہ کریمہ ﴿**ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون**﴾ حضرت آدم کی صورت ولادت بجائے حضرت عیسیٰ کے زیادہ معجزانہ ہے لہٰذا عیسائی بننے کی تیاری نہ کیجئے بلکہ آدمی بننے کی فکر کیجئے کیونکہ آیہ مذکور میں صاف ارشاد ہے کہ بے شک عیسیٰ کی مثال مثل آدم کے ہے (کہ وہ بے باپ پیدا کئے گئے) اور آدم کو محض مٹی سے بنا کر حکم فرمایا تو وہ پیدا ہو گئے۔ یہاں ماں ہے نہ باپ۔

علاوہ ازیں شان تخلیق اب تک چار صورتوں میں نظر آئی ہے۔ **اول** درجہ یہ کہ بلا وساطت والدین جیسے آدم صفی اللہ علیہ السلام **دوسرے** بوساطت والدہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام **تیسرے** بوساطت مرد جیسے حوا (رضی اللہ عنہا) اور **چوتھے** بوساطت والدین جیسے تمام مخلوقات۔ اور غالباً یہی شان تخلیق خالق زمین و زماں کو زیادہ مرغوب ہے کہ اس صورت میں اپنے محبوب خاص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت فرمائی۔ پھر اگر معجزانہ تخلیق سبب شرافت و عظمت علی الخلائق ہے تو آدمی بننا پسند نہ ہو تو حوائی بنیئے کہ اور بھی زیادہ معجزانہ ہے کہ عادت اللہ کے خلاف ظہور ہوا ہے۔

اور پھر ناقہ صالح علیہ السلام کو سب سے افضل ماننا پڑے گا کہ وہ پتھر کی چٹان سے نکلا اور باہر آتے ہی بچہ دیا لہٰذا ناقئی بنئے اور اس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے: ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾

میاں اکرم! اعتراض کرتے یا کتاب حقائق قرآن پڑھتے وقت کچھ سوچا بھی ہوتا یوں ہی پکار بیٹھے کہ میں دلائل حقائق قرآن سے متاثر ہو چکا ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھو ہر فعل فاعل کی ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور مفعول پر اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شان سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرما کر بتایا کہ ﴿وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ہم نے مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بتائی ہے' نہ کہ حضرت مسیح کی شرافت بھی اس میں مضمر ہے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بہت سے کیڑے مکوڑے موسم برسات میں بلا ماں باپ وجود میں آتے ہیں وہ بھی افضل قرار دینے پڑینگے۔ امرود کے اندر گولر کے اندر خود بخود کیڑا ابھنگا پیدا ہوتا ہے تو یہ معجزانہ ولادت ہے۔ لہٰذا فرمایئے کہ یہ بھی سب سے حتیٰ کہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ واللہ الهادی.

عنایت (۲) : مسیح کی والدہ حضرت مریم کو سب جہان پر فضیلت ہے لہٰذا مسیح افضل ہیں۔

شکریہ : عزیز من! والدہ کی افضلیت سے مولود کی افضلیت کو کیا تعلق؟ اور اگر حضرت مریم کو آپ ﴿وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے تمام زمانہ کی عورتوں پر افضل مانتے ہیں تو عیسائی بنئے اور مرزائی ہونے کی کیوں ڈانٹ بتائی' مریمی ہونے کی دھمکی دی ہوتی۔ علاوہ ازیں ﴿طَهَّرَكِ﴾ کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا تاکہ آپ کو عرف عرب تو معلوم ہو جاتا۔ دیکھئے مفسرین نے عرف کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا ہے

وَطَهَّرَکِ مِنْ مَسِيسِ الرِّجَالِ یعنی مس ذکور سے پاک کیا ہے جوایک امر واقعہ کا اظہار قرار پاتا ہے۔علاوہ ازیں اس کے ماتحت مفسرین نے جس قدر اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی آپ کے دعویٰ کا مؤید نہیں۔ملاحظہ ہو پہلا قول تو مذکور ہو چکا علاوہ اس کے دو قول اور ہیں۔

ا...... قِيْلَ من المحيض. قَالَ السّدِیُ كانت مريم لا تحيض. یعنی پاک کیا تجھ کو اے مریم حیض سے۔علامہ سدی کہتے ہیں کہ حضرت مریم حائضہ نہیں ہوئیں۔

۲...... قِيْلَ من الذنوب. یعنی اور پاک کیا اللہ نے اے مریم تم کو گناہوں سے اور ﴿عَلٰی نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے ماتحت لکھتے ہیں: قِيْلَ عالَمِیُ زَمَانِهَا. وَقِيْلَ عَلٰی جَمِيْعِ النِّسَاءِ الْعَالَمِين فِیْ اَنَّها وَلَدَتْ بلا اَبٍ وَلَمْ يمكن ذالكَ لِاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ وَقِيْلَ بِالتَّحرير فِي المسجد لَم تحرر اُنْثٰی. یعنی بعض کہتے ہیں ان کے زمانہ کی عورتوں پر طہارت دی گئی۔بعض کہتے ہیں تمام زمانہ کی عورتوں پر طاہر ہوئیں اس لئے کہ بغیر مرد کے اولاد دی اور یہ بات زمانہ کی عورتوں میں نہیں۔بعض کہتے ہیں حمل میں آزاد ہونے کی وجہ سے طاہر ہوئیں۔پھر فرمایئے عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے کیا فضیلت۔سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے۔

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر
گل از خار است ابراہیم از آزر

اور اگر بفرض غلط ہم تسلیم بھی کرلیں تو عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی وجہ سے افضل ماننا پڑے گا اور سرکار ابد قرار روحی فداہ ﷺ کی وجہ سے ازواج مطہرات کو یہ شرف ملا کہ ارشاد ہوا ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ اے ہمارے نبی کی بیبیو! تم اور

عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور اس سے بڑھ کر یہ شرف محض حضور ﷺ کی وجہ سے ملا کہ ازواج مطہرات مومنین کی مائیں قرار پائیں اور صاف حکم آیا ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ﴾ یعنی ہمارے حبیب محمد ﷺ مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیبیاں انکی (یعنی مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ﴿وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا ج اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا﴾ ان کے بعد نکاح نہ کرو ان کی بیبیوں سے بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اور اگر ﴿طھرک﴾ کا مقابلہ منظور ہے تو لیجئے ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾ وہاں والدہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں مطہر تھیں یہاں بہ تصدق حضور ﷺ اہل بیت اطہار مطلقاً مطہر ہوئے۔

تو اب فیصلہ کر لیجئے کہ بموجب آپ کے دعویٰ کے عیسیٰ علیہ السلام نسبت ام کی وجہ سے باعظمت قرار پا رہے ہیں اور یہاں حضور سرور عالم ﷺ کی وجہ سے ازواج کو شرافت مل رہی ہے۔ ذرا انصاف سے فرمائیں کس میں افضلیت نکلی اگر اللہ انصاف دے تو صاف کہو گے کہ بے شک حضور ﷺ کی عظمت ثابت اور ہمارے ''حقائق قرآن'' کا دعویٰ باطل۔ اور پھر خود سید یوم النشور ﷺ کی شان میں ارشاد ہوا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ یعنی اے محبوب ہم نے تجھ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ **الناس** میں الف لام استغراقی ہے جو احاطہ افراد کا مقتضی ہے بنابریں بدء خلق سے قیام ساعت تک ہر متنفس رسالت میں حضور کا محتاج حتیٰ کہ انبیاء سابقین بھی خواہ یحییٰ ہوں یا موسیٰ۔ از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام نبوت و رسالت میں حضور کے دست نگر۔

اسی بناء پر محققین حضور کو ’’نبی الانبیاء‘‘ فرماتے ہیں اور خود حضور بھی سناتے ہیں انا امام الانبیاء ہم تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ علاوہ ازیں ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْآ اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ﴾ اور یاد کرو (اے محبوب اس واقعہ کو) جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ ’’النبیین‘‘ میں الف لام استغراقی بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ جمع پر الف لام مفید استغراق ہوتا ہے۔ بنابریں صاف ظاہر ہے کہ اتباع سید الرسل ہادی سبل جناب محمد رسول اللہ ﷺ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ‘ آدم ہوں یا یحییٰ‘ شیث ہوں یا شعیب، ابراہیم ہوں یا اسمٰعیل سب پر لازم ہوا۔ اور حضور ﷺ کی فضیلت تام اور شرف تمام واضح ولائح۔ نخل اور مزید برآں یہ کہ ہر نبی کی نبوت ہی اس امر پر موتوف ماننی پڑے گی کہ وہ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں اس عہد کا شریک ہو‘ عام اس سے کہ عیسیٰ، موسیٰ ہوں یا آدم و یحییٰ علیہم السلام۔ وللّٰہ الحمد۔ میاں اکرام! انصاف سے کہنا۔ کیا اب بھی تم مرزائی عیسائی ہونے کو تیار ہو؟ اگر زبان سے نہیں تو آپ کا ضمیر ضرور آپ کو ہمارے اس معروض کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا۔

عنایت (۳) : حضرت مسیح کی ولادت کے وقت خارق عادت امور ظاہر ہوئے درخت

خرمانے جو سوکھا ہوا تھا تر ہوکر تازہ کھجوریں دیں، چشمہ جاری ہوگیا۔ بموجب آیۂ کریمہ:
﴿فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾ یعنی تو اسے اس کے تلے (فرشتہ پکارا) کہ غم نہ کھا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

شکریہ: بے شک یہ خارق عادت امور ہوئے مگر نہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بلکہ قبل از ولادت عیسیٰ وقت دردزہ یہ امور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اگر ان آیات سے اوپر کی آیت پڑھ لی جاتی تو معاملہ صاف ہوجاتا ﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ اس کے بعد ہے ﴿فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ﴾ جسکا ترجمہ صاف بتارہا ہے کہ یہ واقعہ دردزہ کا ہے جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ لفظی ترجمہ یہ ہے پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔ تو (حضرت مریم) بولیں ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔ ﴿فناداها من تحتها﴾ تو اس سے اسی کھجور کے تلے سے فرشتہ پکارا کہ غم نہ کھا۔ الخ

دوسرے ان امور سے قدرت خداوندی کا اظہار ہوا یا کہ اعجاز مسیح کا قطع نظر اس کے ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ بے یارومددگار یتیم بچے کی پرورش ایسی شان سے ہوئی کہ باشاہوں کے شہزادوں کی بھی نہ ہوئی۔ دور نہ جائیے نور جہاں بیگم کے حالات ہی پڑھ لیجئے کہ وہ کیسے پیدا ہوئی اور جہانگیر بادشاہ کی کس طرح بیگم بنی۔ مختصر قصہ بھی سن لیجئے تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔

نور جہان کا دادا شاہ طہماسپ صفوی ۹۳۰ھ کے امراء سے تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ان کا خاندان زیر عتاب شاہی آ گیا۔ تمام جائیداد ضبط کر لی گئی چنانچہ نور جہاں بیگم کے والد مرزا غیاث اپنی بیوی کو لے کر جان بچا کر بھاگے۔ چونکہ بیوی پورے دنوں سے تھی‘ راستہ میں وضع حمل ہو گیا اور لڑکی پیدا ہوئی۔ ادھر تو بے خانماں بحالت بربادی نکلنا ہوا‘ ادھر اس بے سروسامانی میں لڑکی ہوگئی۔ اپنی جان ہی بھاری تھی‘ لڑکی کہاں لیجاتے۔ جنگل میں ڈال سپرد خدا کر آگے چل دیئے۔ حسن اتفاق پیچھے سے ایک قافلہ آ رہا تھا، اس کے میر قافلہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی، لاولد تھا، غنیمت جان کر اسے اٹھا لیا، دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی۔ اگلے قافلہ میں اسی لڑکی کی ماں دایہ مقرر ہوئی۔ مختصر یہ کہ شدہ شدہ دربادشاہی تک رسائی ہوئی اور لڑکی کا نام مہرالنساء رکھا گیا اور شیر افگن سے عقد کیا گیا اس کے قتل کے بعد جہانگیر کے محل میں آئی اور نور جہاں خطاب پا کر پردۂ جہانگیر میں ملکہ ہو کر حکمران ملک بنی۔ یہی حال اکبر بادشاہ کا ہے جو تواریخ میں آپ کو ملے گا۔

لہٰذا یہ امر بھی کوئی ایسا نہیں جسکی بناء پر حضرت سرور دو عالم ﷺ پر حضرت مسیح کو فضیلت دی جا سکے۔ پھر حضرت مسیح کی ولادت میں قرآن کے اندر کوئی خاص منقبت نہیں‘ برخلاف حضور کے متعلق کہیں ارشاد ہے ﴿**لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا**﴾ یعنی ہم احسان رکھتے ہیں مومنین پر کہ ان میں ہم نے رسول مطلق مبعوث فرمایا۔ کہیں ارشاد ہے ﴿**قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ**﴾ بے شک تم میں اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ اور روشن کتاب آئی۔ کہیں فرمایا ﴿**يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ**﴾ اے لوگو! بے شک تشریف لائے تم میں نصیحت مجسم تمہارے رب کی طرف سے اور شفا تمہاری

صدری امراض کی اور ہدایت ورحمت مومنین کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ ذرا کوئی بتائے تو کہ سوائے حضور ﷺ کے کسی نبی کے لئے رب العزت جل و علا تبارك وتعالیٰ نے یہ شان ولادت ثابت کی۔ میاں اکرم! انصاف شرط ہے۔ حسد وعناد سخن پروری مذہب پرستی دوسری چیز ہے اور حقیقت شناسی دوسری چیز ہے۔

عنایت (٤) : مسیح نے شیر خواری میں کلام کی لڑکپن میں ان کو کتاب ملی لہٰذا وہ حضور ﷺ سے افضل ہیں۔

شکریہ : اگر یہی معیار فضیلت ہے تو حضرت یحییٰ کو اس سے بڑھ کر فضیلت میں مانئے کہ یہاں دعویٰ مسیح ظاہر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿**قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا**﴾ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہے ﴿**یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ○ وَحَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً وَکَانَ تَقِیًّا**﴾ یعنی رب العزت فرماتا ہے۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے (یعنی یحییٰ کو) بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا۔ بنابریں اکرام میاں کو چاہیے اس اصول کے ماتحت یحیائی بنیں کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا یہاں خاص حکم یحییٰ علیہ السلام کی طرف ہوا۔ ﴿**وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ**......الخ﴾ سورۂ یوسف میں جو تذکرہ ہے یوسف علیہ السلام کی براءت کی شہادت شیر خوار بچے نے دی تھی لہٰذا اسے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل مانئے کہ یہ نبی ہو کر کلام کرتے ہیں۔ اور وہاں بغیر نبی ہوئے بول رہا ہے۔ جان عزیز! کیوں دھوکہ میں پڑ کو عوام کو دھوکہ میں ڈال رہے ہو۔ ذرا سمجھ کر میدان میں آیا کرو۔

احوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ امور معیار افضلیت نہیں بلکہ فضیلت

وافضلیت کے لئے وہ شان ہونی چاہیے جوحضور کے لئے وضاحتاً قرآن پاک میں جابجا مذکور رہے۔ ملاحظہ ہو۔

اول: حضور ﷺ کے صدقہ میں گناہگاران امت کی خطاؤں کی معافی کا صراحتاً وعدہ فرمایا گیا۔ ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ یعنی جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ آگے حضور ﷺ کو مومنین کے ہرمعاملے کا مختار کلی بنا کر ان کے فیصلے کو بخوشی قبول کرنے پر ایمان موقوف کیا جاتا ہے ﴿**فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی يُحَكِّمُوْکَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً**﴾ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں نیز جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور اسے مان لیں۔ کہیں حضور ﷺ کے دین کوتمام ادیان پر غالب کیا جارہا ہے اور حضور ﷺ کی وجہ میں حضور کی ہمراہی جماعت کے لئے اجرعظیم اور مغفرت کی بشارت دی جاتی ہے: ﴿**هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا o مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ**... الی... **مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْراً عَظِيْمًا**﴾ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت' آپس میں نرم دل (آخر آیت تک بیان

فرماتے ہوئے اخیر میں فرماتا ہے) جو ان میں ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں ان کے لئے وعدہ کیا اللہ نے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

کہیں حضور ﷺ کے ایذا دینے والوں کو اپنے ایذا دینے والا فرمایا حالانکہ اس قادر مطلق کو کوئی ایذا نہیں دے سکتا مگر غایت قرب ومحبت دکھانے کو ارشاد ہوا۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والا فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ﴾ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جنہوں نے حضور ﷺ کی غلامی اختیار کی ان کے لئے رضاء الٰہی کا ڈپلوما دنیا میں عطا ہوا۔ ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ﴾ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے فعل کو اللہ جل علا تبارک وتعالیٰ اپنا فعل فرمارہا ہے ﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾ اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

حضور ﷺ کے صدقہ میں مومنین کے مقاتلہ کو اللہ اپنا فعل فرمارہا ہے ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ﴾ تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

حضور ﷺ کا ادب اتنا زبردست تعلیم فرمایا گیا کہ کسی نبی کے لئے بھی یہ رتبہ نہ آیا

کہ نام لے کر بھی نہ پکارو بلکہ خطابات خاص سے ندا دو ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ہمارے رسول کو نہ پکارو ایسے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ دوسری جگہ وضاحتاً فرمایا ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ کے حضور آواز بلند کر کے بات کرنے کی ممانعت کی گئی ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ﴾ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب داں نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

اور کہاں تک کہوں کہیں شرح صدر کی بشارت ہے' کہیں اپنے فضل کے ساتھ اپنے حبیب کے فضل کو دکھا کر غنی کر دینا بتایا جا رہا ہے۔ یہ تو وہ مراتب ہیں کہ کسی نبی میں نہ ملیں گے۔

حضور ﷺ کو امر و نہی کا مالک بتایا ﴿مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا﴾۔ جو ہمارے حبیب تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں باز رہو۔ دیکھا آپ نے یہ ہے شانِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور سید یوم النشور ﷺ کے لئے یہ فضائل نہیں۔

رہا یہ کہ خالی ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ﴾ وغیرہ وغیرہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپ کو کتاب بچپن میں عطا ہوئی، یہ غلط ہے۔ اور اس وجہ سے غلط ہے کہ بوجہ لاعلمی اکرام میاں اس کے معنی ہی نہ سمجھے۔ اگر کسی اہل علم سے پوچھ لیتے' کبھی نہ کہتے۔ جبکہ عرف بلغاء و اہل لسان ہی یہ ہے کہ مستقبل جب یقینی ہو تو اس کو ماضی کے صیغہ سے ظاہر کیا کرتے ہیں اور اس کی نظائر بہت سی ہیں۔ جیسے ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ﴿وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر انجیل وغیرہ میں کہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت یہ دعویٰ فرما رہے تھے اس وقت ان کے لئے کتاب نازل ہو چکی تھی تو ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ بلکہ حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کو مہد مادر میں جب قوم نے دیکھا تو وہ متعجب ہوئی تو آپ نے شروع سے بعطاء الٰہی اس وقت کلام فرمایا اور اس میں بتایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں' خدا کا بیٹا نہیں اور مجھے کتاب و نبوت ملے گی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہدایت دے اور اگر انصاف ہو تو معاملہ صاف ہے۔

عنایت (۵) : قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح کو جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتہ آ کر اسے بجسم خاکی آسمان پر لے گیا اور کفار سے بچا لیا اور حضرت محمد ﷺ کو مخالفوں نے گھیرا تو کوئی فرشتہ نہ آیا' نہ ان کو آسمان پر اٹھایا لہٰذا مسیح افضل ہے۔

شکریہ : بے شک قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

اِلَیْہِ﴾ آیا مگر انصاف تو یہ تھا کہ اصل واقعہ صاف دکھاتے تا کہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑتا۔ اگر ٹھنڈے کلیجہ سے سنیں تو ہم عرض کریں۔ قرآن کریم میں ہے ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ﴾ یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر پایا تو بولے کون میرا مددگار ہوتا ہے اللہ کے لئے۔ حواریوں نے کہا ہم مددگار ہیں اللہ کے لئے۔ یہ شان تو عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اب حضور ﷺ کے مرتبہ کا اندازہ کیجئے کہ اللہ جل وعلا نے اس پاک ہستی کو وہ دلاوری وشجاعت وقرب عطا فرمایا کہ آپ کو اپنی مدد کے لئے فرشتہ تو فرشتہ کسی صحابی کی مدد کی بھی حاجت نہ تھی چہ جائیکہ آسمان پر جانے کے لئے دعا کرتے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾۔ اے حبیب اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے دنیا میں ہی قلب قوی عطا فرما کر دشمنوں میں اس شان سے رکھا کہ مکہ سے تشریف لاتے وقت چپہ چپہ پر دشمنوں کا ڈیرہ تھا۔ کوچہ کوچہ، گلی گلی حتیٰ کہ باب عالی تک محصور تھا مگر عصمت الٰہی میں رہ کر اس شان سے مدینہ آئے کہ وہیں مکہ کے غار میں رہے اور کفار غار کا گشت کرتے رہے مگر حضور ﷺ کا بال بیکا نہ کر سکے۔ میاں اکرام! احساس بغاوت پر حواریوں سے استمداد کرنے والا زیادہ رتبہ والا ہو سکتا ہے یا جان نثاروں کی جان نثاری دیکھتے ہوئے یہ کہنے والا کہ جاؤ مجھے میرے رب نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ ذرا انصاف کرو اور انصاف سے کہو کہ کیسی کہی۔ واہ میاں اکرام! آپ تو آپ ہی ہیں۔ آپ اگر واقعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کے قائل ہوئے تھے تو یہ قصہ نہ چھیڑا ہوتا، علاوہ ازیں اگر آپ کو فرشتہ کے نہ آنیکی ہی شکایت ہے تو اپنی معلومات کی کوتاہی کا شکوہ کیجئے۔ کیا آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔ ﴿وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾

حضور ﷺ کی مدد نہیں بلکہ حضور کے غلاموں کی امداد بصدق ذات محمد رسول اللہ ﷺ یوں کی گئی جس کا تذکرہ آیہ مذکورہ میں فرمایا یعنی بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔اس کے آگے اسی جگہ ارشاد ہے ﴿**اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ**﴾ یعنی جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔آگے اس فرمان محمدی ﷺ کی تصدیق میں ارشاد ہوتا ہے ﴿**بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ**﴾ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔آگے ایک مقام پر ارشاد ہے ﴿**اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ**﴾ یعنی جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے آگے۔یوم حنین کے واقعہ میں ارشاد ہے ﴿**ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ**﴾ پھر اللہ نے تسکین نازل فرمائی اپنے رسول اور مؤمنین پر اور وہ لشکر اتارا (فرشتوں کا) جو تم نہ دیکھتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔کہیے میاں اکرام! بس یا ابھی اور ضرورت ہے **واللہ الهادی** بخوف ضخامت رسالہ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ جتنے دلائل قرآنی درکار ہوں' حاضر کر سکتا ہوں اب ذرا ٹھنڈے کلیجہ انصاف کی نگاہ سے میرا رسالہ پڑھ کر فیصلہ کرنا۔آئندہ اختیار بدست مختیار۔

عنایت (٦) : مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آج تک محفوظ ہے حالانکہ اور کسی کا نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح محمد ﷺ سے افضل ہے۔

شکریہ : جسم کا محفوظ رکھنا رکھنے والے کی قدرت پر دال ہے یا رہنے والے کی فضیلت پر۔ برایں عقل و دانش اور کیا کہوں۔ کہیں آپ خفا ہو کہ غصہ کے بائیلر کو تیز نہ کرلیں۔ بھائی جان! جسم تو ملائکہ بھی رکھتے ہیں اور آج تک بدستور ہیں بلکہ ان پر تو کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں اور جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لا کر انتقال فرمائیں گے' ملائکہ اس وقت بھی بدستور رہوں گے۔ لہٰذا عیسائی مرزائی نہ بنئے اس لئے کہ مرزا صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرمائیں گے مگر ملائکہ بدستور رہیں گے اور آپ کے نزدیک معیار افضلیت یہ ٹھہرا کہ جو آسمان پر چلا جائے یا زندہ رہے وہ سب سے افضل ہے۔ حالانکہ دنیا میں بے جان چیزوں میں بہت سی چیزیں ایسی ملیں گی جن کی زندگی عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں بڑی ہے جیسے پہاڑ، آسمان، چاند، سورج، ستارے تو ان کو بھی حضرات انبیاء علیہم السلام پر آپ افضل مانیں گے۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ پھر ایسے لایعنی وجوہات پیش کرنے سے کیا فائدہ۔ جان عزیز! ذرا سوچو سمجھو ہوش میں آ کر بات کیا کرو' مذہبی نشہ میں اندھا دھند نہ بھاگا کرو اور اگر یہی ہے تو ﴿ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَةً ﴾ فرعون کے متعلق ہے اور اس کا ظہور بھی ہو گیا کہ آج اس کی لاش مصر کی میوزیم میں بتائی جاتی ہے۔

عنایت (٧، ٨) : مسیح نے جانوروں کو پیدا کیا حالانکہ پیدا کرنا خاصہ خداوندی ہے اور بیماروں کو، اندھوں کو، کوڑھیوں کو تندرست سونکھا بنایا، مردے زندہ کئے۔

شکریہ : صاحب قرآن تو یوں فرما رہا ہے ﴿قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ

الْقَهَّارِ﴾ یعنی اے حبیب فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی زبردست خالق وقہار ہے۔ ہاں خوب یاد آیا آپ غالباً اس آیت کے نہ سمجھنے سے دھوکہ میں پڑے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے ماذون ہونے کا ذکر ہے ﴿**اَنِّی اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْراً بِاِذْنِ اللهِ وَاُبْرِئُ الاَكْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللهِ**﴾ یعنی میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانور بن جاتا ہے اور میں بیماروں کی اچھا کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کام بحکم الٰہی کرتے تھے بلکہ پھونک دینا مسیح کا کام تھا مس فرمانا مسیح کا کام تھا اور اس پھونک اور مس میں اثر ڈالنا خدا کا کام۔ بنابراین نہ مسیح خالق ہوئے نہ شافی اور نہ خدا کی خدائی میں شریک۔

مجھے آپ کے اس دعوے پر ہنسی آتی ہے۔ برادرم ذرا انصاف سے کہنا اگر بادشاہ پھانسی کا حکم دے اور اس کی تعمیل کرنے والا اس حکم کو پورا کردے تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ محکوم بادشاہ ہو گیا۔ مجسٹریٹ کو، جسٹس کو مجاز ہوتا ہے سزا اور عفو کا مگر باذن بادشاہ۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مجسٹریٹ اور جسٹس خود بادشاہ ہیں۔ ذرا خوش فہمی کو علیحدہ کر کے تعقل کو استعمال کر کے وجہ ترجیح بتائی تھی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ علاوہ ازیں کیا انبیاء اس لئے آئے تھے کہ اندھی آنکھ والے کو تندرست کردیں، مردے کو زندہ کردیں، مٹی کے جانور پھونک سے اڑاتا ہوا دکھائیں۔ حاشا وکلا۔ انبیاء کے یہ کام نہیں بلکہ جو نبی جس قوم کے اندر آیا اسے اسی قوم کے مذاق کے مطابق معجزہ ملا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اس وقت ہوئی جب کہ جادوگری کے فن کا چرچا تھا۔ چنانچہ ان کے عاجز کرنے کے لئے آپ کو

جادو شکن معجزہ عطا ہوا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ﴿وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی﴾ اور تیرے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور یہی میرے اس میں کام ہیں۔ ﴿قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴾ فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو آپ نے اسے ڈال دیا تو جب ہی وہ اڑتا ہوا سانپ ہوگیا۔ پھر ارشاد ہوا ﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی﴾ اسے پکڑ لے اور اس سے نہ ڈر واب ہم اسے پھر پہلی طرح کا کردیں گے۔ ﴿وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی﴾ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے، یہ ایک اور نشانی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلائیں۔ فرعون کے پاس جا اس نے سرکشی کی ہے۔ چنانچہ اسی معجزہ کے اظہار کا واقعہ دوسری جگہ مذکور ہے۔ ﴿فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ﴾

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت یونان کا چرچا تھا تو حکماء میدان حکمت میں آکر کوس **لمن الملک** بجایا کرتے تھے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور حکماء کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ دیا جس کا مقابلہ حکماء زمانہ نہ کر سکے یعنی محض مس کرنے سے مادر زاد اندھے کا سوانکھا ہو جانا، وغیرہ وغیرہ، مردے کا جی اٹھنا۔ زمانہ سرور دوعالم ﷺ میں فصاحت و بلاغت کے دریا امنڈ رہے تھے۔ علمی مذاق کا ستارہ اوج پر تھا تو حضور کو ان کے عاجز کرنے کے لئے وہ معجزہ عطا ہوا کہ فصحاء و بلغاء عرب دبے لچے رہ گئے

اور میدان فصاحت میں آ کر دعویٰ کرنے کی بجائے گوشہ، عجز میں جا بیٹھے اور خدا نے اپنے محبوب کی زبان سے علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ کہلوا دیا۔ ﴿**قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَاْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا**﴾ یعنی اے حبیب! علی الاعلان کہہ دیجئے کہ اگر جن اور انس اس پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن پاک کی مثل لائیں تو نہ لاسکیں گیا گرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ اور یہ معجزہ قیامت تک کے لئے واضح دلائل طور پر قائم ہے۔ اعجاز ہائے عیسوی ان کی ذات کے ساتھ تھے معجزات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ پھر کفار نے جب کوئی جدید معجزہ انبیاء سابقین کے معجزوں سے بڑھتا چڑھتا مانگا تو حضور نے علی الفور دکھایا۔ جیسا کہ شق قمر، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے ﴿**اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ**﴾ یعنی قریب ہوگئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے پرانا۔ ﴿**وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ**﴾ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ کفار نے حضور ﷺ سے کوئی معجزہ طلب کیا اور حضور ﷺ دکھا نہ سکے یا دکھانے میں اپنی معذوری ظاہر کی تو اگر آپ قرآن سے دکھائیں گے تو ان شاء اللہ ہم قرآن سے جواب عرض کریں گے اور اگر آپ حدیث سے دکھائیں گے تو ہم احادیث سے جواب نذر کریں گے۔

عنایت (۹) : قرآن کریم میں ذکر ہے کہ لوگ جو کچھ گھروں میں کھاتے یا رکھتے تھے حضرت مسیح ان کو بتا دیتے تھے یہ علم غیب کی صفت ہے جس میں مسیح شریک ہے۔ ثابت

ہوا کہ مسیح افضل ہے۔

شکریہ :جی ہاں ﴿**وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَاتَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ**﴾ میں یہی ذکر ہے مگر افضلیت تو جب ثابت ہوتی جب کہ مسیح تو یہ بتادیتے اور حضور سید یوم النشور ﷺ نہ بتاتے۔ اب ذرا آپ سنبھل کر بیٹھئے اور گوش ہوش کے ساتھ مسموع فرمایئے اور سمجھئے کہ حضور کی کیا شان علم ہے۔ مگر قبل اس کے کہ میں حضور کی وسعت علم آپ کو دکھاؤں یہاں پر عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اس صورت میں بھی آپ کو آدمی بننا چاہیے تھا' نہ کہ عیسائی۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو گھر میں جو لوگ کھاتے اسے بتادیتے یا جو کچھ جمع کرتے وہ بتاتے اور آدم صفی علی نبینا و علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے ﴿**وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ**﴾ ملائکہ کے مقابلے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے سکھائے تمام اشیاء کے نام۔ پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں اور کہا سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتادو تو عرض کرنے لگے۔ پاکی ہے تجھ سے۔ مگر ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ آگے ارشاد ہے ﴿**قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ** ......الخ﴾ فرمایا اے آدم تم بتادو انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے تو فرمایا ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جانتے ہیں الخ۔ اور سمجھ لیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اشیاء میں سے صرف کھانے اور جمع کرنے کا علم رکھتے تھے اور آدم علیہ السلام سب کچھ اشیاء کو جانتے تھے تو آدم افضل ہونے چاہئیں۔ تو اس اصول کی بناء پر جناب کو آدمی بننا ضروری ہے۔ اب لیجئے وہ دلائل جو وسعت علم مصطفےٰ ﷺ کے لئے قرآن پاک میں ہیں اگرچہ کہ سب نہیں کہ رسالہ مختصر ہے لیکن مختصر میں مختصر عرض کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو خود دعویٰ کیا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے اور یہاں حضرت سرور دو عالم ﷺ کی وسعت علم کے متعلق خود خدا جل وعلا قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا﴾ یعنی بیشک اے حبیب ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور ہیں۔ شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے تو وہ بیشک شاہد ہیں اور جو شاہد ہے وہ بلاشک وشبہ حاضر ہے اور جو حاضر ہے وہ یقیناً ناظر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَکَذٰلِکَ نُرِیْۤ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان وزمین کی تو جس چیز کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانا جائے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں اور نہ سلطنت ہی سے خارج' تو آسمان وزمین کی تمام مملکت ابراہیم علیہ السلام کی زیر نظر ہوئی اور نُرِیْ فرمانے اور اَرَیْنَاہُ فرمانے میں خاص حکمت روشن طریق پر واضح ہے اس لئے کہ اَرَیْنَا میں انقطاع کا وہم ہے اور نُرِیْ بقا اور تجدید پر دال۔ تو ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام دیکھتے تھے اور تمام سلطنت الٰہیہ دیکھتے رہیں گے۔ اب کذٰلِک اسم اشارہ کا مشار الیہ سوائے حضور سید یوم النشور ﷺ کون

ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ﴾ کا یہی ہوا کہ ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو۔ ایسے ہی کیا معنی؟ وہ دوسرا کون ہے۔ جس کے دکھانے کی تشبیہ دی گئی وہ مشبہ بہ یقیناً حضور سرور عالم سید اکرم ﷺ ہی ہیں اس لئے کہ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ میں حضور ﷺ ہی تمام انبیاء کی تبلیغ حقہ کی شہادت میں روز قیامت بلائے جائیں گے۔ چنانچہ لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان کر کے لائیں۔ تو حضور ﷺ کو سب پر گواہ اس وقت تک لانا بے کار قرار پائے گا جب تک کہ حضور کو شاہد نہ مانا جائے اور شاہد اس کو تسلیم کیا جا سکتا ہے جو مشاہدہ کرنے والا ہو بنابرایں ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فقط گھر میں جو کچھ کھایا جاتا تھا اسے بتا دیتے تھے اور جو وہ خزانہ جمع کرتے وہ بتا دیتے تھے۔ سرکار مدینہ سید الانبیاء ﷺ اپنی تشریف آوری سے پہلوں کا مشاہدہ بھی فرما رہے تھے اور تشریف لا کر سب کا مشاہدہ کیا' تشریف لے جا کر قیامت تک مشاہدہ کرتے رہیں گے۔ فرمایئے میاں اکرام! کس کی وسعت علم زیادہ ہوئی اور سنئے حضور سید اکرم ﷺ کو وہ روشن کتاب ملی کہ جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور یہ امر تو ناقابل انکار ہے جس پر کتاب آئی ہو وہ اس کے علم سے بے خبر ہو مگر نہیں قرآن ہی فرماتا ہے ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ اس کا پڑھانا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جس سے کتاب ملی اسی سے پڑھی اس کتاب کی شان یہ ہے کہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی اے حبیب ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔ اس سے زیادہ اور فرمایا ﴿وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ

اِلَّا فِی کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے' نہ خشک وتر مگر روشن کتاب میں ہے یعنی قرآن کریم میں۔ پھر سورہ فتح میں ﴿وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ﴾ فرما کر مہر لگا دی کہ ہم نے اپنی تمام نعمتیں تم پر ختم کردی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علم اور ہر قسم کا علم' نعمتوں میں سے ایک زبردست نعمت ہے لہٰذا جہاں انبیاء کو بقدر حاجت تھوڑا تھوڑا دیا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اتنا دیا کہ گھر کا خزانہ اور کھانے بتادیں۔ سرکار مدینہ ﷺ پر تمام خزانے ختم فرمادیئے۔ دوسری جگہ یہی فرمایا ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ پھر کہاں تک دلائل پیش کروں۔

کہیں ارشاد ہے ﴿وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ ہمارے حبیب غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾ اے حبیب ہم نے سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا زبردست فضل ہے اور لیجئے صاف اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ﴾ یعنی وہ جو غلامی کریں گے اس رسول امی کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع کریگا اور ستھری چیزیں ان پر حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں انہیں حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے' اتارے گا۔ دیکھا آپ

نے یہ شان اس نبی امی ﷺ کو ہی ملے گی۔ عیسائیوں کے پھندے بھی اس پاک ہستی نے کھولے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نہ معلوم کیا کیا الزامات کے پھندے لگا دیئے گئے تھے۔ بقدر ضرورت اس عجالہ میں اس مختصر پر کفایت کرتا ہوں۔ اب اگر تحقیق حق فی الواقع منظور ہے تو اصالتاً تشریف لائیں اور نہایت آزادانہ طریق سے جو شبہات ہوں فرمائیں اور سمجھ کر جائیں اور اشتہار بازی سے باز آئیں کہ حقیقتاً یہ طریقہ سمجھنے کا مفید نہیں۔ اس لئے کہ جواب دینے والا ہر ایک انسان ایک مزاج نہیں رکھتا کوئی غصہ میں لکھے گا' کوئی الزامی جوابات دے کر ٹال دیگا' کوئی تحقیق حق سے دور ہو کر بے نقط سنانے پر اتر آئے گا۔ جب آپ سامنے ہونگے ٹھنڈے دل سے باتیں ہونگی اور یقین ہے کہ ان شاء اللہ آپ کی تشفی کے قابل جواب حاضر کئے جائیں گے۔ آئندہ آپ کی مرضی۔

عنایت (۱۰) : قرآن مجید میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی بابت یہی حکم ہے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ﴾ اور ﴿وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾ مگر مسیح کی بابت گناہ کا کوئی ذکر نہیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہیں۔

شکریہ : یہاں تو آپ بہت ہی دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اور بوجہ کم علمی آپ محاورہ عربی تک کا عبور نہ کر سکے۔ یا بالفاظ دیگر آپ کی خوش اعتقادی کا بہاؤ آپ کو ادھر بہا لے گیا۔ جناب من! قرآن کریم نے تو کسی نبی کو بھی گناہ گار نہیں کہا اور نہ نبی گنہگار ہو سکتا ہے۔ اسلام کا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ ہر نبی خواہ عیسیٰ ہوں یا موسیٰ' آدم ہوں یا یحییٰ' معصوم عن العصیان ہیں۔ اب رہے وہ تذکرے جن سے آپ دھوکہ میں پڑے ان میں کہیں گناہ کا ذکر نہیں۔ ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ نے وعصیٰ آدم کے معنی ہی نسیان کے کر دیئے۔ اسی طرح جتنے انبیاء کے متعلق تذکرے ہیں ان کی

صفائی خود قرآن پاک نے فرمائی ہے چونکہ یہاں اس کا تفصیلی تذکرہ مبحث کی ضرورت سے زائد ہے اس لئے اسے کسی دوسرے موقعہ پر عرض کروں گا اب تو مابہ النزاع ﴿**واستغفر لذنبک**﴾ اور ﴿**ووجدک ضالا**﴾ والی آیتیں ہیں لہٰذا ان کا جواب عرض ہے۔ میاں اکرام! اعتراض سے متاثر ہوتے وقت آپ کو اصطلاحات پر بھی عبور کر لینا تھا مگر افسوس کہ آپ نے یکطرفہ فیصلہ سن کر اثر قبول کر لیا۔ قرآن کریم میں بہت سے مواقع ہیں جہاں مخاطب حضور سید یوم النشور ﷺ ہیں اور مقصود دوسرے عوام کو حکم پہنچانا ہے۔

چنانچہ مثال کے لئے چند عرض کرتا ہوں ﴿**یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ بِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ**﴾ یعنی اے محبوب! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو ﴿**وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَاتُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ**﴾ اور اپنے رب سے ڈرو اپنی عورتیں اپنے گھروں سے نہ نکالو دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿**یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَاتُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ**﴾ یعنی اے محبوب اللہ کا خوف رکھو اور کافروں اور منافقوں کی نہ سنو۔ علاوہ اس کے اور بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں۔ اسی طرح ﴿**وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ**﴾ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (اس لئے کہ آپ کی سفارش ہمارے ہاں خصوصیت سے مقبول ہے) جیسا کہ ہم اول ذکر کر آئے ہیں۔ ﴿**فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ**﴾ قطع نظر اس کے کہ ہمارے یہاں مفسرین بھی قریب قریب یہی بتا رہے ہیں چنانچہ صاحب معالم فرماتے ہیں: **امر بالاستغفار مع انه مغفور له لیستن به امته**. یعنی حکم استغفار بظاہر حضور کو ہوا باآنکہ حضور مغفور و معصوم ہیں یہ اس لئے کہ امت کو

تعلیم مل جائے اور سنت محبوب بن جائے۔صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: **ان المراد توفیق العمل الحسن و اجتناب العمل السیء و وجھه ان الا ستغفار طلب الغفران و الغفران ھو الستر علی القبیح و من عصم فقد ستر علیه قبائح الھوٰی** یعنی اس سے مراد توفیق عمل حسن اور اجتناب عمل مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار طلب غفران ہے اور غفران قبائح سے مستور ہونے کو کہتے ہیں اور جو معصوم ہوا وہ یقیناً مستور عن القبائح ہوگیا۔

اور اگر آپ گرائمر جانتے ہیں تو ان جھگڑوں میں ہی نہ پڑتے اس لئے کہ اس کے قاعدہ سے اس آیت کا مفہوم بالکل ہی ہمارے مذکورہ ترجمہ کے موافق ہوتا ہے اور حسب موقع آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔

﴿**وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ**﴾ اس کی ترکیب نحوی یہ ہوتی ہے: (**و**) عاطفہ، (**استغفر**) امر حاضر معروف فعل با فاعل، (**لذنبک**) میں (**ل**) جار، (**ذَنْب**) مضاف، (**خواص**) مضاف الیہ مضاف (**محذوف**) ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ (**ذنب**) مضاف کا ہوا، پھر مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور (**ل**) جار کا ہوا جار مجرور مل کر معطوف علیہ ہوا۔اب (**للمومنین**) کو لیجئے۔واؤ حرف عطف، (**ل**) جار، (**مؤمنین**) معطوف علیہ۔(**و المؤمنٰت**) واؤ عطف، (**مؤمنٰت**) معطوف۔معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل امر (**استغفر**) کا۔فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اس ترکیب نحوی کے اعتبار سے وہی معنی صحیح بنتے ہیں جو ہم لکھ آئے ہیں اور ان معنی کے اعتبار سے آپ کے ''حقائق قرآن'' کا اعتراض ہی محض لایعنی ہو جاتا ہے اور مزید اطمینان کے

لئے آپ کی بائبل ۔ اے توبہ۔ عیسائیوں کی بائبل سے بھی نظیر پیش کئے دیتے ہیں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نبی کو مخاطب کر کے قوم مراد لینا پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ بائبل میں ہے اے اسرائیل سن ۔ استثنا ۳/۶، اس سے مراد قوم ہے نہ کہ خود اسرائیل مختصراً جواب عرض کر دیا ہے اور تفصیل کی حاجت ہو تو میں پھر عرض کروں گا کہ تشریف لے آئیں اور سمجھ جائیں اشتہار بازی محض بازی ہے اس سے اجتناب کریں۔ اب رہا ﴿**وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰى**﴾ اس کے متعلق پہلے آپ لفظ **ضال** کا استعمال سمجھ لیجئے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے **ضال** کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں یہ **ضَلٌّ** سے ہے اور ضلال کے معنی **عدول عن الطريق المستقيم** کے ہیں اور جس جگہ یہ معنی لئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل مثال سے آپ سمجھ سکیں گے ﴿**مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا**﴾ یعنی جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔ اور ضلال **عدول عن المنهج** کے معنی میں بھی آتا ہے عام اس سے کہ عمداً ہو یا سہواً کم ہو یا زیادہ۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں: **كونـنا مصيبين من وجه و كونـنا ضالين من وجوه كثيرة.**

اور کبھی لفظ ضلال محض خطا کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت ضلال انبیاء کی طرف بھی کی گئی اور کفار کی طرف بھی کی۔ اور بمعنی استغراق فی المحبت بھی۔ اور اس میں بون بعید ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے بیٹوں نے کہا۔ ﴿**اِنَّکَ لَفِىْ ضَلٰلِکَ الْقَدِيْمِ**﴾ ﴿**اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ**﴾ یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں اور بے شک ہمارے باپ شفقت یوسف میں کھلم کھلا ہیں۔ محض سہو کے معنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿**قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ**﴾ میں

نے وہ کام کیا ایسے حال میں کہ مجھے اس کے راہ کی خبر نہ تھی۔ اور ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ یعنی کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلا دے۔ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ میں بھی یہی معنی بنتے ہیں کہ اے حبیب! ہم نے تمہیں اپنی محبت میں ازخود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اس لئے کہ ضلال بمعنی شفقت بھی آتا ہے اور بمعنی عدول عن المنہج بھی اور عدول عن طریق المستقیم بھی۔ پھر حسب موقعہ سیاق کلام سے اس کے معنی ارباب زبان سمجھتے ہیں۔ آپ نے بے سوچے سمجھے یوں ہی معنی گھڑ لئے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل آیات میں بھی علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں جو آپ کی ضیافت علمی کے خیال سے نذر ہیں۔ ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾ اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے حکم ہیں۔ ﴿فَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ﴾ تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکہ دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں۔ ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ ﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ﴾ اور کافروں کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ﴾ اور بولے جب ہم مٹی میں مل جائیں گے۔ ﴿اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ﴾ یعنی کیا نہ کر دیا ان کا مکر ہم نے باطل۔ تو اب سمجھ لیجئے کہ ضلال، ضال، ضل کے معنی حسب موقعہ باطل ہونے، مٹی میں ملنے، شفقت پدری کرنے، محبت وطلب میں ازخود رفتہ ہونے، سہو کرنے، گمراہ ہونے، غفلت میں پڑنے، اپنے منصب سے

بے خبر ہونے وغیرہ وغیرہ کے آتے ہیں۔ تو آپ نے گمراہ کے معنی کی تخصیص کس دلیل سے کرلی؟ ذرا انصاف بھی تو کیا کیجئے۔ محض مذہبی طرفداری میں اندھا دھند لکھ مارنا، انصاف کے خلاف ہے۔ **واللہ الھادی.**

عنایت (۱۱): حضرت سرور عالم ﷺ عرصہ ہوا فوت ہوگئے اور مسیح ابھی تک زندہ ہے اور قرآن کہتا ہے زندہ مردہ برابر نہیں۔

شکریہ: اس کا جواب ہم اول (۶) میں دے آئے ہیں بلکہ عنایت (۱۱) حقیقتاً محض عنایت ہے کہ تعداد بڑھ جائے ورنہ بعینہ وہی (۶) کی عنایت ہے مگر میاں اکرام نے اس کا نمبر علیحدہ گنا ہے۔ جان عزیز! آپ ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ سے یہ تو اعتراض جڑ بیٹھے۔ مگر یہ بھی سوچا کس چیز میں برابر نہیں باعتبار دنیا برابر نہیں یا روحانیات میں یا فضیلت وافضلیت میں۔ اور اگر بزعم سامی ایسا ہی ہے تو سنبھل کر بتائیے کہ بموجب عقائد عیسویت حضرت مسیح جب مرکر تین روز قبر میں پڑے رہے تھے (معاذ اللہ) اس وقت ان کے شاگرد جو زندہ تھے وہ حضرت مسیح سے افضل تھے یا نہیں؟ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً عیسائی یہی کہیں گے کہ شاگرد افضل نہیں تھے۔ تو کہئے پھر یہ اعتراض کس جگہ رکھا جائے۔ ذرا ہوش سے بات کیا کیجئے۔

(نوٹ) یہ نمبر ہم ۱۹۱۴ء کے مطبوعہ اشتہار سے لے رہے ہیں اور میاں کی کھلی چٹھی میں یہ نمبر ۱۳ ہے۔

عنایت (۱۲): از روئے مسلمات اسلام قریب قیامت مسیح بنی آدم کی رہبری کے لئے آئیں گے۔ جب اول آخر مسیح ہادی ٹھہرا تو ثابت ہوا مسیح افضل ہے۔

شکریہ: آپ کا اعتراض تو ہم نے سن لیا مگر یہاں آپ پر اعتراض آتا ہے وہ یہ کہ آپ تو

قرآن کے سوا احادیث کو مانتے نہ تھے پھر یہاں احادیث کو مسلمات اسلام قرار دے کر کیوں سامنے آئے اور جب آئے تھے تو انہیں مسلمات کو بغور پڑھ لیا ہوتا آپ کو انہیں میں یہ بھی مل جاتا کہ مسیح کس حیثیت سے آئیں گے اور کن احکام محمد رسول اللہ ﷺ کی تعمیل کریں گے اور وہ مستقل رسول بن کر آئیں گے یا بہ حیثیت محکوم۔

جناب من! اصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے ان احکام کی زمانہ اخیر میں آکر تعمیل کریں جو چودہ سو برس قبل حضور صادر فرماگئے ہیں حتیٰ کہ امامت بھی وہ نہ کریں بلکہ سرور عالم ﷺ کے امتی امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اقتداء میں نماز پڑھیں با آنکہ حضرت مہدی ان کے مرتبہ رسالت سابقہ کا وقار کرتے ہوئے انہیں امامت کے لئے کہیں، مگر حضرت مسیح فرمادیں۔ نہیں حضور سید یوم النشور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **اِمَا مُکُمْ مِنْکُمْ تَکْرِمَۃَ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ** تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا یہ اکرام واعزاز ہے اس امت کے لئے۔ اب وہ حدیث بھی سن لیجئے جسے آپ مسلمات اسلام کے نام سے فرمارہے ہیں۔ **وھوھذا**۔

مسلم شریف۔ مطبوعہ مصر، جزء ثانی، کتاب الفتن میں حضرت نواس ابن سمعان کلابی سے مروی ہے: **ذَکَرَ رسول اللہ ﷺ الدجال ذات غداۃ فخفض فیہ ورفع حتیٰ ظنناہ فی طائفۃ النخل فلما رحنا الیہ عرف ذالک فینا فقال ماشانکم قلنا یا رسول اللہ ذکرت الدجال غداۃ فخفضت فیہ ورفعت حتی ظننا ہ فی طائفۃ النخل فقال غیر الدجال أخوفنی علیکم ان یخرج وأنا فیکم فاناحجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤحجیج نفسہ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علیٰ کل مسلم انہ شاب قطط عینہ طائفۃ کأنی**

اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فأثبتوا قلنا يارسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما. يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كأيامكم قلنا يارسول الله فذالک اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدروا له قدره فقلنا يا رسول الله وما اسراعه في الارض قال كالغيث استدبرته الريح فياتى علىٰ القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرا واسبغه ضروعا وأمده خواصر ثم يأتى القوم فيدعو هم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شىء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها أخرجى كنوزک فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل وجهه ويضحک فبينما هو كذالک اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة البيضاء الشرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفية علىٰ اجنحة ملكين اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الا مات ونفسه ينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتىٰ يدركه بباب لدٍ فيقتله. یعنی ایک روز صبح کے وقت حضور ﷺ نے دجال کا ذکر اس جوش سے بیان فرمایا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ دجال مدینے کی کھجوروں میں آپہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ہمارے چہرے پر آثار پائے۔ فرمایا

تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا، حضور نے دجال کا ذکر ایسی اونچ نیچ سے بیان فرمایا کہ ہم کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ فرمایا علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا مجھے تمہارے لئے خوف ہے۔ تو وہ اگر میرے سامنے آ گیا تو میں تمہارا ناصر و مددگار ہوں۔ اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ محافظ ہے۔ وہ یعنی دجال جوان اور گٹھے ہوئے بدن کا ہے، ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوگی مثل ٹنیٹ کے۔ میں اس کی تشبیہ عبدالعزیٰ بن قطن یہودی سے دے سکتا ہوں جو شخص تم میں سے اس کو پائے اس سے محفوظ رہنے کے لئے سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے۔ وہ شام و عراق کے درمیانی راستہ سے نکلے گا اور گرد و نواح میں فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اے خدا کے بندو! اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کی حضور ﷺ وہ زمین پر کتنے دن ٹھہرے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ پہلا دن ایک برس کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینے کا، تیسرا دن ہفتہ بھر کا باقی ایام مثل معمولی دنوں کے ہوں گے۔

ہم نے عرض کی حضور! وہ دن جو ایک برس کا ہوگا یا مہینہ اور ہفتہ کا، اس میں ہم کو پانچوں وقت کی نمازیں ہی کافی ہوں گی؟ فرمایا انہیں اندازہ کر کے برس دن کی نمازیں پڑھنا۔ (اور ایسی ہی مہینہ اور ہفتہ میں) ہم نے عرض کی حضور وہ چالیس دن میں تمام زمین پر کیسے پھر جائیگا؟ فرمایا جیسے ابر ہوا کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے۔ پھر وہ ایک قوم پر آ کر اپنی خدائی کی دعوت دے گا وہ قوم اس پر ایمان لے آئے گی۔ پھر وہ آسمان کو جب حکم بارش دیگا تو اتنا مینہ برسے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے مویشی خوب موٹے تازے ہو کر دودھ سے تھن بھرے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آ کر اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کرینگے ان کے پاس جو کچھ رہا سہا ہوگا سب نیست

ونابود ہوجائیگا۔ پھر دجال جنگل میں جا کر زمین کے خزانوں کو باہر نکلنے کا حکم دے گا تو بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائیں گے جیسے یعسوب شہد کی مکھیوں کی بادشاہ کے پیچھے مکھیاں لگی رہتی ہیں۔ پھر وہ ایک جوان کو بلا کر تلوار سے قتل کرے گا اور دونوں ٹکڑے ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئیگا اس وقت میں اچانک اللہ عیسیٰ بن مریم کو دنیا میں بھیجے گا اور وہ سفید مینارہ مشرقی دمشق پر دو عصا بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہتھیلی رکھے اس طرح اتریں گے کہ جب آپ سر نیچا کریں بالوں سے پانی ٹپکے اور جب سر اونچا کریں موتیوں کی طرح قطرے گریں۔ اس وقت جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا پہنچے گی ہلاک ہوگا۔ اور آپ کا سانس منتہائے نظر تک پہنچے گا۔ جب دجال کو آپ کی خبر پہنچے گی وہ بھاگے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو باب اللہ پر (مکہ معظمہ کے قریب ہے) قتل کریں گے۔ الی اخرہ.

اس حدیث میں طول زمان کے تذکرے پر مرزائی صاحبان تاویل کرتے ہیں کہ دن سال بھر کے برابر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سال بھر کا کام ایک دن میں ہونے لگے' مگر اس حدیث میں واضح طور پر نمازوں کو معمولی دنوں کے حساب سے پڑھنے کی ہدایت نے یہ تاویل رد کر دی ہے۔ دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا نقشہ اس شان سے کھینچا ہے کہ کسی قسم کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اور چند احادیث بتا تا چلوں جس سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول محض ان خدمات کیلئے ہوگا جس کا حکم حضور سید کونین ﷺ فرما گئے ہیں پھر اگر حاکم اعلیٰ کسی خدمت کو اپنے ماتحت کے سپرد کر جائے تو عقلاء میں اس ماتحت کو حاکم اعلیٰ سے افضل نہیں مانا کرتے لہذا آپ ہی تعقل سے کام لیکر اپنی ضمیر سے

فیصلہ کریں کہ آپ نے کیا اعتراض پیش کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے بہ حیثیت حاکم عادل اور وہ صلیب توڑیں گے اور سور کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور جزیہ موقوف کر کے اسلام کی دعوت دیں گے اور مال بکثرت ہوگا حتیٰ کہ خیرات لینے والا نہ ملے گا اور (رغبت الی اللہ سے) ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر قرآن سے سند چاہو تو پڑھو! ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (متفق علیه) یعنی کوئی اہل کتاب نہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان قبول کر لیں گے۔ اصل حدیث یہ ہے: **قال رسول اللہ علیه وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتیٰ لایقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا ومافیها ثم یقول ابوهریرة فاقرؤا ان شئتم ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾** (الأیة) اور دوسری روایت بخاری مسلم میں ہے۔ **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم** یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب نازل ہوں گے ابن مریم تم میں اور تمہارا امام تم میں سے ہو اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت ہوگی حق پر مقاتلہ کرتی اور غالب رہتی قیامت تک۔ فرمایا پھر نازل ہوں تم میں عیسیٰ بن مریم پھر اس جماعت حقہ کا امیر کہے آئیے نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں نہیں تمہارا بعض تمہارے کا امیر ہے یہ اعزاز دیا ہے اللہ جل وعلا نے

اس امت کو۔اصلی حدیث یہ ہے **لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیٰمة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعضٍ امراء تکرمة الله هذه الامة (رواه مسلم)** اب تو میرا خیال ہے میاں اکرام کو اطمینان ہو گیا ہوگا اور سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس شان سے آئیں گے اور مسلمات اسلام سے حاشیہ نووی یہی ہے۔ چنانچہ اس میں علامہ امام نووی فرماتے ہیں۔ ''امام قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک حق وصحیح ہے اس لئے کہ اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں اور جب اس کے ابطال پر کوئی دلیل عقلی ونقلی موجود نہیں تو اثبات اس کا واجب ہوا۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ فرقوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے نزول مسیح کا انکار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ احادیث قابل رد ہیں بموجب آیت کریمہ **و خاتم النبیین** اور حدیث **لانبی بعدی** اور باجماع مسلمین کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ شریعت نبوی ﷺ قیامت تک ہمیشہ رہنے والی ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی مگر یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ نبی ہو کر ایسی شریعت کے ساتھ اتریں گے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو اور نہ ان احادیث میں نہ ان کی غیر میں ایسا مضمون ہے بلکہ یہ احادیث اور وہ جو کتاب الایمان وغیرہ میں گزری ہیں کہ وہ حکم وعادل ہو کر اتریں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور جو کچھ لوگوں نے امور شریعت سے چھوڑ دیا ہوگا اس کو زندہ فرمائیں گے۔ اصل عبارت بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی۔ **من شاء فلینظر فیه.**

عنایت (۱۳) : حضرت مسیح قیامت سے پہلے آکر دجال کو ماریں گے تمام اہل کتاب ان

پر ایمان لائیں گے معلوم ہوا کہ مسیح خاتم النبیین اور افضل ہیں۔

شکریہ: اگرچہ اس کا جواب بھی شکریہ (۱۲) میں آچکا ہے مگر چونکہ ہم میاں اکرام کی خاطر سے اور ان کے نمبر کے لحاظ سے نمبروار جواب دے رہے ہیں لہذا یہاں بھی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جی ہاں! ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ سے یہی ثابت ہے مگر ذرا انصاف کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کیا ہوتا۔ حضرت مسیح کی تشریف آوری پر اگر ایمان لائیں گے تو وہی عیسائی ایمان لائیں گے جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے یا مسلمان بھی۔ اگر کہیے کہ مسلمان بھی تو ذرا بتائیں کہ مسلمان جب پہلے سے مومن ہیں تو از سرنو ایمان لانا تحصیل حاصل؟ اگر کہیے کہ عیسائی تو ہمارا مقصد صحیح کہ اپنی ناتمام تبلیغ کو مکمل کرنے عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا بموجب پیشینگوئی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ آئیں گے اور جو جو قوانین حضور نے چودہ سو برس قبل مرتب فرما دیئے ہیں ان کے مطابق عملدرآمد کریں گے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ **یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما وعدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة یفیض المال حتیٰ لایقبله احد ویهلک فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویقتل الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون.** قریب ہے یہ کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں حکم و عادل صلیب توڑ دیں، خنزیر کو قتل کریں، جزیہ موقوف کریں اور مال کی اتنی کثرت ہو کہ کوئی قبول نہ کرے اور اس زمانہ میں تمام مذاہب ہلاک ہو جائیں مگر اسلام۔ اور دجال کو قتل فرما کر زمین پر چالیس برس قیام فرمائیں پھر انتقال کریں اور مسلمانوں کی جماعت ان کی

نماز جنازہ پڑھے۔

تو اب فرمائیے۔ابن مریم بحکم محمد رسول اللہ ﷺ بموجب چودہ سو برس پیشتر کی پیشینگوئی کے تشریف لائیں اور تشریف لاکر کام یہ کریں کہ صلیب توڑیں جو نصاریٰ میں ہے نہ کہ مسلمانوں میں ۔خنزیر قتل فرمائیں جو نصاریٰ میں مرغوب چیز ہے نہ کہ مسلمانوں میں اور جزیہ بموجب قانون محمدی اٹھا رکھیں اور تمام باطل مذہب والوں کو ہلاک کر دیں اور دین محمدی کا اتباع فرمائیں اور چالیس برس دنیا میں رہ کر وفات فرمائیں اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں' نہ کہ عیسائی ۔اس لئے کہ عیسائی تو اس وقت مسلمان ہی ہوں گے۔اور دجال کا قتل ۔تو بتایئے اس میں حضور کی افضلیت ثابت ہوئی جو ان تمام واقعات کو مسلمات اہل اسلام میں قائم فرماگئے یا عیسیٰ علیہ السلام کی ۔اللہ انصاف دے تو آپ صاف کہیں گے کہ اب معاملہ صاف ہے۔رہی ضد وکد،ہٹ دھرمی ۔اس کا علاج نہ کسی طرح ممکن کبھی ہوا۔**واللہ الهادی.**

عنایت (١٤) : یہ عنایت ہم ان کے اصلی پمفلٹ'' حقائق قرآن'' سے نقل کر رہے ہیں۔میاں اکرام کو یہ یاد نہیں رہی لیکن اس خیال سے کہ شاید اس جواب کے بعد پھر عنایت فرمائیں۔لہٰذا ان کی اصل سے اس کا شکریہ پیش کر دینا حسب موقعہ مناسب متصور ہوا۔ **وهو العناية هذا.**

بحکم قرآن ﴿فَنَفَخْنَافِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ مسیح کے اندر ذات الٰہی تھی پس وہ صاحب الوہیت تھے اس لئے ایک گناہ گار رسول سے (معاذ اللہ) مسیح افضل تھے۔

شکریہ : یہاں ﴿فَنَفَخْنَافِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ کو اٹھا کر پادری صاحب یا مرزائی یا اکرام الحق صاحب بے سوچے سمجھے ایک نیا خدا خانہ ساز بنا رہے ہیں۔ہاں اکرام الحق کو تو اس

اعتراض سے بحث ہی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو یہ اعتراض ہی نہیں کیا مگر چونکہ حقائق القرآن کی دوورقی میں یہ بھی ہے تو شاید آج نہ کہا تو کل کہہ دیں۔ اس وجہ سے ان کو بھی شکریہ میں شریک کیا گیا۔ بہر کیف وہ اس امر کے قائل ہوں یا نہ ہوں مگر ارادہ ضرور ظاہر کیا ہے کہ میں عیسائی ہو جاؤں گا لہٰذا وہ بھی اس کے معترف ہونے والے ہوئے۔

اصل میں یہ سراسر غلط فہمی یا بالفاظ دیگر مخالفت قرآنی ہے۔ **نفخ** کے معنی صاف ہو جانے پر معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ علامہ امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں: **النفخ نفخ الریح فی الشیء قال یوم ینفخ فی الصور ونفخ فی الصورثم نفخ فیه اخری ذالک نحو قوله تعالیٰ ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾ ومنه نفخ الروح فی النشاة الاولیٰ ونفخت فیه من روحی یقال انتفخ بطنه ومنه استعیر انتفخ النهارا ذ ارتفع ونفخة الربیع حین اعشب ورجل منفوخ ای سمین.**

نفخ سے مراد نفخ ریح ہے کسی شے میں پھونک مارنا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿**یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ**﴾ یعنی جس دن پھونکا جائے صور۔ اور پھونک دیجائے صور میں۔ اور پھر پھونک دی جائے اس میں دوبارہ۔ اور نفخ اور نقر دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔ **فاذانقر** یعنی جب پھونکا جائے ناقور یعنی صور۔ اور نفخ روح سے مراد۔۔۔ پہلی پیدائش ہے اور ﴿**نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ**﴾ کے معنی باعتبار عرف پھولنے اور پھلنے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ روح کی حقیقت امر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا۔ ﴿**قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ**﴾ یعنی ہم نے عالم امر میں حضرت مسیح کو پھولتا پھلتا تخلیق فرمایا پھر پیٹ پھولنے کے معنی میں بھی نفخ آتا ہے اور سپیدۂ سحر کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے **انتفخ النهار، انتفخ بطنه** اور کھیتی کے شاداب اور سرسبز ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے **نفخة الربیع**۔ اور

فربہ آدمی کے معنی میں بھی بولا جاتا جیسے **رجلٌ منفوخٌ**۔یعنی آدمی سمین وفربہ ہے۔

پھر وہم نصرانیت کو تو قرآن کریم خود رد فرما رہا ہے۔ ﴿**لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ**﴾ بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوسری آیت سے تو اس وقت حیات مسیح بھی ثابت ہورہی ہے جو ابطال مرزائیت کے لئے اعلیٰ دلیل ہے ﴿**لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا**﴾ یعنی بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اے حبیب تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کرسکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کردے مسیح بن مریم کو اس کی ماں کے ساتھ اور تمام زمین والوں کو۔اس آیۃ کریمہ میں **ابن مریم وامه ومن فی الارض** میں **واؤ** بمعنی **معه** ہے اور معیت کے معنی سے یہ مفہوم صاف حاصل ہورہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو معہ حضرت مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماردیتے۔مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے نہ مارا اس لئے عیسائی ان کو خدا ماننے کے لئے تیار ہوگئے۔حالانکہ وہ رسول خدا اور خدا کے بندے تھے نہ کہ خدا کے بیٹے یا خدا۔(معاذ اللہ)

اور دوسرے فرقہ کے رد میں فرمایا: ﴿**لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ**﴾ یعنی بیشک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ تین معبودوں میں سے ایک اللہ ہے۔یعنی

باپ اللہ، بیٹا مسیح اور روح القدس تین معبود ہیں۔ **اعاذنا اللہ تعالی من هذا الشرک الجلی۔** پھر آگے فرمایا کہ خدا تو کھانے پینے سے منزہ ہے اور ﴿**كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ**﴾ یعنی مسیح اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ پھر جو کھانا کھانے کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے۔ اور پھر یہ بتادیا کہ ہمارے حبیب تو وہ ہیں جن کی شان میں ہم نے فرمایا۔ ﴿**وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ...... الخ**﴾ یعنی اے حبیب ہم نے آپ کو تمام مخلوقات کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے: ﴿**اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ**﴾ بیشک وہ عیسیٰ نہیں تھے مگر ایک ایسے بندے کہ ہم نے ان پر انعام فرمایا اور بنی اسرائیل کی طرف بے مثل بنا کر بھیجا۔

انجیل کی نظر میں سید الانبیاء ﷺ کا رتبہ دنیا کے سردار کا ہے

یہاں تک تو مسلمات اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام وجناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ تھا اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ ذرا انجیل سے تو پوچھئے جو حضرات نصاریٰ کی مسلمات سے ہے کہ وہ حضور کی شان والا میں کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عمر کے آخری حصہ میں وعظ فرماتے ہیں اور اس میں بتاتے ہیں۔ یوحنا ۱۴ باب کی ۲۹ سے ’’تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیوں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے پیشتر کہا تا کہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لے آؤ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں‘‘۔

اس مضمون سے آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے بعد وہ دنیا کا سردار کون

آیا؟ سنئے ہم بتاتے ہیں جو آیا وہ وہی سید الانبیاء، سند الاتقیاء، حبیب کبریا، محبوب خدا، مالک اقلیم عالم، حبیب محتشم، تاجدار انام، شہنشاہ این و آن، قاسم کون ومکان، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ مٹے ہوئے مراتب دکھائے جن کو ان کی جماعت نے **نسیا منسیا** کرکے **هباء منثورا** کر دیا تھا۔ اب اس جماعت کے نامی محققین کے خیالات بھی ملاحظہ کیجئے۔ جن میں آپ شریک ہوکر عیسائی بننا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اسلام اور بانی اسلام کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں پھر انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔

مانو نہ مانو پیارے تمہیں اختیار ہے ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

حضور ﷺ کی شان فضیلت اغیار کی زبان وقلم سے

مشہور ومعروف مؤرخ ڈبلیو آئررنگ جن کا ایک ایک لفظ علمی دنیا میں قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن کی مؤرخانہ تحقیق کا پایا اس قدر بلند ہے کہ آپ کی تحریریں بطور سند کے پیش کی جاتی ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

حضرت محمد صاحب نہایت سادہ مزاج ریفارمر تھے آپ کی ذہنی قابلیت حیرت انگیز اور قوت مدبرہ غیر معمولی تھی۔ آپ کا فہم وادراک نہایت تیز، حافظہ زبردست اور مزاج انکسار پسند تھا۔ آپ کی گفتگو نہایت مختصر مگر پرمغز اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ زبان کی حلاوت آپ کی بے نظیر فصاحت اور مترنم لہجہ سے دوبالا ہو جاتی تھی۔ آپ بڑے متقی اور نیک منش تھے، اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ ظاہری شان وشوکت کا کچھ خیال نہ تھا جیسا کہ نچلے طبقہ کے لوگوں میں ہوا کرتا ہے بلکہ جو کپڑے آپ پہنتے ان میں اکثر پیوند ہوتے۔ صفائی کا بہت

خیال رکھتے' اکثر غسل کرتے اور خوشبو لگاتے ۔معاملات میں بڑے منصف تھے۔آپ بیگانے غریب امیر غلام اور آقا سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرتے عام لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور ان کی شکایات سنتے تھے۔طبیعت پر اس قدر قابو یافتہ تھے کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت متحمل ، بردبار اور ذی حوصلہ تھے۔آپ کے خادم انس کا بیان ہے کہ میں آٹھ برس تک آپ کی خدمت میں رہا اس عرصہ میں آپ نہ تو کبھی مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ ہی سخت کلامی کی باوجودیکہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔

آپ کے سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل خود غرض نہ تھے کیوں کہ ملکی فتوحات سے جو حاکمانہ غرور خود غرض لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے وہ آپ میں بالکل نہ تھا بلکہ نہایت عروج اور شاہانہ صولت وسطوت کی موجودگی میں بھی آپ ایسے ہی سادہ اور گریبانہ حالت میں رہے جیسے کہ افلاس کے زمانہ میں ۔شاہانہ شان وشوکت تو درکنار اگر آپ کہیں تشریف لیجاتے اور لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تو بھی آپ ناپسند فرماتے ۔مال ودولت جو خراج سلطنت جزیہ اور مال غنیمت سے حاصل ہوتا وہ صرف جنگی مہمات اور امداد مساکین میں صرف ہوتا تھا اور یہی مصارف اس قدر تھے کہ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔عمر بن حارث کا قول ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی لونڈی غلام چھوڑا ، نہ درہم اور دینار۔آپ کو دنیاوی آسائش وآرام سے کوئی غرض نہ تھی آپ ہمیشہ نماز میں مصروف رہا کرتے جو مسلمانوں کی نہایت پسندیدہ عبادت اور روح انسانی کو صاف وشفاف بنانے والی چیز ہے۔آپ ہمت شکن حالات اور مصیبت افزا واقعات میں بھی ہمیشہ متوکل رہتے تھے اور انجام کی راحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر منحصر سمجھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا رحم نہ کرے تو میں بھی جنت میں داخل نہیں

ہوسکتا۔ آپ اپنے اکلوتے فرزند ابراہیم کی وفات حسرت آیات پر بالکل صابروشاکر رہے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری دن تک خدمت مذہب میں مصروف رہے اور اپنے پیروؤں کو ہدایات دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے دائمی اور مستقل زاہد کو برا کہنا یا ان پر ریاکاری کا الزام لگانا قطعاً غلط ہے۔

قرآن پاک جس کے ذریعہ حضرت محمد (ﷺ) نے لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف بلایا اس کی تعلیم نہایت بلند پایہ اور پاکیزہ ہے۔

(۲)

یورپ کا زبردست محقق اور مؤرخ ہربرٹ وائل اپنی کتاب ''گریٹ ٹیچر'' میں لکھتا ہے

حضرت مسیح کے چھ سو سال بعد جب کہ حضرت مسیح کا عجیب وغریب اثر مغرب کی طرف منتقل ہوجانے کی وجہ سے شام اور عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہورہی تھی۔ عرب جیسے وسیع ملک میں ایک پیغمبر بھیجا گیا۔ جس نے نہ صرف عدل وانصاف اور امن وامان کی حکومت قائم کی بلکہ ہیبت ناک بُت پرستی کا بھی قلع قمع کردیا۔ عرب میں عورتوں اور مَردوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ معمولی مناقشات پر خوفناک لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اخلاقی قباحتیں اور بری عادتیں ''طبیعت ثانیہ'' تھیں کہ ۲۹؍اگست ۵۷۶ء کو مکہ میں یہ پیغمبر پیدا ہوا۔ اس سے چندروز پیشتر آپ کے والد کا انتقال ہوچکا تھا اور چندروز بعد آپ کی والدہ بھی فوت ہوگئیں اور اپنے یتیم فرزند کو دادا کے سپرد کرگئیں۔ جب یہ یتیم لڑکا بڑا ہوا تو امید کے موافق نہایت خاموش طبع تھا اور گردوپیش کے لوگ اس سے محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے دادا بھی انتقال فرماگئے اور محمد صاحب کی حفاظت

اور پرورش آپ کے چچا ابوطالب کے سپرد کر گئے بچپن اور جوانی کے زمانہ میں آپ کو کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا سوائے اس کے کہ بسلسلۂ تجارت آپ کو شام جانا پڑا جہاں آپ اس پرانے زمانے کے ہر واقعہ کا نہایت عمیق نظروں سے مطالعہ کرتے رہے۔

۲۴ برس کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی۔ جن کی طرف سے آپ شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے تمام معاملات میں آپ کو ایسا وفادار، صادق، امین اور کفایت شعار پایا کہ ان دونوں کی ۲۶ سالہ گرہستی زندگی دنیا کی شادیوں میں ایک نمونہ سمجھی جاتی ہے بظاہر آپ کی زندگی خاموش تھی۔ لوگ آپ کو ''الامین'' کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آپ شہر کی گلیوں میں چلتے تھے تو بچے دوڑ کر آپ کو چمٹ جاتے تھے کیونکہ انہیں آپ کی محبت پر بھروسہ تھا۔ مفلس اور مفلوک الحال لوگ بھی بغرض مشورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی زمانہ میں حضرت محمد صاحب ایک غار میں جایا کرتے تھے اور وہاں عبادت اور غور و فکر میں کئی کئی مہینے صرف کر دیتے اور اس اندرونی آواز پر بھروسہ کرنے سے ڈرتے تھے جو آپ کو تبلیغ حق پر آمادہ کرتی تھی۔ وہ خیال کیا کرتے کہ میں کیسے پیغمبر بن سکتا ہوں کیا انسانی کمزوری تو مجھے ایسا کرنے کے لئے نہیں ابھارتی؟ اسی حالت میں ایک رات جبکہ آپ زمین پر لیٹے پڑے تھے آسمان پر روشنی چمکی اور ایک نورانی شکل نیچے اترتی ہوئی نظر پڑی۔ جس نے کہا۔

''اٹھ تو خدا کا نبی ہے۔ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ''۔ آپ نے سوال کیا، کیا پڑھوں؟ اس کے بعد فرشتے نے رسول کو تلقین کی اور نہ صرف اس بڑی دنیا کا ذکر کیا جس میں ہم رہتے ہیں بلکہ آسمان اور فرشتوں کی مخفی دنیاؤں کا بھی ذکر کیا اور اس کے علاوہ توحید یزدانی کی تعلیم دی جس کی وجہ سے ساری دنیا منور ہے نیز اس اہم کام کا تذکرہ کیا جس کے

لئے محمد صاحب کو پیدا کیا تھا۔ یہ وہ عجیب وغریب واقعہ تھا جس نے محمد (ﷺ) صاحب کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا۔ اس سے پہلے آپ صرف ''امین'' تھے مگر اب ''رسول'' ہیں جیسا کہ تم نے دوسرے پیغمبروں کی زندگی میں پڑھا ہے کہ اکثر اسی قسم کا فرشتہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تاکہ پیغمبروں کی رہنمائی کرے اور ان میں تبلیغ حق کی ہمت پیدا کرے۔ کیونکہ ہماری دنیا کی نگرانی اور جانچ پڑتال ایک ایسی زندہ جاوید طاقت کے ہاتھ میں ہے جو ضرورت کے وقت دنیا میں پیغمبر بھیجا کرتی ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اٹھے اور جلدی سے خدیجہ کے پاس گئے اور بیتابی کے ساتھ سوال کیا میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ وفادار بیوی نے جواب دیا تو صادق اور وفادار ہے۔ تو نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی خدائے قادر وتوانا اپنے وفادار بندوں کو دھوکہ نہیں دیا کرتا۔ اس آواز کی پیروی کر اور جس کام کے لئے تجھے منتخب کیا گیا ہے اس کی تعمیل کر۔

اس طریقہ سے وفادار زوجہ نے آپ کی ہمت افزائی کی۔ اور ایمان بھی لے آئیں اس کے بعد اس کے چند عزیز واقارب بھی مسلمان ہو گئے لیکن ابوطالب نے جو آپ کے چچا اور زندگی بھر کے محافظ رہے آپ کے پیغام کو تسلیم نہیں کیا اگرچہ اس سے ان کے فرزند علی (رضی اللہ عنہ) ایمان لے آئے تھے۔ تین سال تک آپ نے خاموشی کے ساتھ تبلیغ کی اور اس عرصہ میں صرف تیس (۳۰) آدمی مسلمان ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنا پبلک وعظ کہا جس میں خدا کی وحدانیت کا تذکرہ کیا۔ انسانی قربانی، شراب خوری اور ہر خراب عادت کے برے نتائج بیان کئے۔ آہستہ آہستہ کچھ اور آدمی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے لیکن ساتھ ساتھ مخالفت بھی پورے زور کے ساتھ شروع ہوگئی۔ آپ کے پیروؤں کو زبردستی چھین لیا جاتا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں لیکن وہ لوگ اپنے پیغمبر پر کچھ ایسے فدا

تھے کہ اپنی جان گرامی سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ ایک شخص سے جسے طرح طرح کی تکلیفیں دیکر نیم مردہ کر دیا گیا تھا دریافت کیا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم آرام سے اپنے گھر بیٹھو اور محمد (ﷺ) تمہاری جگہ پر ہوں۔ مرتے ہوئے آدمی نے جواب دیا۔ ”خدا کی قسم اگر میرے آقا محمد (ﷺ) کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو بھی میں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ کروں گا“۔ محمد (ﷺ) صاحب سے ان لوگوں کی محبت اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔

رفتہ رفتہ اہل عرب کے مظالم اس قدر بڑھ گئے کہ ابتدائی مسلمانوں کو کسی محفوظ اور مضبوط پناہ کی تلاش میں ہجرت کرنا پڑی لیکن جہاں کہیں بھی وہ گئے ان کے دلوں سے اپنے محبوب رسول اور ان کی تعلیم کی یاد فراموش نہیں ہوئی۔

لیکن اب پیغمبر صاحب پر بھی تاریک زمانہ شروع ہوا اور مخالفین کے مظالم اس ہولناک حد تک پہنچ گئے کہ سوائے ایک کے باقی تمام مسلمان ہجرت کر کے دوسرے ممالک چلے گئے۔ محمد (ﷺ) صاحب کے چچا ابو طالب نے اصرار کیا کہ آپ اپنا کام چھوڑ دیں لیکن آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہ سنی اور کہا۔ ”اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں رہوں گا۔ یقیناً اس کام سے اس وقت تک دست بردار نہ ہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس نورانی مذہب کو دنیا پر ظاہر نہ کر دے یا میں خود اس کوشش میں جان نہ دوں“۔

چچا کی گفتگو سے محمد (ﷺ) صاحب دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور رنج و تاسف اور ملال کی حالت میں اپنا کمبل اوڑھ کر چلنے کے لئے تیار ہوتے ہیں کہ ان کے چچا کی آواز آتی ہے ”ٹھہرو، ٹھہرو! محمد! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو آزادی سے کہو۔ خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ کبھی

نہ چھوڑوں گا''۔ یہ الفاظ محمد صاحب کے اس چچا کے ہیں جس نے اگرچہ آپ کے پیغام کو تسلیم نہ کیا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کے مشن اور آپ کی ذات سے اس قدر مانوس تھا۔

لیکن اب پہلے سے بھی زیادہ نازک وقت آتا ہے آپ کے چچا اور آپ کی محبوب زوجہ (حضرت) خدیجہ کا انتقال ہو جاتا ہے جو ہر کام میں آپ کی عقلمند مشیر تھیں۔ ان دونوں کی موت سے محمد صاحب تنہا رہ جاتے ہیں۔ اس سال کو مسلمان رونے کا سال کہتے ہیں۔

اب ان کے ساتھ مکہ میں صرف علی اور جان نثار ابوبکر رہ جاتے ہیں ان کے دشمن ان کے قتل کی سازش کرتے ہیں لیکن وہ محصور مکان کے دریچہ سے نکل کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور مکہ چھوڑ دیتے ہیں، اسلام میں مکہ چھوڑنے کا سال ہجری کہلاتا ہے۔

غار کی تنہائی میں دشمنوں کے خوف سے کانپتے ہوئے ضعیف العمر ابوبکر نے کہا۔ ''ہم صرف دو ہیں''۔ محمد (ﷺ) صاحب نے جواب دیا ''ہم دو نہیں بلکہ تین ہیں کیونکہ خدا بھی ہمارے ساتھ ہے''۔

اس کے بعد وہ مدینہ چلے جاتے ہیں جہاں آپ کو بہت سے انصار مل جاتے ہیں۔ تو مسلموں کی تعداد روز افزوں ترقی کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ ایک سلطنت کے بادشاہ بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں سے آپ کی پبلک لائف کا آغاز ہوتا ہے اب ان کے لئے لازمی نہیں کہ ایک خاموش زاہد کی سی زندگی بسر کریں برخلاف اس کے انہیں ہزار ہا لوگوں کی رہنمائی کرنا اور ان کے مستقبل پر غور کرنا ہے۔

مکہ سے دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہیں اور آپ ایک چھوٹی سی فوج جمع کر کے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلتے ہیں۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر انہیں ایک عظیم الشان اور مشہور و معروف فتح حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس فتح عظیم کے محمد (ﷺ)

صاحب کا کیریکٹر یہ ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ کی رسم کے خلاف قیدیوں سے نہایت مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے مسلمان انہیں روٹی دیتے ہیں اور خود کھجوریں کھاتے ہیں۔

اس کے بعد دس سال کی کشمکش کا زمانہ آتا ہے اور اس عرصہ میں سینکڑوں آدمی آپ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں تم بمشکل اندازہ کر سکو گے کہ محمد (ﷺ) صاحب لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی کس قدر طاقت رکھتے تھے اور یہ کہ اردگرد کے لوگوں کو آپ سے کس قدر محبت تھی اور آج بھی مسلمانوں کو آپ سے کس قدر عقیدت والفت ہے۔

۸؍جون ۶۳۸ء کو اس زندگی کا آخری سین نظر آتا ہے۔ محمد (ﷺ) صاحب اس قدر ناتواں ہو گئے ہیں کہ اکیلے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ علی اور دوسرے صحابہ آپ کو سہارا دے کر مسجد میں لے جاتے ہیں۔ آپ یہ پوچھنے کے لئے آواز بلند کرتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جس کے ساتھ انہوں نے کوئی سختی کی ہو یا جس کا کوئی قرض ان کے ذمہ ہو۔ ایک شخص ہلکی سی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جو فوراً ادا کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دعا کے الفاظ دھیمے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی اور محمد (ﷺ) صاحب اس جسم فانی کو چھوڑ کر زیادہ اعلیٰ اور زیادہ نورانی دنیاؤں میں اپنا کام کرنے کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔

بخوف طوالت رسالہ ہم مندرجہ بالا دو اسناد پر ہی کہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں، اکتفا کرتے ہیں۔ **العذر مقبول عند کرام الناس.**

تقریظ از

امام اہل سنت حامی شریعت عالم ربانی مقبول صمدانی بحر الطمطام جر القمقام حجۃ الاسلام سید المفسرین سند العلماء والموعظین حضرت قبلہ وکعبہ مولانا مولوی حاجی صوفی سید ابومحمد محمد دیدارعلی شاہ صاحب **لازال شموش فیضانه ابدا.**

ایام جلسہ مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور میں ایک کھلی چٹھی بنام علماء کرام میری نظر سے گذری تھی۔ جو اکرام الحق نامی کسی شخص نے شائع کی تھی اس میں وہی پرانے اعتراضات نصاریٰ کے تھے جو اس سے قبل ۱۹۱۴ء میں قاسم علی احمدی نے بارسوم لکھ کر دہلی سے شائع کئے تھے پھر حقائق قرآن میں بھی اعتراضات چھپے۔ اس کے بعد اس کھلی چٹھی میں شائع کئے گئے۔ اور جب شیر میدان اسلام نے جوابات دیئے تو میاں اکرام نے ایک اور پرچہ چھاپا۔ جس میں مولوی گرعلماء پر خاموشی کا الزام لگایا حالانکہ یہ محض غلط الزام تھا۔ مولوی گرعلماء خاموش نہ رہے بلکہ انہوں نے تقریروں میں بھی جلسہ کے اندر بقدر وسعت وقت مختصر جوابات دیئے بلکہ خود اکرام الحق مولوی عبدالحفیظ صاحب کے جواب کا شکرگزار ہوا۔ بہرکیف زیادہ تر اس طرف التفات کرنے کو اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اس کا جواب پہلے بھی شائع ہو چکا تھا اور اب بھی بہت سے جوابات لکھے گئے۔ پھر میرے لخت جگر بلند اختر عالم ربّانی مقبول بارگاہ صمد مولانا حافظ حکیم سید محمد احمد **اطال الله عمره باشاعة الدين وجماعة سيد المرسلين من الصادقين المصدقين ومطيع الاتحاد بين المسلمين** نے نہایت پسندیدہ طرز پر لفظ بلفظ ہر اعتراض اور شبہ کے مکمل جواب لکھے اور ایسے لکھے کہ ایک منصف مزاج بہکا ہوا مسلمان تو درکنار اگر ایک نصرانی عیسائی بھی بنظر

انصاف دیکھے تو اس کی تشفی و تسلی کو کافی ہے اور عزیز مذکور نے اس جواب میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ ہر شبہ کا جواب حسب خواہش معترض فقط آیات قرآنی سے دیا ہے اور حدیث واجماع اور قیاس شرعی سے مطلقاً کام نہیں لیا گیا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ معترض صاحب کی یہ خواہش ایک حد تک کسی طرح حق بجانب نہ تھی اس لئے کہ وہ خود اپنی کھلی چٹھی کی سطر ۱۳ صفحہ اول پر لکھ چکے ہیں کہ ''اس رسالہ کے مصنف نے تیرہ وجوہات بیان کی ہیں جو تمام کی تمام قرآن مجید کی آیات اور مسلمانوں کے مسلمات پر مبنی ہیں الخ'' تو جب قرآن کریم اور دیگر مسلمات اسلام پر مبنی اصول کو وہ خود تسلیم کرتا ہے اور اعتراض نمبر ۱۳ کو تو محض مسلمات اسلام کی بنا پر ہی نقل کیا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ خود تو فضیلت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنے کو سب طرف جانے کا مجاز بنتا ہے اور دوسرے کو قرآن کریم سے جواب دینے پر مجبور کر کے صفحہ ۲ کی سطر ۲۳ پر احادیث و رواۃ صحیحہ کے متعلق لکھتا ہے۔ ''زبانی قصے کہانیاں چھوڑ کر کوئی قرآن سے اس کا ثبوت تو پیش کرے۔'' سبحان اللہ! کیا زبانی قصے کہانی اور احادیث حبیب ربانی آپ کے نزدیک ایک مرتبہ کی ہیں۔ ذرا قرآن کریم سے پوچھئے کہ وہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا عظمت ظاہر فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے ﴿**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**﴾ یعنی ہمارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے ان کی ہر بات ہماری وحی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے اندریں صورت حضور کی ایک بھی حدیث کا انکار جبکہ وہ بالا سانید صحیح ثابت ہو جائے کیا مذکورہ آیت کریمہ کے انکار کو مستلزم نہیں؟ میاں اکرام الحق کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رتبہ حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ آپ کے تمام اقوال وافعال باسانید صحیحہ آج تک منقول ومروی معہ بیان حالات رواۃ چلے آرہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول وفعل تو کیا اصلی انجیل کو بھی دس پانچ

اسانید صحیح سے نہیں بلکہ ایک سند صحیح سے بھی کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا برخلاف حضور ﷺ کی کہ آپ کے ہر قول و فعل کو ایک ایک سند سے نہیں بلکہ کئی کئی سندوں سے ہم آنحضرت ﷺ تک دکھانے کو موجود ہیں۔ اور اگر اکرام الحق کو اس کا شوق ہو تو ہمارے مقدمہ تفسیر میزان الادیان کا مطالعہ کرے جو دفتر مرکزی حزب الاحناف ہند لاہور سے مل سکتا ہے بلکہ اگر بغرض ہدایت اکرام الحق خود لینے آئے تو ہم اسے بلا قیمت دینگے۔ اور اس کے مطالعہ سے ہمیں یقین ہے کہ علاوہ کھلی چٹھی کے جوابات کے وہ اعتراضات بھی حل ہو جائیں گے جو دہریوں وغیرہ نے اسلام پر کئے ہیں اور غالباً میاں اکرام کا وہم بھی وہاں تک نہ پہنچا ہوگا۔ مجھے افسوس ہوا کہ سرور عالم ﷺ کی احادیث کو اکرام الحق نے مثل قصے کہانیوں کے قرار دے دیا با آنکہ خود کو بھی فضیلت عیسیٰ علیہ السلام میں مسلمات اسلام سے مدد لینی پڑی۔ جیسا کہ اعتراض نمبر ۱۳ سے ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ سوائے اسلام کوئی مذہب اپنے بانی مذہب کے اقوال و افعال کو بانی مذہب تک اسانید صحیحہ کے ساتھ معہ بیان حالات و روات نہیں بیان کر سکتا اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کے اقوال و افعال کے ان کے متبعین کے ذریعے جمع کرا کر انہیں اسانید صحیحہ موثق کرایا۔ اور پھر حکم فرمایا ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ یعنی ہمارے حبیب رسول جو تم کو دیں لے لو اور اس پر عمل کرو۔ جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ یعنی مسلمان وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں ہمارے رسول کی جو نبی امی لقب ہیں انکا ذکر توریت اور انجیل میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ ہنود کے ویدوں میں بھی با آنکہ وہ باطل ہیں، مگر حضور کا ذکر موجود ہے۔ اس بحث کو بھی ہم نے

اپنے اس مقدمہ میزان الادیان میں بہ تفصیل لکھا ہے۔

جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کو مثل قصص و حکایات نصاریٰ وہنود سمجھنا مستلزم انکار قرآن ہے جو صریح گمراہی اور بے دینی ہے تو اب احادیث سے اگر آپ موازنہ کریں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کہیں زیادہ بلکہ بے شمار معجزات ہمارے حضور کی احادیث سے آپ کو ملیں گے جو مسلمات اسلامیہ سے ہیں۔ مگر یہ جب صحیح جب کبھی آپ کو ہم سے ملنے کی خدا توفیق دیگا۔ اب تو میں اپنے لخت جگر کو دعا دیتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی خواہش کے مطابق تمام اجوبہ قرآن کریم سے بالاختصار لکھ دیئے اور باوجود مختصر ہونے کے بفضلہ ایسے واضح اور جامع ہیں کہ ایک تحقیق کرنے والے کی تشفی کو کافی۔ اللہ عزیز کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین **بحرمة النبی الامین.**

فقیر ابومحمد محمد دیدار علی

غفر اللہ لہ ولوالدیہ واساتذہ

امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

تقریظ از واعظ خوش بیان، عالم یگانہ، سید المناظرین حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب

(صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم حزب الاحناف و ناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)

مبسلاً وحامداً و مصلیاً و مسلماً

من الذین کشف الستر عن کل کاذب   وعن کل بدعائی بالعجائب

ولولا رجال مومنون لهدمت   صوامع دین اللہ من کل جانب

قد سمعت رسالة طيبة وعجالة نفيسة صنفت فی جواب أسئلة اكرام الحق المرزائی أوالعيسائی أو لا الی هؤلاء ولا الی هؤلاء من أوله الی اخرة فنعم الجواب وهو أحق أن يقال عين الصواب ولعمری إنها لعروة وثقیٰ لطالب الحق والرشد والهدیٰ يستغنی بها عما سوی كيف لا وهی محللة بحلی ايات الله وموشحة بنصوص الفرقان فمن له أدنیٰ بصيرة فانه يهتدی بها إلی صراط مستقيم وطريق سوی ومن اكتحلت عيونه بكحل الانصاف والنقی فبمطالعة يجد سبيل الرشد والهدیٰ وان شاء الله لايحرم ولايشقی لان العلامة المجيب الفاضل الأريب البحر الطمطام والحبر القمقام مولٰينا الاعظم واخانا المعظم اباالحسنات الحافظ الحكيم محمد احمد صانه الله عن شر كل حاسد اذا حسد وجزاه الله وعن سائر المسلمين جزاء العز والمدد قد بذل جهده لاحقاق الحق علی اكرام الحق وسعی وجمع الادلة القطعية و أوفیٰ وأتٰی بتحقيق أنيق رائق فائق مرضی واستقصی حتی صار بمقابلة اهل الضلال والهویٰ مصداقا للقول الدائر والمثل السائر "لكل فرعون موسٰی" وكذا يحق الحق ولقذفه علی الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق وأهوی ومن كان فی هذه الوريقة عمی فهو فی الأخرة اعمٰی واضل سبيلا وربكم أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بمن اهتدٰی...... فقط

المفتقر إلی الله الصمد ابوالبركات سيد احمد

السنی الحنفی الرضوی القادری

الناظم لمركز انجمن حزب الاحناف، لاهور.

تقریظ

حضرت مولانا مولوی سید منور علی صاحب

عربک ٹیچر ڈسٹرکٹ بورڈ، تحصیل کوہ مری، ضلع راولپنڈی

میں حسن اتفاق سے چھٹیوں میں آیا ہوا تھا۔ میں نے اکرام الحق کی کھلی چھٹی کا جواب بھی اول سے آخر تک پڑھی اور جناب مولانا مولوی حافظ قاری حکیم سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری، خطیب مسجد وزیر خان سلمہ، نے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں، اول سے آخر تک پڑھے۔ اور اس سے اول جو جوابات دیگر اصحاب کی طرف سے شائع ہوئے، وہ بھی دیکھے۔ مگر میں اس عجالہ مبارکہ کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ ممدوح نے نہایت محنت سے تتبع فرما کر جواب دیے ہیں۔ اگر توفیق ہدایت ہو تو اکرام جیسے اور مشتبہ افراد کیلئے بھی یہ بہترین مشعل ہدایت ہے اور ﴿من یضل اللہ فلا ھادی له﴾ یہ دوسری بات ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کے علم وعمل میں برکت دے اور اسی قسم کی خدمات دینی میں مصروف رکھے۔ **آمین بحرمة النبی الامین.**

سید منور علی عفی عنہ

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

حالاتِ زندگی:

مولانا مرتضیٰ احمد میکش درانی ابن مرید احمد خاں، ابتدائے محرم ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد میں سے جناب گل محمد جن کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی درانی سے تھا، ۱۸۰۰ء میں افغانستان سے ہجرت کر کے قریہ بہدم مضافات جالندھر میں تشریف لے آئے تھے۔

مولانا میکش نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعدازاں جالندھر کے سکول میں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے کالج میں داخلہ لیا اور دو سال تک مصروف تحصیل رہے ۱۹۲۰ء میں تحریک آزادی کی خاطر کالج کو خیر باد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک سال بعد واپس لاہور آ گئے اور ۱۹۲۲ء سے ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ علمی، ادبی اور آزادی کی تحریکوں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہفت روزہ افغانستان (جو فارسی میں شائع ہوتا تھا) میں انگریزی استعمار کے خلاف مقالات لکھنے کی بناء پر ۱۹۳۱ء میں ایک سال تک جیل میں رہے لیکن جیل سے واپس آنے پر بھی ان کی ادبی وسیاسی دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ مولانا میکش نے لاہور سے نکلنے والے روزناموں مثلاً زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان اور نوائے پاکستان میں رئیس التحریر کی حیثیت سے کام کیا۔ انہوں نے صحافتی فرائض انجام دینے کی ضمن میں تن تنہا سنگاپور، ملایا اور برما کا سفر کیا۔

مولانا میکش اپنے دور کے نامور اور بے باک صحافی تھے۔ شیخ اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں:

''اپنے زمانے میں لاہور کی صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا۔''

آپ نے زندگی کے آخری ایام بڑی عسرت میں گزارے مگر عزم واستقلال میں فرق نہ آیا۔حضرت حافظ مظہرالدین فرماتے ہیں:

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی ناہمواریوں سے تنگ آ کر پریشان بیٹھا تھا کہ خضرؑ آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے۔

مولانا میکش مایہ ناز صحافی، بلند پایہ ادیب، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور تحریک آزادی کے سرگرم رکن تھے۔جمعیت علماء پاکستان کے مشیر قانون اور قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابوالحسنات قادری کے رفیق خاص تھے۔۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو مولانا ابوالحسنات خاص طور پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔وہاں مولانا میکش خصوصی اجلاسوں میں شریک ہوئے اور متعدد قراردادیں پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔

مولانا میکش قادرالکلام شاعر تھے۔مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے آپ کا کلام فارسی میں ہے۔آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں جن میں سے درج ذیل طبع ہو چکی ہیں:

☆ الہامی افسانے

☆ اخراج اسلام از ہند

☆ تقدیر وتدبیر

☆ تاریخ اقوام عالم

☆ تاریخ اسلام

☆ اسلام اور معاشی اصطلاحات

☆ دودل (مجموعہ کلام اردو، مجموعہ کلام فارسی غیر مطبوعہ)

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ نے آپ ہی کے سوالات پر تقوی القلوب قلمبند فرمائی تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء کو مست شراب الست ہو کر راہی دار آخرت ہوئے۔

رد قادیانیت:

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور رد مرزائیت کے سلسلے میں مولانا مرحوم کی مندرجہ ذیل مستقل تصانیف بھی منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

۱۔البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ:

مولانا مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں روزنامہ ''احسان'' میں اشتہار دیا کہ مرزائیوں کو دین اسلام کی حقیقت سمجھنے میں اگر کوئی دشواری ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کریں میں تسلی بخش جواب دوں گا۔ اس سلسلہ میں مرزائی استفسارات موصول ہونا شروع ہو گئے اور آپ روزنامہ ''احسان'' اور ''زمیندار'' میں ان کے تسلی بخش اور جامع جوابات لکھتے رہے۔ بعد میں ان تمام مضامین کو کتابی شکل میں یکجا کر کے ''البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ'' کے تاریخی نام سے شائع کر دیا گیا۔

۲۔پاکستان میں مرزائیت:

اس کتاب میں پاکستان میں مرزائیت کے پھیلنے سے متوقع نقصانات، مرزائیوں کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ناپاک منصوبے، مرزائیوں کی ہوس اقتدار پر ذہنی تربیت کا عکس، ایک مکمل ریاست کی طرح مرزائیوں کے محکمے غرضیکہ قادیانیت کو مذہبی لبادہ سے باہر

لا کر اس کی سیاسی حقیقت کو عیاں کیا گیا ہے۔ قادیانیت کے سیاسی خدوخال اس وقت تک سامنے آ ہی نہیں سکتے جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہ کرلیا جائے۔

۳۔قادیانی سیاست:

اس مختصر رسالے میں قادیانی سیاست کی منافقانہ کشتی کو بھنور میں پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے۔

۴۔کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

اس مختصر رسالے میں پاکستان میں مرزائیوں کی حکومتی معاملات میں ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے سبب رونما ہونے والے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ارباب اقتدار کو متنبہ کرنے کی خاطر یہ سوال قائم کیا ہے کہ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

۵۔محاسبہ:

رسوائے زمانہ منیر رپورٹ پر آپ نے نہایت جامع اور بلیغ تبصرہ فرمایا تھا۔ اس تبصرہ کو "محاسبہ" کے نام سے شائع کیا گیا۔

البرزِ شکن گرز

عُرف

مرزائی نامہ

(سنِ تصنیف: 1936ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

چار سال ہوئے ''**قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری**'' کے مستقل عنوان کے ماتحت میرے مضامین کا ایک سلسلہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' میں چھپا تھا۔ بعض نکتہ رس جوہر شناس اصحاب نے انہی دنوں خاکسار کو توجہ دلائی تھی کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں مرتب و محفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اخبار نویسی کی مہلت نہ دینے والی مصروفیتوں میں مجھے چار سال کے بعد اب فرصت ملی ہے کہ ان مضامین کو ترتیب دیکر اور ان پر نظر ثانی کر کے اپنے پبلشر کے حوالے کر سکوں۔

قادیانی مذہب کے پیروؤں نے تاویل بازی کے بل پر مسلمانوں کے مسلمہ مذہبی عقائد خراب کرنے کا جو معرکہ شروع کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے جس قسم کے فریب استدلال سے کام لیا جارہا ہے وہ تمام نوجوانوں کے افکار میں دینی عقائد کے متعلق کئی طرح کی الجھنیں پیدا کر کے انہیں گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس فرقۂ ضالہ کی متاع حیات معتقدات سے تعلق رکھنے والے معدودے چند مخصوص مباحث پر منحصر و مشتمل ہے۔ جنہیں اس مذہب کے پیرو بے خبر کم علم اور کوتاہ نظر لوگوں کے سامنے بیان کر کے کام نکالنے کے عادی ہیں۔ ان اوراق میں قادیانی فرقہ کے انہی مخصوص مباحث پر بعض نئے گوشوں سے روشنی ڈال کر قادیانی فریب کے پردے چاک کیے گئے ہیں۔

ان مضامین کے سپرد قلم کیے جانے کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ راقم الحروف نے ''احسان'' کے ایک تبلیغی نمبر میں یہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کے پیرووں کو اگر دین اسلام

کی حقیقت سمجھنے میں بعض اشکالات درپیش ہیں تو وہ اس عاجز سے اپنے اشکالات بیان کریں۔ جن کے رفع وحل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس اعلان پر بعض قادیانیوں کی طرف سے متعدد استفسارات موصول ہوئے لیکن وہ سب کے سب مطالب کے لحاظ سے حسب ذیل نوسوالوں کی گیرائی کے دامن سے باہر نہ تھے۔ جنہیں میں نے جواب دینے کیلئے چنا اور یہ سلسلہ مضامین سپرد قلم کیا۔ مرزائی مستفسرین کے سوالات حسب ذیل ہیں:

۱..... آپ کے نزدیک اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو ''اصل اصول'' کہلانے کے مستحق ہیں؟

۲..... کیا آپ قران مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیت شریفہ ﴿**لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا**﴾ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟

۳..... قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے۔ جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے۔

۴..... آیت شریفہ ﴿**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ**﴾ (الحاقہ) جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے؟ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

۵..... آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد عنصری آسمان پر تا ایں دم زندہ مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف صالحین (جو

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہوں) سے دیں۔

۶.....امت مسلمہ میں باب نبوت کا مسدود ہو جانا تسلیم کرلیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے ''**رحمۃ للعالمین**'' ہونے اور اس امت کے ''خیر الامم'' ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

۷.....کیا مجدد وقت یا امام زماں کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

۸.....حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟

۹.....احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی آخر الزمان، دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

ان سوالات سے پیدا ہونے والے مباحث کی تشریح کے علاوہ اس کتاب میں زلازل اور دیگر آیات ارضی وسماوی کے سلسلہ میں قادیانی مدعی کی پیش گوئیوں پر علمی بحث کی ایک فصل۔

نیز اس مدعی کے بلند بانگ اور بے ہنگام دعاوی اور صوفیائے کرام کے شطحیات کی بحث کے متعلق بڑے بڑے ہتھکنڈوں کی جن کے بل پر وہ عام انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں تشریح وتوضیح ان اوراق میں ہے جو نہ صرف فریب خوردہ مرزائیوں کے لیے مشعل ہدایت کا کام دے گی بلکہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچے رہنے کے لیے ہر قسم کے دلائل سے مسلح اور ہر نوع کے فریب استدلال سے آگاہ کرنے پر مدد ہوگی۔ **وما توفیقی الا باللہ**

ان سطور کے ساتھ میں اس مرزائی نامہ کو حق کی جستجو رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مرتضیٰ احمد خان

یکم نومبر ۱۹۳۸ء

تمہید

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیمات کے کھلے ہوئے نقائص سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ طائفہ بندی اور خلافت سازی کا سارا ڈھونگ کن دنیوی مقاصد کے لیے رچایا گیا تھا۔ کس نے رچایا تھا اور کیوں رچایا تھا۔ ان لوگوں کے نزدیک دین کا نام بعض پیش پا افتادہ ذلیل مقاصد کے حصول کے لیے ایک وسیلہ کے سوا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ان کا وجود ہی دینِ حق اسلام کی تخریب اس کے شئون وارکان میں رخنہ اندازی اور ملتِ بیضائے اسلام کی تذلیل کے لیے خریدا جا چکا ہے۔ لہٰذا ان کے دفع شر کے لیے مسلمانان ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سوادِ اعظم کو ان کے مکائد و دسائس سے آگاہ کرتے رہیں۔ اور ان کی ملحدانہ سرگرمیوں پر رقابت واحتساب کی کڑی نگاہیں لگائے رکھیں۔

لیکن مرزائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی بے خبری، علمی کم مائیگی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث متذکرہ صدر شور بختانِ ازلی کے اس دامِ فریب کا شکار ہو چکے ہیں جو انہوں نے دین اسلام کے نام سے سادہ لوح اشخاص کو الحادکی الجھنوں میں گرفتار کرنے کے لیے پھیلا رکھا ہے۔ خطابہ ذیل میں میرا روئے سخن زیادہ تر انہی موخر الذکر مرزائیوں کی طرف ہوگا۔

مقصد یہ ہے کہ وہ سعید روحیں جو دین حقہ اسلام کے سرمدی فیضان کے سرچشمہ سے اپنے طلب کی پیاس بجھانے کی خواہاں تھیں۔ لیکن اپنی سادگی اور بے خبری کے باعث عصر حاضر کے ایک دجالی فتنہ کے ہتھے چڑھ گئیں۔ ان گزارشات کو پڑھ کر دین اسلام کی کھلی ہوئی صداقتوں سے شناسا ہو جائیں اور مرزائیت کی ان الجھنوں سے چھٹکارا حاصل

کرلیں۔ جن میں انہیں اسلام کا نام لے کر گرفتار کر دیا گیا ہے۔ اور وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ قادیانیت کی منافی اسلام تعلیم کو مطابق اسلام ظاہر کرنے کے لیے دوراز کار تاویلوں سے کام لیں۔ تاکہ اپنے فریب کھائے ہوئے دلوں کی ڈھارس کا کچھ سامان تو ان کے پاس موجود ہو۔ ایسی ژرف شناس نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں جو قلبی تسکین کے سامان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کی پہچان کرسکیں۔ جن نگاہوں کی رسائی کبھی زرخالص تک نہ ہوسکی ہو وہ مس کو زر سمجھنے کی غلطی میں پھنسے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایسے مرزائی حضرات کے سوالات کی فہرست دیباچہ میں درج کی جاچکی ہے جو راقم الحروف سے بعض مطالب کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کے طالب ہوئے۔ ان میں سے ایک ایک سوال جواب کے لیے بڑی طویل صحبتوں کا محتاج ہے۔ ہر چند عدیم الفرصت اور علوم دینی کے میدان میں ہیچ میرز ہوں۔ لیکن میرا فرض ہے کہ ان سوالات کا شرح جواب لکھوں اور وقت کی اس منہ بولتی ہوئی ضرورت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھوں۔ جس کی پکار ہر گوشہ دیوار سے سنی جارہی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے خدا کے بندوں کی ایک تعداد راہ راست پر آجائے یا کم ازکم اس فتنہ آخر زمان کے دجل کا شکار ہونے سے بچ رہے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی عاقبت کے لیے بضاعت نجات فراہم کرلی جو روز حساب میں مجھے حضور سرور کونین رحمتہ للعالمین ﷺ کے دامن شفاعت کے سایہ میں پناہ دلانے کا موجب ہوگی۔

اسلام کا اصل الاصول

سوال کیا گیا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

واضح ہو کہ اسلام کا اصل الاصول کلمہ طیبہ۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے اور اس دین کے تمام عقائد اساسی جو ایمان کے لیے ضروری ہے اسی اصل الاصول کے ماتحت ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اسی کی تشریح و توضیح و تکمیل کا موجب ہیں۔ ان عقائد اساسی یا ان میں سے کسی ایک کے فقدان و ہبوط کی صورت میں ایمان نامکمل رہ جاتا ہے۔ بلکہ الحاد و زندقہ وارد ہو جاتا ہے۔ ان عقائد کا بیان اپنے اپنے محل اور موقع پر اسی مضمون میں کردیا جائے گا۔

توحید ذاتِ باری تعالیٰ

خدائے جلیل وقدیر کو ایک اور محمد عربی ﷺ کو اس کا فرستادہ مان لینے کے بعد خدا کے پاس پیغام کو صحیح اور کامل سمجھنا ہر فرد مومن پر واجب آتا ہے۔ جو خدا کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ اور آپ ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو ملا۔ ذرا دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ توحید ورسالت کا عقیدہ بھی اسی پیغام ربانی کی وساطت سے ہمیں پہنچا ہے جو رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا۔ پس دین اسلام کی قیمومیت کا اولین ستون حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔ جس کی وساطت سے ہم ذات باری تعالیٰ کی توحید کے اوّلین مسئلہ اساسی سے شناسائی حاصل کر سکے ہیں۔ خدا نے اسی رسول کی معرفت اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کائنات کے ظاہر و باطن میں ایسی موجود نہیں جس کی طرف موجوداتِ عالم کے سر ہائے نیاز و عبدیت جھکیں۔ **انما الٰھکم الہ واحد** کے ساتھ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس معبود حقیقی کے اسماء صفات کیا ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے اور سمجھنے کے بغیر عقیدہ توحید کامل نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو بتوں پتھروں، قدرت کی مخفی قوتوں اور اپنے فہم و پندار کے کرشموں کی پرستش کرنے والے بھی ناقص شکل میں خدا

کی ہستی کے قائل، بلکہ اسے ایک سمجھنے اور ایک جاننے کے دعویدار ہیں۔ لیکن وہ اس توحید کے ماننے والے نہیں کہلا سکتے جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کو اس کی بیان کردہ صفات میں سے کسی ایک صفت کے بغیر جاننے والا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ کسی شخص کے اسلام اور ایمان کی صحت وتکمیل جانچنے کے لیے اس کے خیالات وعقائد واقوال کو قرآن حکیم کے بیان کردہ معیار پر پرکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا اے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام کی حقیقتوں کو ڈھونڈنے والو! دیکھو کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق قرآن پاک کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس شخص نے جسے تم اپنا دینی پیشوا سمجھتے رہے ہو تمہیں اس تعلیم سے کس طرح دور لے جانے کی کوشش کی ہے۔

اسلام کا خدا

ارشاد ربانی اپنی ذات کے متعلق یہ ہے: ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ ''اس کی مانند کوئی شیء نہیں''۔ ﴿**اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ**﴾ (سورۃ النور، رکوع ۵) ''اللہ (ذات باری تعالیٰ عزاسمہ) آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو جس میں چراغ ہو، وہ چراغ فانوس کے اندر ہو اور فانوس اس طرح نظر آئے کہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے ایسے شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس کا تیل برابر روشن ہے اگر آگ اس کے نزدیک تک نہیں آئی۔ نور پر نور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دیتا ہے

اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے“۔

مرزائے قادیانی کا خدا

مرزائیوں کا پیشوا اس ذات کے متعلق حسب ذیل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے جو قرآن حکیم کے پیش کردہ تصور سے سراسر مختلف اور ذات باری تعالیٰ کی توہین وتحقیر کرنے والا ہے۔ مرزا لکھتا ہے۔ ”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے۔ جس کے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں“۔ (توضیح مرام، ص ۷۵)

ربّنا عاج۔ ہمارا پروردگار ہاتھی دانت ہے۔ (براہین احمدیہ، ص ۵۵۶)

خدا کو تیندوے کی شکل میں تصور کرنے والا اور ذات باری تعالیٰ کو عاج یعنی ہاتھی دانت قرار دینے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ چہ جائے کہ اس کے متبعین کو اسلام کی نعمت سرمدی سے حصہ ملے۔

اسلام کا خدا

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) ”(اے محمد) کہہ دے کہ وہ معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کے لیے کوئی کفو ہے“۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّاo اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ (سورۂ مریم) ”قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق

ہو جائے اور پہاڑوں کے ٹکڑے اُڑ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا پکارا جائے''۔

﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا سُبْحَانَهُ﴾ ''وہ کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ وہ پاک ذات ہے (یعنی ایسی لغویات سے مبرا ہے)''۔

یہی وہ اعلان تھا جس کی تفسیر جابجا قرآن پاک میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کے رو سے مشرکین، یہود، نصاریٰ، صائبین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے غلط عقائد پر یک قلم خط تنسیخ کھینچ کر ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم کیا گیا۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال معرض عمل میں آیا اور ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ انسانی علائق کی نسبت دینے والوں کی تکذیب کی گئی۔ اب اس ارشاد ربانی کی روشنی میں مرزائے قادیانی کے حسب ذیل اقوال کو پرکھ لیجئے، صاف نظر آ جائے گا کہ اس شخص کا مقصد خالص اسلامی عقیدہ کو مغشوش کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

مرزا اور اس کے خدا کے تعلقات بوقلموں

انت منی بمنزلة ولدی (حقیقت الوحی ص ۸۶) ''اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے''۔

اسمع ولدی ''اے میرے بیٹے سن!''۔ (البشریٰ جلد اول ص ۴۹)

مظهر الاول والآخر مظهر الحق والعلا کان الله نزل من السمآء.

''فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ اوّل اور آخر کا مظہر، حق و علا کا مظہر ایسا جیسا کہ خود خدا آسمان سے اتر آیا''۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۶)

یا قمر یا شمس انت منی وانا منک (حقیقت الوحی ص ۷۴) ''اے چاند اے خورشید تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے''۔

''حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا''۔ (اسلامی قربانی، مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، ص ۴۷)

ومثل ذالک من الخرافات. ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبتیں باپ بیٹے اور بیوی کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسلام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ متذکرہ صدر اقوال سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ قائل نے ذاتِ باری تعالیٰ کی تضحیک و تحقیر کی ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ چہ جائے کہ اسے ''مسلمانوں'' کے ایک فرقہ کا دینی امام و پیشوا سمجھا جائے۔

مرزائے قادیانی کے خدا کی دیگر صفات

جس خدا کے ساتھ مرزائے قادیانی نے اپنے گونا گوں تعلقات کا اظہار کیا ہے وہ اس خدائے واحد و قدیر سے سراسر مختلف ہے جس کی صفات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے تصور کے متعلق مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ اس کی تصانیف میں تو خدا کے متعلق نہایت عجیب و غریب خیالات بھرے پڑے ہیں۔ مرزا کا خدا نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے (البشریٰ، ص ۹)۔ مرزا کا نام لینے سے شرما جاتا اور اسے ادب سے بلاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۳۵۶) اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ (انجام آتھم) مرزا کے حیض کو بمنزلہ اطفال اللہ کے بچہ بناتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۳)

اس پر رجولیت کا اظہار کرتا ہے (حوالہ اوپر ملاحظہ ہو) اس کے کاغذ پر سرخ روشنائی سے دستخط کرتا قلم جھاڑتا اور اس روشنائی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر ڈالتا ہے۔ (تریاق القلوب، ص ۳۴ و حقیقت الوحی، ص ۲۵۵) اگر آپ مرزائے قادیان کے خدا کا پورا جلال دیکھنا چاہیں تو اس کے حسب ذیل بیان کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ اس شخص کو کیسے خدا کی بندگی کا شرف حاصل تھا۔

''پھر اس کے بعد ہی زور سے بدن کانپ اُٹھا الہام ہوا ''دی کین وھاٹ وی ول ڈو'' (جو ہم چاہتے ہیں کر سکتے ہیں) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے''۔ (براہین احمدیہ، ص ۴۸۰)

مرزائیوں سے خطاب

اس صحبت میں عاجز نے اسلام کے اصل الاصول کی ایک شق یعنی عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ کوئی شخص اس وقت تک **لا الہ الا اللہ** کا قائل نہیں سمجھا جا سکتا جب تک ذات باری تعالیٰ عزاسمہ کی تمام ان صفات اثباتی و سلبی کا قائل نہ ہو جو اسمائے حسنیٰ میں اور دیگر مقامات پر جا بجا قرآن پاک میں مذکور ہوئی ہیں۔ اسلام کا عقیدہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کی مزید تشریح کی خواہش ہو تو قرآن پاک کے صفحات موجود ہیں۔ اس عقیدہ کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد کے عقائد و اقوال کو پرکھ کر دیکھ لو اور خود فیصلہ کرلو کہ جو لوگ تمہارے سر نیاز کو اس شخص کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں۔ اس کے اپنے عقائد کا حال کیا ہے؟ آیا اس کی پیروی کر کے تم اسلام کی تعلیم سے قریب جا رہے ہو یا اس سے بہت بعد اختیار کر چکے ہو۔ اگر خوش عقیدگی کی بنا پر تم نے مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اور دوسرے اقوال کی تاویل و تفسیر کر کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی تو تمہیں اسلام اور قرآن کے ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جو خدائے اسلام نے

مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے عقائد باطلہ پر کیے ہیں۔ ان تمام مذاہب کے پیرو یہی کہتے ہیں کہ بت پرستی یا خدا سے ولد و کفو وغیرہ کی نسبت دینے کے معاملات ان کے ہاں استعارہ کے رنگ میں آئے ہیں۔ جن کی بڑی خوشنما تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔

شائد بعض قادیانی یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ان الہامات واقوال کو لغو سمجھتے ہیں اور انہیں اس قسم کی اہمیت نہیں دیتے جیسی کہ عیسائیوں نے انجیل میں باپ اور بیٹے کے الفاظ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینی شروع کر دی تھی۔ اگر یہ بات ہو تو میں کہوں گا کہ پھر تمہیں اپنے پیشوا کے دوسرے دعاوی کو برحق قرار دینے میں کیوں اصرار ہے انہیں بھی متذکرہ صدر دعاوی کی طرح لغو سمجھو اور مجذوب کی بڑ قرار دے لو۔ اگر مرزائیوں کا ایک گروہ آج مرزا کے دعاوی نبوت و مسیحیت کو اپنے لیے اساس دین قرار دے رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل مرزائیوں کا کوئی دوسرا گروہ مرزا کے متذکرہ صدر اقوال کو لیکر اس کی الوہیت، شرکت فی ذاتِ باری تعالیٰ، ابن اللہ اور زوجیت خداوندی کا اعلان کرنے لگے اور اسی کو اساس دین قرار دے لے۔

لہٰذا میرے فریب خوردہ مرزائی دوستوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع بن کر وہ قصر اسلام کے اوّلیں سنگ بنیاد یعنی عقیدہ توحید سے کس قدر دور جا پڑے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ کے متعلق ان کا عقیدہ کس حد تک مغشوش کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا انہیں اس دن کی فکر کر لینی چاہیے جس کے متعلق صاف الفاظ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ: ﴿**تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ○ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ**﴾ (پ ۱۸، سورۂ مومنون، رکوع ۶ آخری رکوع) ''آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہوگی اور اس میں پیچ و تاب کھائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا

کہ) تم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں لیکن تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے''۔

اساس اسلام کا دوسرا جزء

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس کا اقرار

ذاتِ باری تعالیٰ عزاسمہ کی توحید اور تمام صفات لازم پر ایمان لانے اور ان کا اقرار کر لینے کے ساتھ ہی مسلم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان خدا کے اس رسول مقبول ﷺ کا بدل معترف ہو اور زبان سے اس کی رسالت و نبوت کا اقرار کرے۔ جس کی معرفت اسے دین اسلام اپنی کامل و مکمل صورت میں ملا۔ محمد عربی ﷺ کو رسول مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام کو خدا کا آخری، مکمل اور قائم پیغام سمجھے۔ حضور ﷺ کی سکھائی ہوئی شریعت کو آخری، مکمل اور قائم شریعت جانے۔ حضور ﷺ کے بتائے ہوئے دین کو قیامت تک کے لیے نوعِ بشر کی ہر گونہ ضروریات زندگی کا کفیل اور اس کی دنیوی اور اُخروی فوز و فلاح کا موجب تصور کرے۔

ارشاد ربانی: ﴿**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا**﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پایہ تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا''۔ اس پر شاہد و دال ہے مخفی نہ رہے کہ قرآن پاک ایسا فصیح و بلیغ، جامع و اکمل کلام جو اپنے خدائی کلام ہونے کی خود دلیل ہے۔ محمد عربی ﷺ کی رسالت کا مصدق و شاہد ہے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ ایسے صادق و امین رسول کی سیرت پاک اور حضور کا اسوۂ حسنہ قرآن کے خدا کا کلام ہونے کا ثبوت ہے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں حضرت باری تعالیٰ کی

قدرت کاملہ کے ایسے ''عدیم النظیر'' مظہر ہیں جن کے اجتماع پر دین اسلام کی حقانیت کا قصر قائم ہے۔ لہٰذا ان کے صحیح رتبہ کو کما حقہ نہ پہچاننا یا ایسے خیالات کا اظہار کرنا جن سے ان کی صحیح منزلت پر مخالفانہ زد پڑتی ہو۔ انسان کے نقص ایمان کا موجب ہے۔ تکمیل دین و اتمام نعمت ربانی کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ'' قرآن پاک کی مانند کوئی اور کلام بھی نوع بشر کے پاس موجود ہے یا ہوسکتا ہے''۔ تو وہ شرائط اسلام کا منکر ہو جائیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ'' حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد بھی نوع انسانی میں کوئی رسول مبعوث ہوا، یا ہوسکتا ہے''، تو وہ بھی اسلام کے دعوائے تکمیل و اتمام نعمت کا منکر ہوگا جس کی نص سطور بالا میں مذکور کی جا چکی ہے۔ قرآن کے بعد کسی اور کلام کے متعلق ارشاد ربانی کا ادّعا کرنا اور محمد ﷺ کے بعد کسی اور فرد بشر کو رسول قرار دینا اسلام کی اساس پر تیر چلانے کا مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے قرآن پاک کے دعویٰ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی نفی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ مرزائیوں کی طرح ''اسلام'' کی شرط اولیں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت کو قرار دیا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ اسے نبی یا مجدد یا کچھ اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر مرزائیوں کے دعویٰ کو صحیح سمجھا جائے تو تکمیل دین اور اتمام نعمت الٰہی کا باعث قرآن اور محمد عربی ﷺ کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس دوسرے شخص کو سمجھنا ہوگا۔ جس کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالے بغیر مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص مسلم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا عقیدہ جو قرآن پاک کے بغیر کسی دوسرے کلام کو کلام خداوندی اور محمد ﷺ کے بغیر کسی دوسرے شخص کو نبی یا رسول قرار دینے والا ہو۔ قرآن اور محمد ﷺ کا بتایا ہوا اسلام نہیں بلکہ اس کی نفی ہے۔ اس کے مکمل و اکمل ہونے کا صریح انکار ہے اور اس کی حقانیت کا کفر ہے۔

اس اسلام کے آخری قطعی اور مکمل دین ہونے پر جو قرآن اور خدا کے رسول محمد ﷺ نے نوع بشر کو دیا۔ قرآن پاک کی حسب ذیل آیت بھی شاہد و دال ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (پ۲۸۔۱) ’’وہ (خدا) جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ کے ساتھ اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر غالب آجائے‘‘۔

اس مکمل دین اور نعمت تام کے بعد جو قرآن اور محمد ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو قیامت تک کے لیے مل گئی۔ خدا کے مزید کلام اور اس کے دیگر ایلچیوں کی ضرورت جاتی رہی۔ لہٰذا متذکرہ صدر نصوص قرآنی کے علی الرغم جو شخص بھی اس کے برعکس کوئی دعویٰ کرے گا وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اسلام کا منکر اور مسلمانوں کے نزدیک مفتری اور کذاب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

پس ان مرزائیوں کو جو اسلام کے نام پر مرزائیت کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں غور کرنا چاہیے کہ وہ حقیقت اسلام سے کتنی دور پڑے ہیں اور انہیں اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے والوں نے حقیقی اسلام کے بنیادی عقیدہ سے کس قدر دور پھینک دیا ہے۔ انہیں دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کی نبوت و رسالت کے اقرار کو انہیں شرط اسلام بتایا گیا ہے اس نے حقیقی اسلام کی صداقتوں سے روگردانی کر کے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے نبوت کے مرتبہ عالیہ کی تحقیر و تذلیل پر اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ تا کہ سادہ لوح اشخاص اس منصب جلیل کو ایک عامیانہ اور سہل الحصول سی چیز سمجھ کر اس کے دامِ فریب کا شکار ہو جائیں۔ اور سمجھنے لگیں کہ حقیقی اسلام یہی ہے جو ان کو سکھایا جا رہا ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ مرزائے قادیانی کی اس خرافات کو نقل کر سکوں۔ جس میں اس نے ان انبیائے کرام

ومرسلین یزدانی علیہم السلام کی عمداً تحقیر کی ہے۔ جن کی تعظیم وتکریم کا حکم ہمیں قرآن پاک میں مل چکا ہے۔ مرزا کی تصانیف کو خوش عقیدگی کے ساتھ تلاوت کرنے والے مرزائی خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کو جسے وہ ہادی ومہدی رسول ونبی بلکہ خاتم النبیین تک مان رہے ہیں۔ اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے کیسے کیسے رنگ بدلنے پڑے۔ دین اسلام کے صحیح عقیدہ یعنی ختم نبوت کے اقرار سے لے کر محدثیت ومہدویت، مسیحیت، ظلی وبروزی نبوت، امتی خالص غیر تشریعی نبوت، تشریعی نبوت، حتیٰ کہ ختم المرسلینی کے دعویٰ تک طرح طرح کے منطقیانہ استدلال سے کام لینا پڑا۔ اور آخر نوبت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ خود کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ سے (نعوذ باللہ) افضل ظاہر کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور اب اس کا فرزند کھلم کھلا اپنے باپ کی افضلیت تام کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ کیا یہ اسی اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے؟ جس کی تکمیل خدائے لایزال نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ملک عرب میں کی تھی۔ اور جس کی اساس جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر رکھی گئی تھی۔ واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی کہلانے کے شوق میں جس قدر ہفوات سے اپنے کام وزبان کو آلودہ کیا ہے اس میں سے ایک ایک سطر اور ایک ایک فقرہ دین اسلام کے ان مسلمات کی نفی ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر مجھے تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب مرزائیت کی اساس ہی دین اسلام کی اساس سے مختلف ثابت ہوگئی تو جزئیات کی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرزائی جانتے ہیں کہ مرزائیت کی اساس مرزا غلام احمد کو نبی اور نبی کے علاوہ اور بہت کچھ ماننے اور اس کی تصانیف کو الہامی قرار دینے پر قائم ہے۔ اور اسلام کی اساس یہ ہے کہ قرآن پاک کو

خدا کا صحیح و مکمل پیغام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا کا آخری رسول مانا جائے۔

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

مرزائی کہیں گے کہ ہم بھی دین اسلام کی اساس **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے قائل ہیں اور اس کے منکر نہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیں کہ اسلام و ایمان کے لیے متذکرہ صدر اساس کا ان شرائط لازم کے ساتھ جو قرآن پاک میں آ چکی ہیں ماننا ضروری ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد کا تصور ذاتِ باری تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ کے متعلق سراسر غیر اسلامی ہے اور وہ اپنے دعاویٰ بوقلموں کے باعث توحید کے صحیح عقیدہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے ''محمد رسول اللہ'' کہنے میں بھی کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ اپنے دین کی اساس ''محمد رسول اللہ'' پر نہیں بلکہ مرزا نبی اللہ وغیرہ پر قائم کرتے ہیں۔ **قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِذَا جَآءَ کَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾** (پ۲۸،) ''جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ بلاشبہ جھوٹے ہیں''۔

ارکان واحکام اسلام

اس امر کی تشریح سطور بالا میں کی جا چکی ہے کہ دین اسلام ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی وساطت سے ملا۔ اور وہ دین اس کلام ربانی میں درج ہے جسے قرآن مجید اور فرقان حمید کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ کی زندگی اس دین کی عملی تفسیر اور حضور کے ارشادات اس کی توضیح ہیں۔ نیز یہ کہ دین اسلام دین کامل ہے جس میں قیامت تک

کے لیے ردوبدل، ترمیم وتنسیخ یا تحریف وتاویل کی گنجائش وضرورت نہیں۔

''ارکان اسلام'' جو قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ سے ہمیں پہنچے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کی توحید منزہ عن الخطاء اور صمدیت منزہ عن الشرک ودیگر صفات پر نیز محمد عربی ﷺ کی کامل واکمل رسالت پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فریضوں کے ادا کرنے پر مشتمل ہے ان فریضوں کی بجا آوری کے احکام کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں اچھی طرح بیان ہوچکی ہیں۔ اور ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا تعامل ان پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے۔ جس میں کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور خدا اور اس کے رسول نے کہیں یہ خبر نہیں دی کہ کوئی ''**مامور من اللہ**'' روز قیامت سے پہلے پہلے ''نئے خدائی احکام'' کے ماتحت ان میں ردوبدل کرے گا۔

نماز ادا کرنے کے لیے قرآن پاک میں اس امر کی نص صریح موجود ہے کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس مسجد حرام کی طرف منہ کر کے خدا کی بندگی کیا کریں جو مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھی اسی مسجد حرام کا رخ کریں۔ جس کے مناسک وہیں کے شعائر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف امت مسلمہ کا قبلہ اور اس کی وحدت کا مرکز ہے اس سے الگ ہوجانا یا منہ پھیر لینا اسلام کے ایک بڑے رکن یعنی خود اسلام سے انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

اسلام کا قبلہ اور مسلمانوں کا حج

خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کی فضیلت ومرکزیت پر حسب ذیل آیات کلام ربانی شاہد ہیں: ﴿**فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ**﴾ (بقرہ) ''پس مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لے اور تم جہاں کہیں بھی ہو

اسی کی طرف منہ پھیر لیا کرو“۔

﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ (بقرہ) ”اور جو اس میں داخل ہوگیا امان پا گیا“۔

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ)

”بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے بیچ میں پھرے تو کچھ برا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدر دان اور اس کی نیت کا جاننے والا ہے“۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ، رکوع ۲۴) ”اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے تمام کرو“۔

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۱۰) ”اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک راہ پا سکیں اور جو کوئی منکر ہو تو (وہ جان لے) کہ اللہ دونوں جہانوں سے غنی ہے (یعنی کسی کے حج کا محتاج نہیں)“۔

﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ (الحج، رکوع ۴) ”اور لوگوں میں حج کی منادی کردے وہ تیرے پاس پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار جو دور کے راستے سے آ رہے ہوں گے“۔

مرزائیوں کا قبلہ اور حج

متذکرہ صدر احکام صریح جان لینے کے بعد ذرا قادیانیوں کے خیالات اور عمل پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔ اس مذہب کا بانی کہتا ہے۔

''بیت الفکر'' سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور ''بیت الذکر'' سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ اور آخری فقرہ مذکورہ بالا **(ومن دخله کان امنا)** اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے''۔ (براہین احمدیہ، صفحہ ۵۵۸)

''زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے''

(درثمین صفحہ ۵۲)

باپ کے بعد بیٹے کی باری آئی تو مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متذکرہ صدر ملفوظات کی تشریح یوں کی۔ ''کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے خداتعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے''۔

''جیسا حج میں **رفث** اور **جدال** منع ہیں۔ ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہیں''۔

(خطبہ جمعہ از میاں محمود احمد ۱۹۱۴ء)

اسی طرح ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اسی سالانہ جلسہ کی اہمیت جتاتے ہوئے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ثواب حج کے ثواب سے کم نہیں۔ لوگ جوق در جوق آئیں اور **شعائر الله** کو دیکھیں۔ **شعائر الله** مرزا غلام احمد قادیانی کا حرم، اس کے صحابی اور اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے مقامات اور ایسی ہی دیگر اشیاء بیان کی گئیں۔

اس وقت ''الفضل'' کا وہ پرچہ جس میں یہ تقریر چھپی تھی میرے سامنے نہیں۔ جس کو تحقیق کی ضرورت ہو۔ وہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے ''الفضل'' کی فائل دیکھ سکتا ہے۔ قادیانیوں

کے اس عقیدہ پر کہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی شرکت بیت اللہ شریف کے حج کا بدل ہے۔ ایک قادیانی کا حسب ذیل ارشاد بھی شاہد ہے۔

''جیسے احمدیت بغیر یہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔ اس طرح اس ''ظلی حج'' کو چھوڑ کر ''مکہ والا حج'' بھی خشک رہ جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں پر آج کل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے''۔ (پیغام صلح، جلد۲۱، نمبر۲۲)

مرزائیوں سے خطاب

اب آپ ہی اندازہ فرمالیں کہ توحید ورسالت کے بعد ارکان اسلام کے معاملہ میں بھی اس مذہب کے پیشوا اپنے متبعین کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے کس طرح دور لے جارہے ہیں۔ زکوٰۃ کا مصرف تو انہوں نے اپنی جیبیں اور اپنے خزانے بنا ہی رکھے ہیں۔ (ان چندوں کی طرف اشارہ ہے جو ٹیکس کے طور پر قادیانیوں سے وصول کر کے خزانہ خلافت میں داخل کیے جاتے ہیں) حج کو بھی اپنے گھر کی طرف کھینچا جارہا ہے۔ اور اسلام کے حقیقی حج کو کبھی خشک اور کبھی ساقط اور کبھی ناممکن ظاہر کر کے کوشش کی جارہی ہے کہ قادیان ہی کو اس نئے مذہب کے پیروؤں کا قبلہ ومرجع بنادیا جائے۔

پس ان مرزائیوں کو جو قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر کا شکار ہورہے ہیں۔ اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیے اور اسلام کی اصلی تعلیم قادیان کے سوا کسی دوسری جگہ ڈھونڈنی اور حاصل کرنی چاہیے۔ حج اور زکوٰۃ کو اپنے ڈھب پر ڈھال لینے اور عقیدہ توحید ورسالت میں تحریف وتاویل کر لینے کے بعد ارکان اسلام میں سے صرف نماز اور روزہ ایسے رکن رہ جاتے ہیں جن میں ترمیم وتنسیخ کر دینے سے اس مذہب کے پیشواؤں کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے یہ دو ارکان قادیانیت میں جا کر اس

کے بانی ومبدع کی ''الہامی'' دست برد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے پیرومرشد نے توحج وزکوۃ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسی سطح ارضی پر بعض لوگ ایسے بھی ہوگزرے ہیں جن کی تاویلات سے نماز اور روزہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ بہرحال ایسے لوگوں نے حسب ضرورت اور حسب موقع ومحل اسلام کے احکام میں تصرف سے کام لیا۔ لیکن ان سب پر اسلام کا حکم یہی ہے کہ وہ اس کی حقیقی تعلیم سے بہت دور چلے گئے ہیں کہ اب ان کا کسی قسم کی تاویل کے بل پر اسلام میں واپس لانا (یعنی مسلمان ثابت کرنا) امر محال ہوگیا ہے۔ اگر تمہیں اپنی عاقبت کی کچھ فکر ہے تو سیدھے سادھے مسلمان بن جایئے۔ اور ان لوگوں کا دامن چھوڑ دیجئے جو تمہیں کشاں کشاں اسلام کے دامن فوز سے دور براہ راست جہنم کی طرف جارہے ہیں **وقولہ تعالیٰ** عزاسمہ ﴿**اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِالْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِط وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ**﴾ (الحج، ع۲) ''جو لوگ انکار کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے دور اس مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت کا مقام ٹھہرایا ہے) وہاں کا رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں۔ اور جو کوئی اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چلنا چاہے اسے ہم تکلیف کا عذاب چکھائیں گے''۔

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ایسے فرائض اساسی کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو جابجا صاف اور صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال

کی مدافعت کے لیے جابجا ''قتال فی سبیل اللہ'' کی تاکید کی ہے۔ اور اس فریضۂ مقدس کی بجاآوری کے لیے اس قدر وضاحت کے ساتھ احکام صادر فرمائے ہیں جن میں ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پورے پورے قواعد وضوابط بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسلام چونکہ دین کامل ہے اس لیے وہ ظلم و جور اور استیلا وحق ناشناسی سے بھری ہوئی اس دنیا میں اپنے متبعین کو ''اولین لازمۂ حیات'' یعنی حقِ دفاع سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن حکیم چونکہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے۔ اس لیے اس میں قیامت تک کے لیے ایک دفاعی دستور العمل کا بالتصریح بیان ہونا لازمی امر تھا۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (بِاَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ) نے اپنے ''اسوۂ حسنہ'' سے اور قرآن پاک نے نہایت کھلے الفاظ میں زندگی کی یہ ضرورت مسلمانوں پر واضح کر دی۔ اور بتا دیا کہ مسلمانوں کو قتال کے دفاعی حق سے ﴿حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (انفال، رکوع ۵) کی کیفیت کے پیدا ہونے تک یا بالفاظ دیگر ﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ کا وقت آنے تک غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ''قتال فی سبیل اللہ'' کی اہمیت پر حکمائے امت اور مفسرینِ ام الکتاب نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی واجتماعی یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کا ماحصل اسے اور فقط اسے قرار دیا ہے۔ اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کیے بغیر نہ تو دنیا سے ظلم و تعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ''سورۂ صف'' میں ''قتال فی سبیل اللہ'' کو ایسی تجارت بیان فرمایا ہے جو انسانوں کو ''**عذاب الیم**'' سے بچانے کی کفیل ہے۔ اور جس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے ﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ**. الآیۃ﴾ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے استقصا کے جواب میں کہ خدا کے نزدیک ''احب الاعمال'' کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (صف، رکوع ۱) ''البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بصف ہو کر اس طرح لڑتے کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی دیوار ہیں''۔

''قتال فی سبیل اللہ'' کے متعلق خدائے جلیل وقدیر عزاسمہ کے چند صاف صاف احکام جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں بطور تذکار لازم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (البقرہ، ع ۲۲) ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن (کسی پر) زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ ع ۲۶) ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا۔ اور وہ تم پر شاق گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بات تم کو بری لگے لیکن (درحقیقت) وہ تمہارے لیے اچھی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ (انفال رکوع ۸) ''اور تم کافروں کے مقابلہ میں جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور ان کے سوا دوسروں پر تمہاری دھاک رہے گی جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے''۔

متنبّی قادیان کا انحراف

خدائے بزرگ و برتر کے متذکرہ صدر واضح احکام مؤکدہ کے بعد ذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے ان کارناموں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے جو جہاد و قتال کے رد میں حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیئے گئے۔ توحید کو مغشو، رسالت کو ناتمام اور حج کو ساقط کرنے کے بعد اس شخص نے حکم جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ اور اس پر اپنے خاص تاویلی انداز میں رسائل و اشتہارات لکھے۔ جن کا ماحصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے...... اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا''۔ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵، مصنفہ مرزا)

''وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے۔ تا کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازہ کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا''۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ (درخواست مرزا بحضور حاکم پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، ص ۱۷)

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات طبع کیے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچایا

ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور ''مہدی خونی ''اور''مسیح خونی'' کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے خیالات جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (تریاق القلوب،ص،۲۵)

''میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلادِ عرب یعنی حرمین اور شام ومصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲، میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں''۔

(تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم ص،۲۶)

''ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع کیں۔ اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے''۔ (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد، ہم، صفحہ ۲۸)

''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے''۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد، صفحہ،۷)

مرزائیوں سے خطاب

حکام وقت کی خوشنودی کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیم پر بے باکانہ خطِ نسخ کھینچنا کسی مسلمان اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے سچے تبع کا کام نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے ایک حصہ کا انکار صریح جیسا کہ جہاد وقتال کے بارے میں کیا گیا ہے کلام ربانی کا انکار یعنی اسلام کا انکار ہے۔ لاہوری مرزائی تلبیس سے کام لے کر عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زماں نے دیگر علمائے اسلام کی طرح عدم استطاعت کی بناء پر فریضۂ جہاد کو

عارضی طور پر ساقط عن العمل قرار دیا تھا۔ لیکن مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات اس کے لاہوری متبعین کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے، اور آئندہ زمانے کے لیے مسلمانوں سے قتال فی سبیل اللہ کا دفاعی حق چھین لینے کا خواہشمند ہے۔ عدم استطاعت کی بنا پر روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد ایسے فریضوں کی ادائیگی سے غیر مستطیع مسلمانوں کو بلاشبہ اسلام نے ایک حد تک رخصت دی ہے لیکن کسی مسلمان کو قرآن پاک کے صریح احکام پر خط نسخ کھینچنے کی جرأت نہیں ہوسکتی، خواہ وہ حکام وقت کا کتنا ہی مقرب بننے کا آرزومند ہو۔ میں دین اسلام کے موٹے موٹے بنیادی اصول کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ وہ کسی امر میں بھی حقیقی اسلام کے مطابق نہیں۔ جس شخص کے عقائد توحید ذات باری تعالیٰ کے متعلق تعلیم قرآنی کے خلاف ہیں جو رسالت میں شرک کرنے کے گناہ کا مرتکب ہے، اور حج اور جہاد کو ساقط و منسوخ قرار دے رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا کہ اس کی تعلیم اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ سراسر ہٹ دھرمی ہے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑوں پر تیر چلانے سے دریغ نہیں کرتا اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ **بعث بعد الموت** اور آخرت کے حساب کتاب کا معتقد اور قائل تھا، ایک بعید از قیاس امر ہے۔ پس اے فرقہ مرزائیہ کے فریب خوردہ لوگو! اگر نجات کی صراط مستقیم کے طالب ہو تو ایسے شخص کی متابعت سے باز آجاؤ اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے ضحوکہ نہ بناؤ، تائب ہو جاؤ، ورنہ یاد رکھو کہ اس خدائے قدیر کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے، جس کی سنت میں کفار و مشرکین کو ایک حد تک ڈھیل اور مہلت دینا بھی داخل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ: ﴿**بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍo لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا**

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مِن وَّاقٍ﴾ (الرعد، ع،۳) ''اور یہ کہ ان منکروں کو اپنا مکر اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں، اور جن کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، اور اللہ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں''۔

گزارشات

اوراقِ ماقبل میں مرزائے قادیانی کے اقاویل وعاوی کو جن پر قادیانیت کے قصر کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسلام کے ''اصل الاصول'' یعنی ''**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رّسول اللّٰہ**'' کے اٹل عقیدہ کی بنا پر پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ اس شخص کے خیالات وعقائد اور اس کی تعلیمات جسے یہ کم فہم حضرات ذریعۂ نجات سمجھ رہے ہیں۔ اصول وارکان اسلام سے کس قدر بعد بلکہ تضاد رکھتی ہیں۔ دین اسلام ایک ''**یسیر الفھم**'' سیدھا سادا دین ہے جو ''**بینات**'' یعنی صاف صاف اور واضح واضح عقائد کی براہنِ ثابتہ لے کر آیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ان موشگافیوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں گرفتار ہو کر یہودی اور نصرانی بارگاہ ایزدی سے ''**مغضوبین وضالین**'' کے سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں، اور جن میں آج مرزائی یا قادیانی مذہب کے پیروؤں کو الجھا دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے نصائص محکم کے باوجود لاہوری جماعت کے لیڈر ''میاں محمد علی'' کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز اور معقولیت کی بین توہین ہے کہ ''مرزائے قادیانی نے خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی وغیرہ بننے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بطور ''مجاز'' ہے''۔ (رسالہ مغرب میں تبلیغ اسلام، صفحہ ۲۴) میں اس امر کی تصریح کر چکا ہوں کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں حضرت عزیز علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ولد قرار دینے پر سخت وعید آئی ہے۔ وہ بھی آسمانی

باپ اور ابن اللہ کی اصطلاحوں کو مجازی طور پر استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ بروز قیامت ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برأت کا اظہار فرمائیں گے ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ﴾ (المائدہ ۱۰) ''جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا لو، تو وہ جواب دے گا تیری ذات پاک ہے مجھے کب سزاوار تھا کہ ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا''۔

خیرہ چشمی کی اور بات ہے لیکن کوئی فہمیدہ انسان جو اسلام کے عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ چکا ہے خدا کے ساتھ ایسی مجازی نسبتیں دینے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا، اور میں **علی وجه البصیرت** کہتا ہوں کہ میاں محمد علی ایسے لوگ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بعض دنیوی فوائد کی خاطر گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اقساط گزشتہ میں بیان کیا جاچکا ہے کہ پیشوائے قادیانیت کی تعلیم اسلام کے ''عقیدہ توحید'' کے خلاف، ''عقیدہ تکمیل دین'' و ''ختم نبوت'' کے خلاف، ''رکن حج'' و ''اصول جہاد'' کے خلاف ہے، اور یہ اختلاف بیّن میں مرزائے قادیانی کے اقاویل کو قرآن پاک کی آیات محکمات کے بالمقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں۔ اگر اس کے باوجود مرزائیوں کو مرزائی رہنے پر اور بعض مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے پر اصرار ہو تو میرے لیے اس سے زیادہ حیرت واستعجاب کا مقام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

مرزائی حضرات کے دیگر سوالات

اب میں مرزائی اور قادیانی مستفسرین کے دیگر سوالات کو لیتا ہوں جن کی

''بھول بھلیاں'' میں یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پھنسے ہوئے ہیں، اور جن میں دوسرے کم علم مسلمانوں کو الجھا کر ان کے مبلغ اپنے دام فریب کو توسیع دینے کے عادی ہیں۔ ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ مرزائے قادیانی کے دعاوی کا ایک مجمل سا جائزہ لے لیا جائے، جن میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کے لیے اس کے پیرووں کو اس قسم کے سوالات وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جن کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ان دعاوی کے جواز کے لیے دور از کار تاویلیں وضع کی جائیں۔ ''آیات قرآنی'' اور ''احادیث نبوی'' (ﷺ) کے معانی کی تحریف کے لیے راہیں نکالی جائیں۔ لا طائل دلیلوں کا سہارا ڈھونڈا جائے، اور طرح طرح کی موشگافیوں کے بل پر اپنی غلطیوں کے جواز کے پہلو پیدا کر کے دل کی ڈھارس کا سامان مہیا کیا جائے۔ مرزائے قادیانی کے دعاوی باطلہ کی بھول بھلیاں ایسی پیچ در پیچ ہے کہ تاویلوں اور تحریفوں کے بغیر کوئی عقلمند آدمی ان کے دام کا گرفتار نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو اسلامی تعلیمات کا سیدھا سادا مفہوم چھوڑ کر ایسے ایسے مسائل گھڑنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جو کوتاہ نظروں اور کم علموں کے دماغ کو پریشان کر کے انہیں شکوک وشبہات میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ جتنے سوالات بھی مرزائی حضرات نے کیے ہیں۔ وہ متذکرہ بالا کلیہ کی تحت میں آتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کے دعاوی

اب ذرا مرزائے قادیانی کے دعاوی پر ایک چھلکتی ہوئی نظر ڈال لیجئے۔ جن پر قادیانی مذہب کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ مرزائے قادیانی کی کتابوں اور اس کے متبعین کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قادیانی مذہب اور اس کے پیشوا کی تعلیمات کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ''ایک زمانہ میں مرزا صاحب عام مسلمانوں کی طرح

مسلمان تھے اور وہ اسلام کے عقائد پر سختی سے کاربند رہنے کو فخر کا مقام سمجھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو دوسرے رنگوں میں ظاہر کرنا شروع کر دیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، تا کہ لوگ اس کے ولی اللہ ہونے کا اعتبار کرنے لگیں۔ ولایت سے ایک قدم آگے بڑھا کر پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا، پھر اس پر خط نسخ کھینچ کر چودھویں صدی کا مجدد اور امام بنا۔ آہستہ آہستہ مثیل مسیح، مسیح موعود، امتی نبی، ظلی و بروزی نبی، خالص نبی، مرسل یزدانی، غیر تشریعی نبی اور پھر تشریعی نبی بننے کی نوبت آئی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا تو انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام سے افضل بننے کی ٹھان لی، اور حضور سرور کائنات ﷺ سے منصب ختم نبوت و تکمیل رسالت چھین کر اپنے ''خاتم الانبیاء'' ''جامع کمالات انبیاء'' اور ''خدا کا برگزیدہ ترین رسول'' کہلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کفریات کا ایک ایسا طومار جمع کر دیا جس کی داد ابلیس لعین کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس طومار سے مرزائے قادیانی کے چند اقوال بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا''۔ (تحفہ گولڑویہ، صفحہ ۱۹۵)

''ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اس لیے ہم نبی ہیں''۔ (اخبار بدر قادیان، مورخہ ۵ مارچ، ۱۹۰۸ء)

''سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا، اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہو، اس وقت تک جب اس دنیا سے گزر جاؤں''۔

(مرزا کا خط بنام اخبار عام، لاہور مورخہ ۲۳ مئی، ۱۹۰۸ء)

''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ''۔

(ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ۲)

''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں''۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ دو ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے''۔ (چشمہ معرفت، صفحہ ۳۱۷)

''خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۱۴۸)

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ (دافع البلاء، صفحہ ۱۱/۱)

''نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں، اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، وہ پیش گوئی پوری ہو جائے''۔ (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۹۱)

''آنچہ من بشنوم ز وحی خدا   بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم   از خطاہا ہمیں ست ایمانم''

(درثمین، صفحہ ۲۸۷)

’’مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر‘‘۔ (اربعین، نمبر۴، صفحہ ۲۵)

’’میرے پاس آئیل آیا۔ (اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ باربار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا، پس مبارک ہے وہ جو اس کو پائے اور دیکھے‘‘۔

(حقیقت الوحی ،ص۱۰۴)

’’اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔ (حقیقت الوحی ،صفحہ ۴۹)

’’میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام .... ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے......

یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند احکام بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا‘‘۔

(اربعین ،نمبر۴، صفحہ ۷)

’’مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے‘‘۔ (تبلیغ رسالت ،جلد نہم)

’’انبیا گرچہ بودہ اند بسے   من بہ عرفان نہ کمترم زکسے

آنچہ داد ست ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بہ تمام

کہ نیم زاں ہمہ بروئے یقیں   ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

(درثمین، صفحہ ۲۸۷۔۲۸۸)

''اس کے یعنی نبی کریم ﷺ کے لیے (صرف) چاند کے گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا۔ اب تو انکار کرے گا''۔

(اعجاز احمدی، صفحہ ۷۱)

''ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا، اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کی انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا، پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی''۔ (خطبہ الہامیہ، صفحہ ۱۷۷)

''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں ''زمان البرکات'' ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ ''زمان التائیدات ودفع الآفات'' تھا''۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ ۴۲)

''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں۔ یعنی بروزی طور پر جب کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے، اور میری نسبت **جری اللہ فی حلل الانبیاء** فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۸۴)

''اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو ''رڈر گوپال'' بھی کہتے ہیں (یعنی فناہ کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے''۔ (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۸۵)

تمام امراض کی جڑ

یہ ہے مرزائے قادیانی کے ان تمام دعاوی کا مجمل سا ماحصل جن میں اسے حق بجانب اور صادق ثابت کرنے کے لیے اسے اور اس کے متبعین کو قرآن پاک کی آیات کے معانی میں تحریف کرنے، کلمۃ اللہ کو اپنے مواضع سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کرنے، احادیث و آیات کے معانی میں تاویل سے کام لینے کے علاوہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین، صلحائے امت کی تذلیل، معجزات کے انکار، مسلمہ عقائد اسلامی سے انحراف وغیرہ کی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ طرح طرح کے سوالات اُٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہر اس الزام کو جو مرزائے قادیانی اور اس کی تضاد و تخالف سے پر تحریرات پر عائد ہوتا ہے، انبیاء کرام بلکہ حضرت ختمی مرتبﷺ کی ذات قدسی صفات اور قرآن پاک پر لوٹا دینے کی جسارت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سماوی کی ان بشارتوں کو جو حضور سرور کونینﷺ کے لیے آئی ہیں، اپنے گروہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیان کو دمشق اور کعبۃ اللہ ظاہر کرنے، وہاں پر مینار بنانے، مسجد اقصیٰ کو قادیان میں ثابت کرنے اور مرزائے قادیانی کے سلسلہ نسب کو رجل من فارس سے ملانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خود مرزائے قادیانی کشف و استعارہ کے بھیس میں مریم بننے (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۴۲) خدا کے پانی سے (انجام آتھم، صفحہ ۵۵) حاملہ ہونے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷) اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح موعود کہلانے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷) کی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہے۔ تاکہ ابن مریم بن کر مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے قابل بن سکے۔ ذرا اس بھول بھلیاں کی تفصیل دیکھنا چاہو تو مرزائے قادیانی کے حسب ذیل ارشادات پر عقل سلیم کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کر لو کہ جن دعاوی کی بنیاد ایسی لچر اور پوچ تاویلوں اور توجیہوں پر قائم کی گئی ہو، انہیں برحق تسلیم کرنے والوں کی اور خود اس کے مدعی کی ذہنی کیفیات کا عالم کیا

ہوگا؟ لکھا ہے۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرادیا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، صفحہ ۴۷)

''اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے۔ اور خدا کا کام باطل نہیں، ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو۔ اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی ''سورۂ تحریم'' میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (سورۂ تحریم) (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷)

اب اگر ''مرزا صاحب کے اس ارشاد گرامی'' پر یہ خاکسار کہہ دے کہ ''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند'' تو کیا ہرج واقع ہوگا، مرزائے قادیانی نے ابن مریم بننے کے لیے تاویلیں تو خوب کی ہیں۔ جن کی داد دینی چاہیے۔ لیکن ایک امر میں وہ چوک گئے۔ یعنی اپنے کو بنت عمران ثابت کرنے کے لیے استعارہ کے رنگ میں کوئی مکاشفہ بیان نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ ان کے والد ماجد عمران کس طرح بن گئے۔

معارف قرآنی کو سمجھنے کا طریق

قادیانی مذہب کے مبلغین کا قاعدہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو جو عربی زبان اور دینیات کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے، یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اختلاف موجود ہے تاکہ ان کی تاویلات کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔ ہمارے قادیانی مستفسر کا دوسرا سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہے، پوچھا گیا ہے۔

۲...... ''کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آیت شریفہ: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ''اگر (قرآن) غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے''۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ و منسوخ ہی ہے یا کوئی اور طریق؟''

جواباً عرض ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید میں اختلاف کا قائل نہیں ہو سکتا۔ خود آیہ کلام ربانی جو مستفسر نے اپنے سوال میں لکھ دی ہے، اس پر شاہد دال ہے۔ اگر کسی بے بصیرت کو قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے ٹکراتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ اس کے نقص علم و نقص فہم پر دال ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اس قسم کا اشتباہ پیدا ہو جائے یا عیسائی اور قادیانی معترضین کسی مسلمان کے دل میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے متعلق اس قسم کا اشتباہ پیدا کر دیں، تو اسے چاہیے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے ان کے ''شان نزول'' ان کے سیاق و سباق اور ان کے محل اطلاق کو جاننے اور قرآن حکیم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرے اور نزول کے تقدم و تاخر کو پیش نظر رکھ کر ان احکام کی حکمت جاننے کے درپے ہو تاکہ تکمیل احکام اور تکمیل دین کا مسئلہ اس پر واضح ہو سکے۔

جس امر دینی کو قادیانی اور عیسائی معترضین نے مسئلہ ناسخ و منسوخ بنا رکھا ہے، اس

کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بعض امور میں اپنے احکام میں تبدیلی کی ہے۔ مثلاً یہود کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جسے تبدیل کر کے مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف رخ پھیر لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی تبدیلی کی طرف ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے آیت: ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾ ''ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ اسے محو کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری لے آتے ہیں''۔ میں اپنی سنت بیان فرمادی ہے، اور یہ صورت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت رسول خدا ﷺ کی وساطت سے اپنے دین کو نوع بشر کے لیے کامل نہیں کیا تھا بلکہ اس دین کامل کی طرف انسانوں کی راہنمائی کی جارہی تھی۔ جب ﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا''۔ کا حکم آ گیا تو تبدیلی احکام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ خیر الکتب میں تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے کامل دین نوع انسانی کو دے دیا گیا۔ احکام الٰہی جس قدر کہ نوع بشر کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لیے ضروری تھے، اپنی مکمل شکل میں آ گئے۔ اور اس مجموعہ احکام کے متعلق یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ﴿اِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ﴾ ''ہم اس کے نگہبان ہیں''۔

اس سوال کے مستفسر سے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ اسے قرآن پاک کی بعض آیات کے سمجھنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے، تو سوال کو متذکرہ بالا شکل میں پیش کرنے کی بجائے وہ ان آیات کو پیش کرے جن کا مطلب سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ یاد رہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف انسان کے قلب پر اسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشن

ہوں گے۔ جس قدر کہ اس کا قلب تاویلات کے گورکھ دھندوں سے الگ ہوکر نہایت سادگی اور صفائی کے ساتھ انہیں اخذ کرنے کی طرف مائل ہوگا۔ اگر کوئی شخص قادیانیوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کے معانی کی ''لاطائل تاویلات'' کی الجھنوں میں گرفتار ہونے کی کوشش کرے گا یا ان الفاظ کو اپنی فرومایہ دانش اور اپنے ناقص علم کے مطابق معانی پہنانے کے مرض میں مبتلا ہوجائے گا تو وہ قرآن پاک کی بیان کردہ اس وعید الٰہی کا مستوجب ہوگا جو علمائے یہود کے تذکار کے سلسلہ میں مذکور ہوئی ہے: ﴿**فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ**﴾ (المائدہ:۱۳)

سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانی مذہب اور اس کے بانی کے دعاوی کی بنیاد ہی آیات قرآنی کی بے سروپا تاویلات اور کلام الٰہی کے معانی کی تحریف پر رکھی گئی ہے۔ تاآنکہ بعض آیات کلام ربانی کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے متعلق یا ان کی صفت وتعریف میں نازل ہوئیں، قادیانی مذہب کے پیشوا نے اپنے متعلق ظاہر کرنے اور اپنے حال پر چسپاں کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا، اس سے بڑھ کر جسارت اور دیدہ دلیری اور کیا ہوسکتی ہے؟ دین حقہ اسلام اور کلام مجید کی آیات کا استخفاف اس سے زیادہ اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ ارشاد ربانی کو کھینچ تان کر اپنی خواہشات کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کی جائے، اور یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ ان آیات کا ''شان نزول'' وہ نہیں جو فی الواقع ہوگزرا ہے بلکہ وہ ہے جس کے لیے ایک مدعی کاذب کی ضرورت داعی ہورہی ہے۔ مثال کے طور پر میں مرزائے قادیانی کے بعض ان اقوال کو اس جگہ درج کرتا ہوں جس کے متعلق اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیات ربانی جو قرآن پاک میں مذکور ہیں خدا نے دوبارہ میرے حق میں

نازل کی ہیں یا قرآن پاک میں میرے لیے موجود ہیں: ﴿مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ﴾ (سورہ توبہ) ''جو کچھ تو نے پھینکا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا''۔

یہ آیت شریف خدائے بزرگ اور برتر نے سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے نازل فرمائی۔ اس میں جنگ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور ﷺ نے پتھر کی چند کنکریاں مٹھی میں لیکر کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں۔ لیکن مرزائیوں کا پیشوا اپنی کتاب ''وحی رسالت'' کے صفحہ ۷۰ پر لکھتا ہے کہ ''یہ الفاظ مجھ پر میرے لیے نازل ہوئے''۔ کلام اللہ کو اپنے مواضع سے محرف کرنے کی جسارت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔

اسی طرح قرآن پاک کی حسب ذیل آیات کو اس نے اپنے حال پر چسپاں کرنے کا دعویٰ کر کے بارگاہ الٰہی کی وہ سند وعید حاصل کر لی جس کا تذکرہ میں سطور بالا میں کر چکا ہوں:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (حقیقت الوحی، صفحہ ۷۱)

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط

(حقیقت الوحی، صفحہ ۷۱)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (مکتوب عربی، صفحہ ۷۸)

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ.

(حقیقت الوحی، ۹۴)

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا.

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱)

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ. (حقیقت الوحی، صفحہ ۱۰۲)

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ. (اربعین ۳، صفحہ ۳۸)

جو شخص قرآن پاک کی ان آیات کو جو حضرت ختمی مرتبت پر خود حضور ﷺ کی ذات اقدس وانور کے متعلق نازل ہوئیں، اپنے پر چسپاں کرنے کی جسارت کرکے قرآن، خدا اور رسول خدا ﷺ سب سے استہزا کا مرتکب ہوتا ہے، اس کے ملحد ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ اگر قرآن کو سمجھنے کے معنی قادیانی لوگ یہی لیتے ہیں تو ...... ع

وائے گر در پس امروز بود فردائے

دین الٰہی کی تکمیل وسلسلہ نبوت کا اختتام

۳...... قادیانی مستفسر کا تیسرا سوال یہ ہے: ''قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس سے بطور صراحۃ النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ہوتا ہے؟''

گردشِ روزگار کی نادرہ کاریاں ہیں کہ چودھویں صدی کے ایام پرفتن میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو ایک مدعی کاذب کے دعاوی باطلہ کے جواز کے لیے بحث وجدال کا بازار گرم کرنے کی نیت سے نبوت کی قسمیں بنانے اور باب نبوت کے مسدود یا وا ہونے کے متعلق سوال پیدا کرنے لگے ہیں۔ سوال ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بتاؤ جس سے باب نبوّت کے مسدود ہونے کا ثبوت ملتا ہو؟ حالانکہ سارا کلام مجید شروع سے لیکر آخر تک اس امر پر شاہد دال ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی (خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی) ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خدا کا دین جب تک اپنی مکمل شکل میں نوع بشر کے سامنے نہیں آیا تھا اور نوع بشر کی استعداد حمل امانت ابھی ناقص تھی تو خدا کے رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے تاکہ نوع بشر کو خدا کا آخری پیغام سننے کے لیے تیار کریں، اور حسب ضرورت وقتی اسے خدائی احکام کی خبر دیتے رہیں۔ نوع انسانی پر جب تک ضلالت وگمراہی بلکہ کفر وطغیان کی اندھیری رات مسلط رہی، انبیائے کرام

رہنمائی کرنے والے ستاروں کی طرح اس کے آسمان بخت پر تعداد کثیر میں جلوہ افروزی کرتے رہے۔ جب نبوت ورسالت کا آفتاب عالم تاب دین کامل کی ضیا لیکر نمودار ہو گیا تو ستاروں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ روشنی اس قدر بیّن، اس قدر واضح اور اس قدر کامل ہے کہ شپرہ چشم اور بوم صفت کم نظروں اور بصارت وبصیرت کے اندھوں کے سوا باقی ساری کائنات اس کے فیض عمومی سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے جولوگ آفتاب رسالت محمدی ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد چراغ لاؤ کی رٹ لگا رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں حصول ہدایت کے لیے کسی متنبّی کی ضرورت ہے۔ وہ اندھے نہیں تو اور کیا ہیں؟ نبوت اور رسالت کے خدائی انعام کے مل چکنے کے بعد جو امت محمدیہ کو نبی آخر زمان ﷺ کی ذات میں کامل و مکمل طور پر دیا جا چکا جولوگ ''**ھل من مزید**'' پکار رہے ہیں ان سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور کون ہوسکتا ہے؟ کوتاہ اندیشو! رشد وہدایت کامل کے خدائی انعام کا چشمہ اپنی مکمل حالت میں تمہارے لیے موجود کیا جا چکا، اور تم اس سے منہ موڑ کر یا اسے ناقص سمجھ کر سراب کی طرح بھاگتے ہو، تاکہ اپنی تشنگی کے لیے تسکین کا سامان حاصل کرسکو اس لیے اور محض اس لیے کہ جس شخص کو تم اپنا ہادی ورہبر سمجھ چکے ہو، اس نے نبوت کا مدعی ہونے کی جسارت کی ہے۔ تم سوال کرنے لگے ہو کہ قرآن پاک میں ''باب نبوت'' کے مسدود ہونے کی نص کونسی ہے؟ اگر تم قرآن پاک کے ماننے والے ہو تو جان لو کہ جس دین کی تکمیل کی خاطر حضرت رب العزت جل جلالہ اپنے تشریعی اور غیر تشریعی پیغمبر جنہیں وہ انبیاء ومرسلین کے نام سے موسوم کرتا ہے، بھیجا کرتا تھا۔ وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا، جس پر قرآن پاک کی حسب ذیل آیت شاہد و دال ہے: ﴿**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا**﴾ (المائدہ، رکوع ۱) ''آج میں

نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو پسند کر لیا''۔

غور کرو اور جان لو کہ جس مقصد کے لیے انبیائے کرام علیھم السلام مبعوث ہوا کرتے تھے جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور نوع انسانی کی ایک جماعت اس دین کو تا قیام قیامت زندہ رکھنے اور اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کے لیے تیار ہو گئی تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت بھی جاتی رہی۔

اس دین کے مکمل ہونے سے پہلے تشریعی نبی تو نوع انسانی کو نئے احکام خداوندی سے روشناس کرانے کے لیے مبعوث ہوتے تھے تاکہ بشر کی روحانیت اس کے اخلاق اور اس کی ذہنی و دماغی کیفیت کو منزل مقصود کی طرف چند قدم آگے لے جائیں، اور غیر تشریعی نبی اس لیے آتے تھے تاکہ تشریعی نبی کی امت کو ضلالت و گمراہی کے ان گڑھوں سے نکالیں جن میں وہ خدا کے دیئے ہوئے احکام کو بھلا کر گر جانے کے عادی تھے۔ تکمیل دین کے بعد جب وہ کتاب جس میں اس دین کے احکام بیان کیے گئے ہیں اپنی مکمل شکل میں تیار ہو گئی اور نوع بشر کی ملک بن گئی۔ نیز اس میں ردوبدل آمیزش وحک، نسخ و تحریف کی گنجائش بھی خدائے روزگار نے ﴿اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کہہ کر مفقود کر دی تو کسی نئے فرستادہ خداوندی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ لوگوں کو خدا کے نئے احکام سنائے، یہی وجہ ہے کہ فرماں فرمائے عالم و عالمیاں نے اپنے اس نامہ کو مکمل کرنے کے بعد جو اسے نوع انسانی کو بھیجنا تھا اس پر اپنی آخری مہر ثبت کر دی اور ساتھ ہی اس امر کا ذمہ لے لیا کہ قیام قیامت بلکہ اسکے بعد بھی اس کی حفاظت کروں گا اور فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ نہیں، البتہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور نبیوں پر مہر یعنی ان کے ختم کرنے والے''۔

لفظ خاتم کے معنی اور مفہوم

''**خاتم النّبیین**'' کے معنی میں تحریف کے جرم کے مرتکب ہونے والے قادیانی کہتے ہیں کہ لفظ ''**خاتم**'' یعنی مہر سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات قدسی صفات آنے والے نبیوں کی نبوت کے اجرا کے لیے بمنزلہ مہر کے ہے۔ ظاہر ہے تکلیف سے پیدا کیے ہوئے یہ معانی سراسر بیہودہ ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ آخری نبی اور ختم المرسلین ہونے کی حیثیت میں تمام انبیائے گزشتہ **علیھم الصلوۃ واجمعین** کی نبوتوں کی تصدیق کے لیے ''**خاتم**'' قرار دیئے گئے، اس لیے کہ حضور ﷺ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت و رسالت کا ایسا مصداق جو اللہ کی طرف سے اسی غرض کے لیے بھیجا جاتا کوئی اور آنے والا نہ تھا، اور رسول مقبول ﷺ اور حضور کی ذات گرامی پر نازل ہونے والی کتاب سے بڑھ کر انبیائے سابق کے خدا کی طرف سے مرسل ہونے کی کوئی اور مکمل و معتبر شہادت بن نہیں سکتی تھی۔ اگر ''**خاتم**'' کے معنی حضور ﷺ کے بعد آنے والے نبیوں کی نبوت پر تصدیق کرنے کے کیے جائیں جیسا کہ قادیانی لوگ اپنے ایک ''متنبی'' کے لیے بہ تکلف لے رہے ہیں تو انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کی طرف سے کسی مدعی نبوت کو کونسا تصدیق نامہ ملا ہے۔ ایسے واضح تصدیق نامے کے بغیر ''**خاتم النّبیین**'' کے وہ معنی جو قادیانی لے رہے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے آپ کو حضور کی امت میں سے ظاہر کرنا اور اپنی نبوت کو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا ظل و بروز قرار دینا ہی اس ''**خاتم**'' کی طرف سے تصدیق نامہ ہونے کے لیے کفایت کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ تمام مسلمان جو

حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی امت میں داخل ہوگئے، نبی ہیں، کہنے کو تو یہ قادیانی مفتری ''خاتم النّبیین '' کے معنی آئندہ آنے والے یعنی حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے بعد میں آنے والے انبیاء یا نبیین بصیغۂ جمع کا ''خاتم '' قرار دیتے ہیں، لیکن ان معنوں کا اطلاق صرف ''ایک'' مرزائے قادیانی کی نبوت کے دعویٰ پر کر کے خاموش ہوجاتے ہیں، اور یہ نہیں بتاتے کہ اس امت میں بہت زیادہ نبی کیوں مبعوث نہ ہوئے، کم ازکم بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی تعداد سے امت محمدیہ کے انبیاء کی تعداد کا بڑھ جانا لازمی امر تھا تاکہ قرآن پاک کی آیت کا وہ مفہوم جو قادیانی بتارہے ہیں صحیح ثابت ہوجاتا۔

حضور کے ''خاتم النّبیین ''یعنی نبیوں پر مہر ہونے کی حیثیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ تمام انبیائے گزشتہ **علیہم الصلوٰۃ اجمعین** نے اس ''**خاتم النّبیین** '' کے آنے کی خبر دی تھی، جو دین کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا تھا، اور تمام انبیائے کرام **علیہم الصلوٰۃ اجمعین** اور ان کی امتوں سے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے یہ میثاق کر رکھا تھا کہ جب وہ '' **خاتم النّبیین**'' آئے گا تو اس کے زمانہ کو پانے والے لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس میثاق کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے اور پرانے زمانہ کی کتب سماوی جیسی حالت میں بھی اس وقت تک موجود ہیں، اس میثاق اور ان بشارتوں کے ذکر سے خالی نہیں، جو حضور ختم المرسلین ﷺ یعنی اس رسول کے متعلق جس پر دین خداوندی کی تکمیل ہونے والی تھی، مذکور ہوئیں اور جن کی تصدیق کے لیے ضروری تھا کہ ایک آخری پیغمبر دین الٰہی کو کامل کرنے والا اور سلسلہ نبوت کو ختم کردینے والا آئے تاکہ ازمنۂ گزشتہ کے انبیائے کرام کے ارشادات پر تصدیق کی مہر لگ جائے۔ یعنی ان کی نبوت نوع انسانی کے نزدیک مصدق ہوجائے۔ دیکھئے! قرآن حکیم کیسے واضح الفاظ میں اس میثاق کا ذکر کرتا ہے: ﴿وَاِذْ

اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۹) ''جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا۔ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو! اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ﴾ کی تصدیق سے کلام ربانی بھرا پڑا ہے اور ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے قرآن پاک میں اس امر کی پوری پوری تصریح کردی ہے کہ قرآن سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کے لیے نازل ہوا ہے اور حضور سرورکونین (ﷺ) کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ تمام سابق انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق کریں۔ ملاحظہ ہوں ارشادات ربانی: ﴿ھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ﴾ (الانعام، رکوع ۱۱) ''اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اس شے کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے''۔ ﴿نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ﴾ (آل عمران، ع۱) ''اس نے تجھ پر ٹھیک ٹھیک کتاب اتاری اس کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے''۔

اسی طرح ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ﴾ کی تراکیب قرآن کریم کے حق میں اکثر جگہ مذکور ہوئی ہیں اور حسب ذیل ارشاد ربانی نے لفظ ''خاتم'' کی پوری پوری تشریح کردی

ہے۔قولہ تعالیٰ: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (صٰفٰت) ’’البتہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کر دی‘‘۔یعنی تمام انبیائے گزشتہ کے خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی جو ’’**خاتم النّبیین**‘‘ کے آنے اور دین الٰہی کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی خبریں دیتے رہے تھے۔اگر ’’**خاتم**‘‘ (مہر) کے معنی وہ ہوتے جو مرزائے قادیانی نے اپنے دعوائے نبوت کے اجرائے جواز کے لیے بہ تکلف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو قرآن حکیم میں آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق بھی اسی صراحت کے ساتھ ذکر کا آنا ضروری تھا، جس صراحت کے ساتھ زمانہ ماسبق کے مرسلین یزدانی کا ذکر آیا ہے۔اگر خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کوئی سر پھرا شخص یہ کہنے لگے کہ تمام وہ آیات جو قرآن پاک میں حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے متعلق ہیں، کسی دوسرے کی نبوت کے لیے مذکور ہوئی ہیں، تو اس قسم کے دعوے کی بنا پر اسے مفتری اور کذاب کے سوا اور کوئی خطاب نہیں دیا جا سکتا۔

اتمام نعمت

قادیانی اور ان کے پیشوا جہلاء کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے یہ کہنے کے بھی عادی ہیں کہ اس سے بڑا ظلم کسی امت پر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے افراد سے نبی ہونے کا امکان سلب کر لیا جائے، اور حضور سرور کائنات ﷺ کے افضل الانبیاء و مرسلین ہونے کے لیے ضروری ہے کہ حضور کی امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح بہت سے نبی بلکہ دوسری تمام امتوں سے بڑھ کر نبی نازل ہوں۔اس سے زیادہ تلبیس حق بالباطل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر ظاہر کیا جائے۔احمقو! پچھلی امتوں میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی اس لیے نازل ہوتے تھے کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا تھا اور ان امتوں اور قوموں کے لوگ بہت

جلد گمراہ ہوجانے اور صحائف آسمانی کو گم کردینے یا ان میں تحریف کرلینے کے عادی تھے، اس لیے ان کی ہدایت کے لیے نبی بھی جلد جلد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب نوع انسانی میں خدا کے مکمل دین کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تو آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہدایت کا آخری پیغام بھی پہنچا دیا گیا، جو سارے عالموں اور سارے زمانوں کے لیے ہے۔ لہٰذا ایسی امت کو جو ''خیر الامم'' ہے، جس کے اخیار کا گروہ اور جس کی آسمانی کتاب قیام قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ اس میں نئے تشریعی یا غیر تشریعی نبیوں کا مبعوث ہونا کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ امت محمدیہ پر باب نبوت کا مسدود ہوجانا اس کی سعادت وافضلیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے آخری نبی کا پیغام سنا اور قبول کرلیا اور یاد رکھا۔ اس کے پھیلانے کے لیے کوشاں رہی اور رہے گی۔ امت محمدیہ کی افضلیت اسی میں ہے کہ وہ خدا کے کامل دین کی حامل اور اس کے آخری رسول کی امت ہے۔ جس کا عہد پانے کے لیے بنی اسرائیل کے انبیاء آرزو کرتے رہے۔ خدا کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اس نے ہمارے آقا و مولا ﷺ کو آخری نبی ہونے کی بنا پر اپنی نعمت ہم پر تمام کردی۔

ایک مغالطہ کی تصریح

تم کہو گے کہ دوسری امتوں کی طرح ''امت محمدیہ'' میں بھی غیر تشریعی نبیوں کے مبعوث ہونے کی ضرورت اسی لیے ہے کہ امت کے افراد کو گمراہی سے بچائیں۔ لیکن قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ ختم المرسلین کے بعد اس امت کو کسی نئے نبی کی تعلیم وتربیت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بھی کسی نئے نبی کے آنے کی خبر نہیں دی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ امت تاقیام قیامت گمراہ نہیں ہوگی، اور اگر ہوگی تو کسی نئے نبی کے آنے کے بجائے نوع بشر پر وہ ''السّاعة'' آجائے گی جس کے آنے پر یہ

زندگی ختم اور بالکل نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ دین کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اگر اسے نوع بشر قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لیے نبی کو بھیجنے کے بجائے وہ احکم الحاکمین اسے یوم الحساب میں لا کھڑا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے آخری پیغام میں اس آنے والی "السّاعة" کی خبر کامل وضاحت پوری تشریح، مکمل تحکم اور پورے زور کے ساتھ جا بجا دی گئی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اس امت کو دین حقہ پر قائم رکھنے اور اس دین کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے مزید نبی بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ بتا دیا ہے کہ خود مسلمانوں کو یہ کام کرنا ہوگا ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿**كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ**﴾ (آل عمران، ع ۱۲) "تم بہترین قوم ہو جو عام لوگوں کے لیے نکال کھڑی کی گئی (تاکہ) تم نیک کاموں کا حکم کرو اور بُرے کاموں سے منع کیا کرو اور اللہ پر ایمان لائے رکھو"۔ ﴿**وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ**﴾ (آل عمران، رکوع ۱۱) "اور تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیک کاموں کے لیے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے (جو لوگ ایسا کریں گے) وہی فلاح پانے والے ہیں"۔

پس **امر بالمعروف** اور **نهي عن المنكر** کرنے والوں کو تم نبی کہنا چاہتے ہو تو سارے مسلمانوں کو نبی کہو۔ اس میں کسی مرزائے قادیانی کی تخصیص نہیں۔ ورنہ قرآن حکیم کا یہ حکم چون و چرا کیے بغیر تسلیم کر لو کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبی آنے کی ضرورت نہیں۔

مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

مرزائی مستفسر کو اور اس کے رفقائے مسلک کو جو غیر تشریعی نبوت کا باب وار کھنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان کے پیشوا نے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لیے تو طرح طرح کی موشگافیوں سے کام لیا، اور بحث وجدال کے نئے دروازے کھول دیئے۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ غیر تشریعی یعنی نبوت کا باب صرف اسی کے لیے کیوں کھولا جائے؟ کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو اس سے محروم رکھا اور سمجھا جائے۔ پھر انہیں سوچنا چاہیے کہ ان کا پیشوا تو ظلی، بروزی، امتی، نقلی، مجازی، غیر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی بھی ہے، بلکہ اپنے کو مجموعہ کمالات انبیاء **علیہم السلام** اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے افضل قرار دینے کی جسارت بھی کرتا ہے، جس کے ثبوت میں میں ان کے پیشوا کے بعض الفاظ قسط ''ہفتم'' میں جو اس بحث کی تمہید کے طور پر لکھی گئی پیش کر چکا ہوں۔ پھر وہ کس منہ سے امت محمدیہ پر فقط غیر تشریعی نبوت کے دروازے مسدود ہونے کے ثبوت میں نص قرآنی کے طالب ہوئے ہیں۔ اپنے پیشوا کی اس خرافات کو چھپانے کے لیے کیوں کوشاں ہیں جس کے جواز کے لیے انہیں کسی قسم کی تاویل نہیں مل سکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ اپنے پیشوا کے کذاب ومفتری ہونے کے قائل وشاہد ہیں۔ لیکن اغراض اور ہٹ دھرمی کی بناپر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں یا اپنے پیشوا کی طرح دین کو تمسخر خیال کر کے اسے حصول دنیا کا سلسلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے پیشوا کی تعلیمات کے بھان متی کے پٹارے کی ہر شے کو صحیح سمجھ کر یہ نہیں کہتے کہ ہم مرزائے قادیانی کو تمام انبیاء **علیہم السلام** سے افضل ختم المرسلین اور صاحب شریعت نبی خیال کرتے ہیں۔ اگر تمہارا دین یہ ہے تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم مسلمان نہیں۔ کیونکہ دین اسلام وہی دین کامل ہے جو نوع بشر کو محمد عربی ﷺ نے دیا، اور

جس کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں، اور جس کے اصول اساسی کی مختصر سی تشریح میں اسی سلسلہ مضامین کی ابتدائی اقساط میں کر چکا ہوں۔ **لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔**

رسول مکتفی اور دین کامل

اب میں ان مرزائیوں سے جو چالاک اور عیار قادیانی گروہ کی تاویلات کے گورکھ دھندے میں اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے باعث گرفتار ہے، مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ ''راہ ہدیٰ'' کی طرف آ ؤ اور اسی ''صراط مستقیم'' پر چلو جو خدا نے نوع انسانی کو محمد ﷺ کی وساطت سے دکھایا ہے۔ محمد ﷺ کے بعد ہمیں کسی قسم کے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور قرآن کے بعد کوئی کلام ربانی نہیں ہو سکتا جو کسی بندے پر خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لیے اتارا گیا ہو۔ اگر کسی کو محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی صداقت میں کلام ہو تو وہ علیحدہ سوال ہے۔ جس کے متعلق اس کی تسکین کے سامان مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ سردست میں ان مرزائیوں سے مخاطب ہوں جو قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے ساری نوع بشر کے لیے رسول مکتفی ہونے کی سند دیتا ہے، اور فرماتا ہے: ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ**﴾ (السبا، رکوع ۳) ''اور ہم نے تجھے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو بشیر و نذیر ہونے کی حیثیت میں **الناس** یعنی تمام نوع بشر کے لیے مکتفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں''۔ نیز فرمایا: ﴿**یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا**﴾ (الاعراف، رکوع ۲۰) ''اے نوع بشر میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔ اسی طرح: ﴿**اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ**﴾ (الرعد، رکوع) ''تو ڈرانے والا اور تمام اقوام کو ہدایت کا پیام

دینے والا ہے''۔ ﴿لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ ''تمام جہانوں کے لیے نذیر''۔ اور ﴿رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''تمام جہانوں کے لیے رحمت''۔ کہہ کر قصہ ختم کر دیا گیا کہ نوع بشر کے لیے رسول مکتفی آ گیا۔

پھر اے قادیانیو! اس بشیر و نذیر کو چھوڑ کر تم کسی دوسرے کو اپنے لیے بشیر و نذیر کس طرح تسلیم کر سکتے ہو، جب کہ خدا ساری نوع بشر کے لیے محمد ﷺ کو مکتفی قرار دے چکا ہے۔ اس خدائے جبار کی باز پرس سے ڈرو، جس نے اپنی شان حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ دین وہی ہے جو اس کے رسول مقبول ﷺ کی وساطت سے مل چکا، اور یہی دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ، رکوع ۵) ''وہ جس نے اپنا رسول ہدی دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ جائے خواہ مشرکوں کو یہ بات بُری ہی کیوں لگے''۔

اختتام سلسلۂ نبوت کی برکات

تکمیل دین، اتمام نعمت اور ختم نبوت کے متعلق صریح احکام و بین شواہد آ جانے کے باوجود جن سے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی، یہ حال ہے کہ ذریات ابلیس نے دین اسلام میں رخنہ اندازی کے لیے نبوت و رسالت کے بیسیوں جھوٹے مدعی کھڑے کر دیئے، جن میں مسیلمہ کذاب سے لیکر مرزائے دجال تک کئی لوگ شامل ہیں۔ اگر کہیں امت محمدیہ پر بنی اسرائیل یا دوسری اقوام کی طرح نبوت کا باب کھلا ہوتا یعنی دین کی تکمیل معرض عمل میں نہ آئی ہوتی اور انبیاء کی بعثت ہونے کی ضرورت باقی رہتی تو مسلمانوں کی ہر بستی میں کروڑوں جھوٹے نبی پیدا ہونے لگتے اور عموم ملت کے لیے جھوٹے اور سچے کی پہچان میں اتنی

مشکلات پیش آتیں کہ کسی کو اپنے راستے کی درستی کے متعلق اطمینان قلب کی نعمت حاصل نہ ہوسکتی۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اکثر ادوار میں نبوت کے متعلق یہی انار کی پیدا ہوئی جس کا ثبوت بنی اسرائیل کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امت محمدیہ پر ''ختم نبوت'' و ''تکمیل دین'' کا ہوجانا خدا کی ایسی دین ہے جسے وہ خود اتمام نعمت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اسی کی بدولت دین اسلام خدا کا آخری دین ٹھہرا، اور اس کی ایسی جامع و پائیدار حیثیت قرار پائی جو ہر طرح کی مکانی اور زمانی قیود سے آزاد ہے، اور صرف کرۂ ارض کے ساکنین پر نہیں بلکہ دیگر اجرام سماوی کی باشعور مخلوق پر بھی اس کے احکام محیط ہیں، اس اتمام نعمت کی بدولت امت محمدیہ پر لامحدود مادی، روحانی، دماغی، نفسیاتی اور معاشرتی ترقیات کے دروازے کھل گئے، اور نوع انسانی کو اپنے پروردگار کی طرف سے کائنات اور اس کی ساری موجودات کو مسخر کرنے اور اللہ کی موجود کی ہوئی تمام حاضرہ آئندہ نعمتوں سے جائز تمتع حاصل کرنے کا پروانہ مل گیا۔ تکمیل دین کے ساتھ ہی نوع انسانی پر شعور کا زمانہ شروع ہوگیا۔ اس کے زاویہ نگاہ میں خدا کے آخری پیغام نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کردی، اور امت محمدیہ کو بتادیا گیا کہ کائنات کی تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لئے ہیں جنہیں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے کی شرط کے ساتھ حاصل کرسکتے ہیں۔ نوع انسانی کی تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر شاہد عادل ہے، جو دین اسلام کی بعثت کے باعث اس کی زندگی میں رونما ہوا۔ ارشاد نبوی: **خیر القرون قرنی وخیر الامم امتی۔** میں اسی حقیقت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تکمیل دین کی ایک مثال

تکمیل دین، اتمام نعمت اور وظیفۂ نبوت کے اپنی معراج کمال تک پہنچنے کی مثال

خود حضور سرور کائنات ﷺ (بِاَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ) نے ارشاد فرما کر مسلمانوں کو کسی نبی کے انتظار کی زحمت سے آزاد کر دیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنٰی بیتا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النّبیّین.** (صحیح بخاری، باب خاتم النبیین)

''حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور انبیائے علیھم السلام گزشتہ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک عمدہ اور خوبصورت گھر بنایا مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ پس لوگ اس گھر کے گرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں''۔

ظاہر ہے کہ قصر نبوت کے اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچ کر نوع انسانی کے لیے ہدایت ورشد کا منارِ ضیا بننے کے بعد اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ اس پر مزید اضافہ کیا جائے۔ دوسری امتوں کے لیے مرسلین یزدانی مبعوث ہوتے رہے، لیکن کسی امت کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی کہ خدا کے دین کو اپنی مکمل صورت میں پا سکے۔ امت محمدیہ پر اللہ کی اس نعمت کا اتمام ہو گیا اور وہ ''**خیر الامم**'' اور ''**شاھد علی الناس**'' قرار پائی، اور اسے بتا دیا گیا کہ اس کی زندگی کا مقصد ساری نوع بشر کو اسی دین کامل کا حلقہ بگوش بنانا ہے، جو حبیب خدا ﷺ کی وساطت سے مل چکا۔ اس ظاہر و باہر حقیقت کو تو نہایت موٹی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ نوع بشر کی نجات اس وقت تک کے لیے ممکن نہیں ہو سکتی۔ جب اس

کے سلیم الفطرت طبائع کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا اصول موجود نہ ہو، اور یہ اصول ”**لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ**“ کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا اگر نوع بشر کو ایک مرکز پر لانے کا وظیفہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے لیے مقدر رہوتا تو قرآن پاک تکمیل دین اور اتمام نعمت کا دعویٰ کبھی نہ کرتا جو شخص مرد مسلم و فرد مومن ہو کر قرآن پاک کے اس دعویٰ کو برحق سمجھتا ہے اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ حضور سرور کونین ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوسکتا ہے چہ جائے کہ کسی اور کو ”افضل الانبیاء“ ”جامع کمالاتِ انبیاء“ اور ”خاتم الانبیاء“ سمجھا جائے۔ اس قسم کے دعوے کرنے والا شخص ملحد اور خدا کا منکر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ اللہ کے قائم کیے ہوئے شعائر کی تذلیل و تضحیک کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو رہا ہے، اور جان بوجھ کر دین اسلام کے مسلمات سے استہزاء کر رہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے بچنے کے لیے ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ نے ہمیں بتا دیا کہ بہت سے مفتری پیدا ہوں گے جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن ان سب کو دجال اور فریب کار سمجھنا اور ان کے دام تزویر سے بچنا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، یعنی وظیفہ نبوت کا اجرا نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ وظیفہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ارشاد نبوی ہے ”**لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی و انا خاتم النّبیّین لا نبی بعدی**“.

(رواہ طبرانی عن نعیم ابن مسعود و رواہ مسلم عن ثوبان)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کذاب نہ نکل لیں جو سب یہی گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں ”**خاتم النّبیین**“ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“۔

مرزائے قادیانی کا دعویٰ

قرآن پاک کی ان تصریحات جو میں پہلے بیان کرچکا ہوں اور حضور سرور کائنات ﷺ کے ان ارشادات کے بعد نبوت کا ''باب وا'' ثابت کرنے والوں کی ضلالت وگمراہی کے متعلق کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بطلان کے لیے اس کی عجیب وغریب زندگی، اس کے اخلاق واطوار اور اس کی عادات وخصائل کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں سے ایک ایک چیز اس کی تکذیب کررہی ہے۔ مرزائے قادیانی نے اپنی نبوت کا واضح نشان دکھانے کے لیے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے لیے جو سرتوڑ اور خلاف آداب معاشرت کوششیں کیں وہ نہ مجھ سے مخفی ہیں، نہ قادیانی ان پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔

اس لڑکی کے حصول کے لیے مرزائے موصوف نے اپنے بیٹے کو اس بنا پر عاق کر دیا کہ اس نے اپنی بے قصور بیوی کو جو محمدی بیگم کے قرابت داروں میں سے تھی طلاق کیوں نہیں دی۔ اپنے لڑکے اور اپنی بہو کی ازدواجی زندگی کو اپنی خواہش پر بلاوجہ اور بلاقصور قربان کردینے کا اقدام جس اخلاق کے شخص سے ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر قادیانی حضرات اس دلچسپ داستان کو ازسرنو سننے کے متمنی ہوئے تو انہیں ''اپنے پیغمبر کی یہ کہانی خود اس کی زبانی'' سنادی جائے گی۔ کیا اسی معیار شرافت کا اظہار کرنے والے شخص کے دعویٰ کے لیے قادیانی حضرات کو تشریعی یا غیرتشریعی نبوت کا ''باب وا'' کرنے کی ضرورت لاحق ہورہی ہے، اگر صحت عقائد وسلامتی ایمان کی ذرہ بھر پروا بھی ہے تو اے مرزائیو! تمہیں اپنی عاقبت کی فکر کرلینی چاہیے، اور اگر ہٹ دھرمی کے ساتھ تمہیں اپنی ضلالت وگمراہی پر قائم رہنا ہے تو تم جانو اور خدائے جبار وقہار کی وہ ڈھیل جو تم جیسے لوگوں کی رسی دراز ہونے کے

لیے وہ دے دیا کرتا ہے۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (ان پر خدا کی مار یہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں)

قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم

۴.....قادیانی مستفسر کا چوتھا سوال حسب ذیل ہے:

آیت شریفہ: ﴿**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ**﴾ (الحاقہ) جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدۂ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لیے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے۔ **جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

مستفسر نے اپنے سوال میں جس آیت شریفہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھنے کے بعد صاف طور پر یہ حقیقت مترشح ہو جاتی ہے کہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیات منکرین رسالت ومعترضین کلام الٰہی کے سامنے بطور استدلال نازل نہیں فرمائیں، اور نہ ان میں کسی قسم کا قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، بلکہ صرف ان متشککین کی تسلی کے لیے آئی ہے، جو حضور ﷺ کی رسالت کو برحق جاننے کے باوجود اس شبہ میں گرفتار تھے کہ شاید محمد (ﷺ) خدا کے کلام میں بعض اپنی باتیں بھی شامل کر دیتے ہوں۔ لفظ ﴿**بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ**﴾ (بعض باتیں) اس پر شاہد و دال ہے۔ اس امر کو جاننے کے لیے کہ ان آیات میں نہ تو کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اور نہ ان سے کسی قسم کا استدلال مقصود ہے۔ سورۃ الحاقہ کے آخری رکوع پر جن میں یہ آیات مذکور ہیں، ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے تاکہ سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد اس تحریف مطلب کی قلعی کھل جائے، جس کے مرتکب

قادیانی ماؤل اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہو رہے ہیں:قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ! ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَo وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَo اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَo وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَo تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيْلِo لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِo ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَo فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ oوَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَo وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَo وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِo فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ’’تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کی بات۔ کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے اور بے شک وہ یقینی حق ہے تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو‘‘۔

استشہاد کا حقیقی مرجع

ظاہر ہے کہ اس رکوع میں قرآن پاک کے **تنزیل من رب العالمین** ہونے پر استشہاد و استدلال کے طور پر وہ چیز پیش نہیں کی گئی جو قادیانی مستفسر نے بیان کی ہے، بلکہ اصول کلام ربانی کے مطابق خدائے پاک نے ﴿**بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَالَا تُبْصِرُوْنَ**﴾. (جسے تم دیکھ رہے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے) یعنی ساری کائنات اور اس کے مخفی عوامل کی

طرف انسانوں کو توجہ دلائی ہے اور ایمانداری کے ساتھ ان پر غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدائی کلام میں بعض من گھڑت باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے اور اس کے نتیجہ میں سزا پانے کے متعلق جو کچھ مذکور ہوا ہے۔ وہ خاص حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہے۔ سباق کی عبارت پر غور کرنے کے بعد جب معترض قرآن کے خدائی کلام ہونے کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ اپنی طرف سے بعض اقاویل کلام ربانی میں شامل نہیں کرتے تو اسے بتا دیا جاتا ہے کہ اگر رسول کریم جو شروع ہی سے ''**صادق الامین**'' چلے آرہے ہیں ایسی جسارت کے مرتکب ہوتے تو خدا انہیں سخت سزا دیتا۔ اس آیت سے کسی طرح یہ معنی نہیں نکالے جاسکتے کہ اس میں تمام رسولوں کے متعلق سنت الٰہی بیان کی گئی ہے، اور خدا پر یکسر افتراء باندھنے والوں کی سزا کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے۔

واقعات کی شہادتیں

اپنے پیرو مرشد کی خرافات کو اس آیت کے تحریف کردہ معانی کے بل پر خدائی الہام ثابت کرنے کے لیے مضطرب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس بات کو وہ اپنے محرف معانی کے بل پر سنت الٰہی قرار دے رہے ہیں۔ واقعات اس کی تغلیط کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں بے شمار جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے باب نبوت کے وا ہونے کی رخصت سے فائدہ اُٹھا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی، اور خدائے بزرگ و برتر نے ایسی مفتریوں کی رسی دراز کی اور انہیں ڈھیل دی۔ قادیانی مستفسر کو ایسے جھوٹے نبیوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہو تو کتاب

مقدس کا پرانا عہد نامہ پڑھ لے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے بعض سچے نبی ابتلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض شہید بھی کردیئے گئے اور اللہ پر افترا باندھنے والوں نے بادشاہوں کے مقرب بن کر زندگی گزاری، بنی اسرائیل کا قصہ جانے دیجئے، خود امت محمدیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اللہ پر افترا باندھنے والے متنبی پیدا ہوئے۔ لیکن بطش ایزدی نے انہیں قادیانی نظریہ کے مطابق سخت پکڑ کرنے کی بجائے اپنی سنت جاریہ کے مطابق مہلت دی۔ جن میں بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

۱..... محمد ابن تومرت ساکن جبل سوس۔ جس نے برابر ۲۴ سال اپنی جھوٹی نبوت و مہدویت کا چکر چلایا۔ (فتوحات اسلامیہ بحوالہ تاریخ کامل)

۲،۳..... طریف ابو صبیح و صالح بن طریف۔ جن میں موخر الذکر نئی کتاب کے نزول کا مدعی تھا۔ جس کی چند سورتوں کے نام۔ الدیک۔ الحمر۔ الفیل۔ آدم۔ نوح۔ ہاروت و ماروت۔ ابلیس۔ غرائب الدنیا وغیرہ تھے۔ انہوں نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ان کے بعد پشتوں تک ان کے خاندان کی سلطنت قائم رہی۔ (ابن خلدون)

پس ثابت ہوگیا کہ: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o﴾

میں ذات باری تعالیٰ نے معترضین نبوت کو قائل کرنے کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ متشککین کا شک دور کرنے کے لیے خود حضور ﷺ کی صداقت پر اپنی طرف سے شہادت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کو کلام ربانی تسلیم نہیں کرتے ان سے یہ کہنا کہ اگر پیغمبر ﷺ نے بعض باتیں اپنی طرف سے بنالیں تو ہم اس سے یہ سلوک کریں گے، ان کی تسلی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشاد ربانی انہیں لوگوں کو تسلی دے

سکتا ہے جو حضور پر نزول وحی کے قائل تو تھے لیکن اس میں ملاوٹ کیے جانے کا شبہ کرتے تھے۔

مرزائیوں سے خطاب

﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ کے جرم کے مرتکب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے پیشوا کے باطل دعاوی کو برحق ثابت کرنے کی کوششوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرنے اور کیسے کیسے مسائل گھڑنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اور یہی وہ دجل و تلبیس ہے جس کے دام میں وہ بعض سادہ لوح اشخاص کو پھنسا لیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کے غلط معنی کر کے ان کے اصلی مطلب کو توڑ مروڑ کر اور انہیں اپنے صحیح محل استعمال سے ہٹا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہ دین اسلام کو سمجھنے اور حاصل کرنے کی صورتیں نہیں، بلکہ طرح طرح کی مفسدہ پروازیوں کے دروازے کھول کر اس کی تخریب کے درپے ہونے کی باتیں ہیں۔ اسے اپنی ہوا و ہوس کے مطابق بنانے کی کوششیں ہیں۔

میں اس سلسلہ مضمون کی گزشتہ اقساط میں قادیانی متنبی کی تعلیم اور اس کے اقوال کو اسلام کی تعلیم اور قرآن پاک کے نصائص کے مقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں کہ قادیانیت اسلام کے ''اصل الاصول'' کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔ اس کے پیشوا نے توحید ذات باری تعالی عزاسمہ کے اسلامی تصور کو مسخ کر کے عیسائیوں اور آریوں کی طرح خدائے تعالی کے متعلق مغشوش اور غلط تصور کو پیش کیا۔ نبوت و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو پس پشت ڈال کر اس سے استہزا بلکہ اس کی توہین کا مرتکب ہوا۔ جہاد کے احکام پر جو قرآن پاک میں کامل تصریح کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، خط نسخ کھینچنے کی کوشش کی، حج باطل کر دیا، مسجد حرام مسجد اقصی اور

دیگر شعائر اللہ کی تحقیر کا مرتکب ہوا۔ پھر میں ایک قادیانی مستفسر کے جواب میں اس امر کی تصریح بھی کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے معارف سمجھنے کے لیے دوراز کار تاویلیں کرنا جسے شرعی اصطلاح میں تفسیر بالرائے کہتے ہیں، اسلام سیکھنے کا طریق نہیں بلکہ اس سے دور بھاگنے کے کرتوت ہیں، اور نصائص قرآنی پیش کر کے اتمام حجت پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرور کونین ﷺ کی رسالت کے بعد قیامت تک ہر قسم کی نبوت و رسالت کے دعاوی باطل ہیں۔ صحبت امروز میں قادیانی مستفسر کے کھائے ہوئے اس فریب کی قلعی بھی کھول دی گئی۔ جس میں عیار مرزائیوں نے اسے اور اس جیسے دوسرے قادیانیوں کو سورۃ الحاقہ کے آخری رکوع کے غلط معانی بتا کر مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر حق کی روشنی ان کے قلوب میں سرائیت نہیں کرتی تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o﴾ (البقرہ، رکوع۱) ”اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے اور ان کے لیے عذاب عظیم تیار ہے“۔

قادیانیوں کو واضح ہو کہ وہ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ﴾ کے معنی ہی سے لفظ ”**خاتم**“ کے معنی کا استنباط کر سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ جس چیز پر اللہ اپنی مہر کر دیتا ہے وہ پھر وا نہیں ہوا کرتی۔

اقساط مابعد میں میں ان فریبوں کی رداء چاک کروں گا، جو مرزائے قادیانی نے اپنی مہدویت اور مسیحیت منوانے کے لیے سادہ لوح مرزائیوں کے لیے تیار کر رکھی ہے، اور جس کے دجالی تار و پود کے نیچے مرزائی حضرات سر چھپا کر یہ سمجھ لینے کے عادی ہیں کہ وہ بڑے ہی محفوظ مامن میں بیٹھے ہیں۔ متذکرہ صدر تصریحات کے بعد ان مباحث میں پڑنے کی ضرورت تو نہ تھی لیکن بعض مرزائیوں نے ان کے متعلق استفسارات کیے ہیں۔ لہٰذا

لگے ہاتھوں ان کی توضیح کر دینا بھی ضروری ہے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حق کی بینات کے مقابلہ میں تاویلات لا طائل کی تدلیس کے سوا اور کوئی وزنی شے پیش نہیں کر سکتے۔ ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ o فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ o﴾ (البقرہ، رکوع ۹) اور ان میں کچھ جاہل لوگ بھی ہیں جو کتاب کو اپنی ہوا و ہوس کا ذریعہ سمجھنے کے سوا اور کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ہیں جو محض گمان پر چلتے ہیں۔ پس ان لوگوں پر افسوس جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں، پس ان پر افسوس اس کے باعث جو وہ اپنے ہاتھوں لکھتے ہیں اور اس کے لیے بھی افسوس جو وہ (اس کے معاوضہ میں) کمائی کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عرض حال

جن لوگوں کو روزانہ اخبارات کے کاروبار سے ذرہ بھر بھی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک روزنامہ نویس کی مصروفیات کس قدر بڑھی ہوئی اور اس کے اوقات کس طرح بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر محولہ بالا عنوان کے سلسلہ مضامین کی اقساط کی اشاعت کچھ عرصہ کے لیے معرض تعویق اور محل التوا میں پڑی رہی تو راقم الحروف کے مشاغل کی اس بھرمار کو سبب قرار دینے میں قارئین کرام سراسر حق بجانب ہیں۔ جن سے ایک روزنامہ نویس کی زندگی کو ہر وقت دوچار رہنا پڑتا ہے۔ لیکن قادیانیوں نے اس التواء کو اپنے متنبی کی

کرامت کہنا شروع کردیا کہ قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز چلانے والے مدیر وسردبیر کے ہاتھ شل ہوگئے۔ اس کے دماغ کی ساری قوتیں سلب کرلی گئیں، اس کا گرز پاش پاش ہوگیا، اور وہ ''سر پکڑ کر بیٹھنے'' پر مجبور ہورہا ہے۔ راقم الحروف قادیان کے اخبار ''الفضل'' کی اس قسم کی تعریضات کو متبسم ہوکر ایک گونہ خوش مزگی کے ساتھ پڑھتا رہا، اور ان اثرات کے نتائج کا منتظر رہا جو ان تمہیدی مضامین کی اشاعت سے اطراف واکناف مملکت میں پیدا ہورہے تھے۔ یہ امر میری انتہائی خوشی، دل جمعی اور حوصلہ افزائی کا موجب ہے کہ میرے قلم سے نکلے ہوئے ان مضامین نے جہاں قادیانیت کی دنیا میں ایک تہلکہ عظیم برپا کردیا وہاں مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اسے انتہائی پسندیدگی اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا۔ شعر

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''اسلام کا البرز شکن گرز'' بفضل ایزدی وفیض سرمدی ان کے دجل وزور کی ایسی سرکوبی کرکے چھوڑے گا کہ پھر اسے سر اٹھانے کی سکت ہی نہ رہے گی، اور ان کی تلبیس حق بالباطل کے پردے اس طرح چاک کردیئے جائیں گے کہ دیکھنے والی آنکھیں پھر دھوکا نہیں کھائیں گی، اور دین حقہ اسلام میں رخنہ اندازیوں کا وہ طلسم جو قادیانی متنبی اور اس کے متبعین نے عامۃ المسلمین کی علم دین سے بے خبری سے فائدہ اُٹھا کر مسیحی حکومت کے ایما اور عیسائی کلیساؤں سے عقد کرکے شروع کردیا تھا یکسر ٹوٹ کر رہیگا: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اب میں قادیانی مستفسرین کے ان سوالات کو لیتا ہوں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، ان کے "**رفع الی السّماء**" اور "**نزول الی الارض**" وغیرہ کے متعلق کیے ہیں۔ ان سوالات میں "الفضل" قادیان کے وہ سوالات بھی شامل ہیں جو اس نے "**تثلیثی مسیحیت**" کی نمائندگی کرتے ہوئے اس خاکسار سے کیے ہیں، اور جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قادیانی متنبّی کی اس خرافات کے لیے جواز کا پہلو پیدا کر کے دکھایا جائے، جو اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق ملحدانہ دریدہ دہنی سے کام لیکر اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر کی ہے۔ قادیانی مستفسرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے تمام سوالات کا جواب تذکارِ ذیل میں اپنے اپنے موقع پر آ جائے گا، اور حسب موقع ان کے سوالوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔

مرزا کے دعاوی کی بنیاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی، وفات یا "**رفع الی السماء**" نزول وغیرہ کے مباحث سے جن پر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، قادیانیوں میں کئی قسم کے جھگڑے رونما ہو چکے ہیں، اور ان مذاہب کے پیرووں کے مختلف فرقوں کے مابین کئی قسم کے اختلافی خیالات موجود ہیں۔ سر دست قطع نظر کر کے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی اساس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس پر اس نے اپنے نئے مذہب کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی، اور جس کے جواز کے لیے اسے دلیل و برہان کے میدان میں قدم قدم پر ٹھوکر کھا کر بے شمار قلابازیاں کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ قیامت کے نزدیک جس مسیح کے آنے کی خبر مختلف کتب سماوی اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں دی گئی ہے، وہ میں ہوں اور میرے سوا ان پیش گوئیوں کے مورد کا مستحق اور کوئی نہیں۔ ازبس کہ کسی دوسری شخصیت کی جگہ دنیا کو دھوکا دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا اسے اپنے دعویٰ کی بنیاد انتہا درجہ کے بودے اور لچر استدلال پر رکھنی پڑی، اور وہ مجبور ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ قرار دے کر ان کے نزول یا ظہور کے امکانات کو مسدود ثابت کردے تاکہ اخبار کی روشنی میں لوگوں کو کسی دوسرے مسیح کی جستجو پیدا ہو۔ تو وہ طرح طرح کے حیلوں سے کام لے کر اپنی مسیحیت کا اقرار لینے کے درپے ہو جائے، مشکل یہ تھی کہ اخبار مذکورہ میں صاف طور پر اسی عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی خبر دی گئی تھی، جو حضرت رسول کریم ﷺ کے بعثت سے کوئی چھ سو سال پہلے ملک شام کے یہودیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اور جن کی الوہیت کے افسانے تراش تراش کر عیسائیوں نے خدائی دین کی صورت کو مسخ کر دیا تھا۔ اس مشکل کے ارتفاع کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو طرح طرح کی حیلہ جوئیوں سے کام لینا پڑا۔ جن کی ایک مثال میں کسی سابقہ قسط میں برسبیل تذکرہ بیان کر چکا ہوں، اور جسے دوبارہ یہاں اس لیے نقل کرتا ہوں کہ قارئین کو یاد آ جائے کہ مرزائے موصوف نے ''ابن مریم'' کہلانے کے لیے کیسی کیسی بیہودہ دلیلوں سے کام لیا، اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اس کے پیرو اسی قسم کے استدلال کو جس کی لغویت **اظہر من الشمس** ہے دلیل آسمانی سمجھتے اور قبول کر لیتے ہیں، مرزا غلام احمد نے لکھا۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا، اور آخری کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے

مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح،صفحہ۴۷)

''اس بارہ میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی، اور سب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے، اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو، اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں، پس یہ پیش گوئی (سورۂ تحریم) میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (سورۂ مریم)، (حقیقت الوحی،صفحہ ۳۳۷)

مرزائے قادیانی کی متذکرہ صدر تحریر زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کو گوئندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بنت عمران کی آمد کا قائل ہونے کے ساتھ ہی خود مسیح موعود کہلانے کا شائق ہے، اور اس شوق میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتا کہ جو الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے ہیں ان کی حیثیت فہم عامہ اور عقل سلیم کی روشنی میں کیا ہے؟ پس جس شخص کو مسیح موعود کہلانے کا شوق مریم یا مثیل مریم بن کر استعارہ کے رنگ میں خدا کی روح سے حاملہ ہونے اور پھر اس عمل کے نتیجہ کے طور پر خود ہی پیدا ہو کر عیسیٰ یا مسیح کہلانے کی لچر اور پوچ بات کہنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اپنی مسیحیت کا ڈھول پیٹنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر وغیرہ کے افسانے تراشنے اور کئی قسم کے اشتباہات پیدا کر کے اپنے دعویٰ کے لیے راستہ صاف کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزا غلام

احمد قادیانی نے اپنے مریم بننے حاملہ ہونے اور اپنے استعاراتی شکم سے خود پیدا ہو کر مثیل عیسیٰ بننے پر اپنے دعویٰ کے سوا اور کوئی شہادت پیش نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ امت محمدیہ میں مثیل مریم بننے کا دعویٰ میرے سوا کسی نے نہیں کیا۔ لہٰذا میں نے حاملہ ہو کر خود اپنے آپ کو جنا اور عیسیٰ بن گیا۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.**

اگر اس قسم کی دوراز کار تاویلات گھڑنے کے بجائے جو ماؤل کی کیفیت ذہنی و ساخت دماغی کا پتہ دے رہی ہیں مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہہ دیتے کہ قریہ شام کے جس مینار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی وہ مینار میری ذات ہے، اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان چہارم سے اتر کر حلول کر چکی ہے تو متذکرہ صدر تاویل کی بہ نسبت اکثر لوگوں کو زود تر فریب میں مبتلا کر سکتے۔ لیکن وہ جو کہا جاتا ہے کہ عیب کرنے کے لیے ہنر چاہیے۔ اس متنبی کی ذات ہنر سے یکسر خالی تھی.....!!!

ختم نبوت اور نزول مسیح

ان تمہیدی اشارات کے قلمبند کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قارئین پر اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حیات، ممات، ''**رفع الی السماء**''، نزول و ظہور وغیرہ کے متعلق جتنے سوالات تثلیثی مسیحیوں کے ساتھ مل کر پیدا کر رکھے ہیں اور جو ناواقف اور کم آگاہ اشخاص کے دماغوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں ان سب کی علت اس ناشدنی خواہش میں مضمر ہے کہ کسی طرح مرزائے قادیانی کی مسیحیت کا ڈھونگ کھڑا کیا جائے اقساط مابعد میں ان تمام سوالات کا تجزیہ کر دیا جائے گا جو اس سلسلہ میں لوگوں کو فریب دینے کے لیے خوامخواہ گھڑے گئے ہیں اور دکھا دیا جائے گا

ایک ایسے مسیحیت کو جس کا عقائد اسلامی کی اساس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، خوامخواہ کی اہمیت دیکر امت محمدیہ ﷺ میں طرح طرح کے فتن کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو مبدء فیاض سے یہ سرمدی تعلیم مل چکی ہے کہ دین الٰہی اپنی مکمل صورت میں انہیں مل چکا جو تا قیام قیامت زندہ وقائم رہے گا۔ خدا کا کوئی فرستادہ اس دین میں اضافہ کرنے کے لیے نہیں آئے گا، نوع انسانی کو اس مکمل دین تک پہنچانے کے لیے جتنے پیغمبر مبعوث ہونے تھے، ہو چکے، اور ہر ایک نبی نے مخلوق خداوندی کو من حیث دین پہلے کی بہ نسبت آگے لے جانے کی خدمت ادا کی۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر کسی نئے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت کے تمام دروازے مسدود ہو گئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، احیا، ظہور کی صورت میں اگر اسے ضروری سمجھ لیا جائے۔ اسلام کے دین کامل کے پیروؤں کے معتقداتِ اساسی پر کوئی زد نہیں پڑتی، اور انہیں مسلمان ہونے کے لیے اس امر کا تسلیم کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیوی مستقبل کے متعلق کیا عقیدہ رکھیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ نبوت ورسالت کے کسی نئے دعویٰ دار کو کذاب سمجھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ خدا کے اسی جلیل القدر پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کا قیامت کے نزدیک اس دنیا میں تشریف لانا اس لیے نہیں مانا جا رہا ہے کہ وہ دین اسلام کے کسی نقص کو پورا کرنے کے لیے از سر نو مبعوث ہوں گے۔ کیونکہ دین اسلام تو دین کامل ہے بلکہ ان کی متوقع آمد وتشریف آوری کی غرض وغایت بالکل دوسری ہے جسے میں اپنے موقع پر بالتصریح بیان کروں گا۔ اس موقع پر صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جس ''کل'' کو نوع انسانی کی طرف پہنچانے کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور اس ''کل'' کی تکمیل کے لیے سابقہ طے شدہ کام پر

اضافہ کرتے رہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا صرف ایک ہی ذات قدسی کے لیے مختص تھا۔ جب اس وجود قدسی کا ظہور ہو گیا تو اس کے عہد میں کسی سابقہ پیغمبر کا موجود ہونا اس کے ''**خاتم النبیین**'' ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ البتہ کسی نئے شخص کے نبی ہو کر مبعوث ہونے کی ضرورت اسی وقت قابل تسلیم ہوگی جب دین اسلام کو ناقص اور اس کے الفاظ میں تحریف وتبدیلی یا ان کی گم شدگی کا امکان تسلیم کر لیا جائے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ''**خاتم الانبیاء**'' یعنی وہ نبی جس کی وساطت سے خدا کا دین پایہ تکمیل کو پہنچے اور اللہ کی وہ نعمت جو روز ازل میں نوع انسانی کی نجات کے لیے مقدر ہو چکی تھی اور انبیائے کرام **علیہم السلام** کی وساطت سے اس تک جزءً جزءً پہنچتی رہی، تمام ہو، ابھی آنے والا ہے۔ اس صورت میں قرآن پاک کے وہ تمام ربانی ارشادات جو ﴿**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا**﴾ اور ﴿**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ**﴾ کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں، غلط ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے عہد تک تمام انبیائے کرام **علیہم السلام** یا ان کی ایک تعداد کثیر زندہ رہتی تو ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ اس دین کو جس کے بعض حصوں کو نوع انسانی کی مختلف اقوام تک پہنچانے کا کام وہ سرانجام دیتے رہے تھے اپنی کامل ومکمل شکل میں پا کر اس کے سامنے سر تسلیم واطاعت جھکا دیتے، اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی امت میں داخل ہو جاتے، جو اس دین کامل کو قبول کرنے اور اسے تا قیام قیامت برقرار رکھنے کی سعادت کے باعث ''**خیر الامم**'' کہلانے کی مستحق بنی۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن پاک کی آیت: ﴿**وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط**

قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۹) ’’اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں‘‘۔ اسی مطلب پر شاہد دال ہے۔ اس آیت شریفہ میں تمام نبیوں کو ایک طرف اور آنے والے رسول کو جس پر ایمان لانے کے لیے میثاق لیا جارہا ہے ایک طرف رکھا گیا ہے۔ یہ حقیقت توریت اور انجیل کے صحائف پڑھنے کے بعد اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ جن میں جا بجا بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام نے آنے والے رسول کی نہ صرف خبر دی ہے بلکہ اپنے آپ پر اس آنے والے کی فضیلت و برتری کا اعتراف بھی کیا ہے، اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت کا انتظار حضور کی تشریف آوری سے قبل اس قدر شدید تھا کہ قرآن پاک نے ان اہل کتاب کے متعلق جو انتظار کرنے، جاننے، سمجھنے اور پہچاننے کے باوجود حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے میں متذبذب ومتامل تھے صاف اعلان کر دیا: ﴿**اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾** (البقرہ) ’’جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ (رسول ختمی مرتبت کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن بے شک ان میں کا ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت حال سے آگاہ ہے‘‘۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمُ الَّذِیْنَ

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (انعام) ''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دے رکھی ہے۔ وہ (رسول آخری کو) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے''۔

قادیانیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا ان کی حیات کو حضور سرورکونین ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کی نفی ثابت کرنے کی جتنی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ یکسر فضول ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تو وہ حضور سرورکونین ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کی نفی قرار دے کر لوگوں کو اس عقیدہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن خود امت محمدیہ ﷺ میں نبوت کا ''باب وا'' رکھ کر حضور کے مرتبہ خاتمیت کے ایسے منکر ہو جاتے ہیں کہ اساس اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایک پرانے اور سچے نبی کا زندہ رہنا، آسمان پر اُٹھایا جانا حضرت ختمی مرتبت پر ایمان لانا اور ایک امتی کی حیثیت میں زمین پر نازل ہونا حضور سرورکونین ﷺ کی شان فضیلت کے منافی ہے۔ لیکن مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت کر کے اسلام کو ناقص ٹھہرانا، قرآن پاک کی تکذیب کرنا، اساس دین کو اُڑا دینا اور مرتبہ خاتمیت کا منہ چڑانا حضور کی شان فضیلت کو دوبالا کرنے والا ہے....!!!

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک مابہ النزاع زندگی

اس سے قبل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت زندگی اور حالات مابعد کے متعلق قرآن حکیم کے قولِ فیصل کو بیان کیا جائے۔ ان اختلافات ونزاعات کا بیان کر دینا ضروری

ہے۔ جو اس پیغمبر کے متعلق ظہورِ اسلام سے قبل یہودیوں اور نصرانیوں اور ان کے مختلف فرقوں کے مابین پائے جاتے تھے، اور آج تک موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے راہ گم کردہ یہودیوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوئے یہودیوں نے انہیں قبول نہ کیا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سچے نبی نہ تھے۔ ان کی پیدائش بھی آیات الٰہی کا کوئی محیر العقول واقعہ نہ تھی یعنی وہ باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے۔ ان کی زبانیں حضرت مریم علیہا السلام کی عفت وعصمت پر حملہ آور ہوئیں، اور آج تک ہیں۔ وہ تاحال اس مسیح کی بعثت کے منتظر ہیں۔ جس کی خبر ان کے آسمانی صحیفوں میں موجود ہے۔ مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ جھوٹا سمجھتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے آبا واجداد نے اسے شام کے رومی حاکم پر دباؤ ڈال کر صلیب دلوادی تھی، جو اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے پر منتج ہوئی۔

عیسائی عام طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ معجزنما طور پر پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ جو خدا کی قدرت سے حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں آ گیا تھا، خدا کا بیٹا تھا۔ جس نے نوع انسانی کے دردوں اور دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کی، لیکن یہودیوں نے اسے نہ مانا، بلکہ صلیب پر لٹکوادیا۔ صلیب دیئے جانے اور دفن ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے، اور اپنے بعض حواریوں سے ہم کلام ہونے کے بعد بادل پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف چلے گئے، جہاں وہ اپنے باپ یعنی خدائے ذوالجلال کے پاس اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب انہیں دنیا کی اصلاح کے لیے دوبارہ کرۂ ارضی پر بھیجا جائے گا۔

عیسائیوں کے کئی فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا جائز فرزند قرار

دیتے ہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ خدا خود اس شکل میں زمین پر اُتر آیا تھا۔ یہ عقیدہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں میں اوتاروں وغیرہ کے متعلق پایا جاتا ہے، اور جس کی تشریح کرشن کی کتاب گیتا میں موجود ہے، وہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے، وفات پا جانے، دوبارہ زندہ ہونے، آسمان پر اُٹھائے جانے کے عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اتفاق کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس پر مادیت کا اثر غالب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود ہی کا منکر ہو رہا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ سب عقائد انسان کے فکری ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ ایک گروہ اس امر کا قائل بھی ہے کہ رومی حاکم نے یہودیوں کے پرزور مطالبہ سے متاثر ہو کر انہیں صلیب پر تو لٹکا دیا تھا، لیکن ابھی وہ زندہ ہی تھے کہ خفیہ طور پر صلیب پر سے اُتروالیا۔ کیونکہ وہ دل سے ان کی نیکی اور صداقت کا قائل تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی اور ان کی زندگی کے حالات ظہور اسلام سے قبل لوگوں میں اس قدر مسئلہ ''مابہ النزاع'' بن چکے تھے کہ سوچنے والوں کے افکار کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے تھے۔ آج بھی ان مسائل کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور خود مسلمانوں میں جتنی بحثیں نظر آرہی ہیں وہ انہی بحثوں کی صداہائے بازگشت ہیں، جو قبل از ظہور اسلام پائی جاتی تھیں۔ قرآن حکیم نے ان عقائد مختلفہ میں سے ان کی تردید کردی جو خدا کے صحیح دین میں رخنہ اندازی کا موجب ہو رہے تھے، اور یہودیوں اور نصرانیوں کے ان جھگڑوں کا فیصلہ چکا دیا، جو ان کے باہمی سر پھٹول کا موجب بنے ہوئے تھے۔ یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ بعض لوگوں نے امت محمدیہ ﷺ کو بھی بعض ایسے مباحث میں الجھانے کی کوششیں شروع کردیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن

اساس عقیدہ اسلام سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کی کوششیں اس وقت اور بھی قابل افسوس ہو جاتی ہیں جب وہ اپنے معہودِ ذہنی کے لیے جواز کے پہلو نکالنے کے لیے دین اسلام کے اساسی عقائد میں رخنہ اندازی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خدا کے اوتار بن کر زمین پر اترنے، ایک روح کے دوسرے جسم میں حلول کر جانے، نبوت کے دروازے کھولنے اور دین اسلام کے کامل ہونے کے مسلمہ کو معرض بطلان میں ڈالنے کے سراسر ملحدانہ عقائد کی نشر واشاعت پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ قادیانیت کا سارا تار پود انہی موخر الذکر قسم کے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسے دین اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا گواہی دی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش آیت اللہ تھی

قرآنِ حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متضاد بیانات کی اس تمام ''افراط تفریط'' کی اصلاح کر دی۔ جن میں یہودی اور عیسائی اور اُن کے مختلف گروہ مبتلا ہو چکے تھے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر معترض ہو کر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دامنِ عصمت کو آلودہ بہ عصیان ظاہر کرنے کے در پے تھے۔ انہیں صاف الفاظ میں بتا دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ دراصل یوں ہے: **اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَهَا**

زَكَرِيَّا﴾ (آل عمران، رکوع ۴) ''جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں تیرے لیے نذر مانتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیری عبادت کے لیے آزاد کر دیا جائے گا۔ پس تو میری یہ نذر قبول کر بے شک تو سنتا اور جانتا ہے۔ پس جب اس نے بیٹی جنی تو کہا اے میرے پروردگار میں نے بیٹی جنی۔ اللہ بہتر جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا (کیونکہ) بیٹا (جو اس کی مراد تھی) اس بیٹی کی طرح نہ ہوتا (اس نے کہا) میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا، اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو **''شیطان رجیم''** سے تیری پناہ دیتی ہوں پس اس کے پروردگار نے اس کی نذر کو اچھی طرح قبول کر لیا اور اس لڑکی کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل مقرر کر دیا''۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّاo فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّاo قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّاo قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّاo قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّاo قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ج وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ج وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّاo فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّاo فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ج قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّاo فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّاo وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّاo فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّاo فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ط قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّاo يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ

اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّاo فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّاo قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّاo وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّاo وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّاo وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّاo ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ﴾ (مریم، رکوع ۲)

’’(اے محمد) قرآن میں مریم کا قصہ بیان کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر (ہیکل سے) مشرق کی طرف ایک جگہ پر جابیٹھی، اور اپنے اور ان کے درمیان اس نے پردہ حائل کرلیا تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو (حضرت جبرائیل) بھیجا جو اسے صحیح سالم انسان کی شکل میں نظر آیا۔ مریم نے کہا۔ اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا میں تو تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ تاکہ تجھے ایک پاک لڑکا دوں مریم نے جواب دیا کہ مجھے لڑکا کیونکر ہوگا، حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار عورت ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ یوں ہی ہوگا کیونکہ تیرا پروردگار کہتا ہے کہ یہ بات میرے لیے آسان ہے (کہ تجھے مس بشر کے بغیر ہی بچہ ہوجائے) تاکہ ہم اس کو نوع بشر کے لیے آیت یعنی نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات (بے باپ کے لڑکا ہونا) طے شدہ امر ہے پس وہ لڑکے سے حاملہ ہوگئی اور اس حالت میں ایک دور کے مکان میں چلی گئی، پھر درد اسے کھجور کی جڑ کی طرف لے گیا تو وہ کہنے لگی اے کاش میں اس وقت سے پہلے مرجاتی، اور مرمٹ کر بھولی بسری ہوجاتی۔ پھر نیچے کی طرف سے (فرشتے نے) اسے آواز دی کہ تو فکر نہ کر تیرے پروردگار نے تیرے نیچے سرداب رکھا ہے، اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اسے اپنی طرف ہلا تجھ پر

تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور اپنی آنکھیں (نومولود کو دیکھ کر) ٹھنڈی کر۔ پس اگر تو کسی بشر کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے اللہ کی منت کا روزہ رکھا ہے۔ پس میں آج کسی سے کلام نہیں کر سکتی۔ پھر مریم لڑکے کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کی طرف آئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم تو نے یہ کیا غضب کیا اے ہارون کی بہن تیرا باپ بھی بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ پس مریم نے (ان سوالات کے جوابات میں) اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا کہ (اس سے پوچھ لو) انہوں نے کہا یہ پنگھوڑے میں لیٹا ہوا بچہ کس طرح بتائے گا (لیکن) وہ لڑکا بولا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابعدار بنایا ہے۔ اس نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہو اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن از سر نو زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا صحیح حال سچی بات جس میں وہ جھگڑا کر رہے ہیں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ حال اور حضرت مریم **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** کے دامنِ عصمت کی پاکیزگی کی شہادت قرآن حکیم نے سورۂ مریم کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر دی ہے، اور صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اپنی آیت بنایا اور اس آیت کے ظہور کے لیے حضرت مریم **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** کو دنیا بھر کی عورتوں سے چن لیا۔ سورۂ آل عمران رکوع ۵ میں مذکور ہے: ﴿**وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ**﴾ ''جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کیا اور سارے جہانوں کی

عورتوں میں سے تجھے (اس آیت کے لیے) چن لیا"۔

قرآن حکیم کے اس بیان سے یہودیوں کے اس بہتان عظیم کی تکذیب کے ساتھ ساتھ جو وہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت پر لگانے کے عادی ہو چکے تھے بعض عیسائی فرقوں کے اس خیال کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے جائز فرزند تھے، اور یہ کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن ہی سے یوسف مذکور کے ساتھ نامزد ہو چکی تھیں۔ اگر حضرت عیسیٰ کی پیدائش میں کوئی ندرت نہ ہوتی تو قرآن پاک اس واقعہ کو کبھی "آیۃ للناس" قرار نہ دیتا، اور یہ نہ کہتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی ندرت کو جاننا چاہو تو آدم کی پیدائش کے مسئلہ کو سامنے رکھ لو۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ o اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۶) "بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی آدم کی پیدائش آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر کہا کہ آدم بن جا، پس وہ آدم بن گیا۔ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حق ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو"۔

جو لوگ آدم یعنی نوع بشر کو حیات کے ارتقائی عمل کا نتیجہ مانتے ہیں وہ بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ ماء وطین کے درمیان حیات کی اولین صورت جو بعد میں ترقی کر کے حیوانات و انسان کے مدارج تک پہنچی، کس طرح پیدا ہوئی تھی۔ جب حیات کے لیے ایک دفعہ "ماء وطین" سے خود بخود ابھر آنے کا امکان تسلیم کرتے ہو تو اس امکان سے تمہاری عقلیں کس طرح انکار کر سکتی ہیں کہ ایک عورت کے شکم میں حیات انسانی اس عمل مروجہ کے بغیر ظہور پذیر ہوگئی، جو تولید و تناسل کے لیے عام ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر عقل

کے اعتبار سے اعتراض کرنے والے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر دو سروں اور چھ ٹانگوں کے جانور پیدا ہونے یا عورت کے پیٹ سے سانپ یا کسی اور قسم کے جانور کے تولد ہو جانے یا اسی قسم کی کسی اور واردات کے ظاہر ہونے کی خبر سنائی جائے تو (Treak of Nature) (خرق عادت) کہہ کر فوراً باور کر لیتے ہیں۔ لیکن اس امر کو باور کرنے میں انہیں تامل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعہ کو قرآن حکیم نے آیت اللہ ظاہر کیا ہے، اور صاف اور صریح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ یہ ولادت بقائے سلسلۂ تناسل کے اس عام طریق کے مطابق نہ تھی، جو اولین آدم کی پیدائش کے بعد اس کی نسل میں مروج ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کے متعلق قرآن حکیم نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ ان کی زندگی بھی آیات اللہ سے پُر تھی۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ٥ وَرَسُوْلاً اِلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْراً بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۵) ''اللہ اسے کتاب و حکمت اور تورات اور انجیل سکھا دے گا۔ وہ بنی اسرائیل کی طرف خدا کا رسول بن کر آئے گا (اور کہے گا) میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں مٹی کا ایک پتلا

پرندے کی شکل کا بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے (میرے کمال سے نہیں) پرندا بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور تم جو کھا کر آ ؤ یا گھروں پر چھوڑ کر آؤ۔ اس کی تمہیں خبر دے دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو (ان امور میں) تمہارے لیے (اللہ کی قدرت کا) نشان ہے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آیات الٰہی کے ظہور کا تذکرہ قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے اور پنگھوڑے میں لیٹے لیٹے کلام کرنا اور اپنی ماں کی عصمت کی شہادت دینا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعض انسانوں کی حیرت زدہ عقلیں معجزے کو قبول نہیں کرتیں تو نہ کریں۔ لیکن خرق عادت کا ظہور سنن الٰہی میں سے ایک ایسی سنت ہے۔ جس کے مشاہدوں سے نوع انسانی کو بارہا سابقہ پڑ چکا ہے۔ دانش فروشانِ اسباب ظاہری کو اگر یہ بتایا جائے کہ علم طب اتنا ترقی کر چکا ہے کہ مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کا علاج ممکن ہو گیا ہے، تو وہ باور کر لیں گے۔ اگر ان سے یہ کہا جائے گا کہ میڈیکل سائنس کی ترقی کے امکانات مُردوں کو زندہ کرنے کی کامیابی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو مان لیں گے۔ لیکن اگر ان سے یہ کہا جائے، یہی باتیں معجزہ کے طور پر پہلے بھی ظہور پذیر ہو چکی ہیں، تو بول اٹھیں گے کہ یہ بات عقل کے منافی اور غیر ممکن ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیھم السلام کے معجزے نوع انسانی کی ممکنات مضمر کو ظاہر کر کے اس پر علمی ترقیوں کے دروازے کھولنے کی خبر دے رہے ہیں۔ معجزات پر بحث کرنے کا یہ وقت نہیں۔ کبھی موقع ہوا تو اس موضوع پر بھی دیدہ افروز روشنی ڈالی جائے گی۔ اس موقع پر صرف یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی ایک نشانی بنا کر پیدا کیا، اور ان کی زندگی

ان کے لیے خدا کا ایک واضح نشان بنی رہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کے خاتمہ کے متعلق یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ انہوں نے رومی حاکم پر زور ڈال کر اسے صلیب پر لٹکوادیا جہاں وہ جانبر نہ ہوسکا، اور اس کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی، اور انہیں مٹی کے نیچے دفن بھی کر دیا گیا۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام دفن ہونے کے تیسرے روز دوبارہ زندہ ہوکر قبر سے باہر نکل آئے۔ اپنے بعض حواریوں سے ملے اور بادل پر سوار ہوکر آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ قرآن حکیم نے ان غلط عقائد کی تصحیح کرتے ہوئے اعلان کیا۔ ﴿**بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ اِلَّا قَلِيْلًاo وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًاo وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاo بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاo وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا**﴾ (النساء، رکوع ۲۲) ”حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کردی۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑا (ان پر لعنت کی گئی) بسبب ان کے کفر اور ان کے اس قول کے (جس سے) مریم پر بہتان عظیم لگایا، اور بسبب ان کے اس قول کے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ (امر واقعہ یہ ہے) کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دیا۔ لیکن اس امر میں انہیں اشتباہ ہوگیا۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک

میں ہیں، اور ان کے پاس اس (واقعہ کا) کوئی علم نہیں (صرف وہ) ظن و گمان کی پیروی کرتے ہیں (حتمی بات یہ ہے) کہ انہوں نے یقینی طور پر اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے (اور یہ بھی واضح ہو) کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جو اس (حضرت عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا''۔

یہی وہ صاف اور صریح ارشاد ربانی ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں کے جھگڑوں اور ان کے ظنوں کا فیصلہ کرنے کے لیے بطور حکم فیصل نازل ہوا، اس ارشاد میں پروردگار عالم نے یہودیوں کے اس دعوے کی تکذیب کردی کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب دینے کے معاملہ میں کامیابی حاصل ہوگئی تھی، اور عیسائیوں کے اس ظن کی بھی تغلیط کردی گئی کہ ان کے خداوند کو صلیب دی گئی تھی۔ البتہ اس ارشادِ ربانی میں عیسائیوں کے اس بیان کی تصدیق کردی گئی کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھالیا تھا۔

قادیانی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے اپنے حسب دل خواہ یہ معنی نکالنے کے خوگر ہے کہ اس ''رفع'' سے وہ رفع روحانی مراد ہے جو ہر انسان پر موت آنے کے بعد وارد ہوتا ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''رفع الی السماء'' کا عقیدہ صلیب و قتل کے عقیدہ کی طرح غلط اور بے بنیاد ہوتا تو پروردگار عالم کو اس جگہ لفظ ''موت'' کا کوئی مشتق استعمال کرنے سے کوئی عیسائی روکنے والا نہ تھا۔ جہاں قرآن پاک نے یہودیوں کے بے شمار عقائد باطلہ کی تردید و تصحیح نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کی ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''رفع الی السماء'' کے عقیدہ کی تغلیط کرتے ہوئے (بشرطیکہ وہ غلط ہوتا) اسے کوئی عار نہیں ہوسکتی تھی۔ جب ہم دیکھتے

ہیں کہ انہی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے موت کا لفظ صاف طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے تو صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ میں ''رفع'' کا لفظ موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اس کے معنی وہ ہی ہیں جو لفظ ''رفع'' سے سیدھی سادی عربی زبان میں مراد لیے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کے دیگر معتقدات کی تکذیب

ازبس کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ ان کی زندگی کے دوسرے امور اور ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا ایسے غیر معمولی واقعات تھے جن سے نوع انسانی کو بہت کم واسطہ پڑا تھا، لہٰذا عیسائیوں میں یہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت یا ابن الٰہی کے عقائد پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔ قرآن حکیم نے جہاں ان کے صحیح عقائد کی تصدیق کی، وہاں ان کے غلط عقائد کی تردید بھی کر دی۔ جن میں سب سے بڑی تردید ان کے صلیب دیئے جانے کے واقعہ کے متعلق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے غیر معمولی اور محیر العقول واقعات سے مرعوب ہو کر انہیں الوہیت کا درجہ دے رہے تھے، اور جسم انسانی میں خدا کے حلول کرنے، نیز حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر خدا کی بیوی ہونے اور خدا پر نکاح کرنے کے اتہام باندھ کر ''تثلیث'' کا عقیدہ قائم کرنے کے مرتکب ہو گئے تھے۔ قرآن حکیم نے انہیں اور ان کے ساتھ تمام نوع انسانی کو بتایا کہ یہ محیر العقول واقعات جن سے تم اس قدر مرعوب ہو رہے ہو محض اللہ کے نشان ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مظہر نہیں۔ خدا وہی خدائے واحد لاشریک ہے۔ عیسائیوں کے ان عقائد کی تردید قرآن پاک نے بڑے زور اور تحدی کے ساتھ کی اور فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ

یُهْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (المائدہ، رکوع ۳) ’’بے شک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا (اے محمد) کہہ دے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم ماں اس کی اور جو کوئی بھی زمین میں ہے سب کو ہلاک کرنے پر آ جائے تو اسے کون روک سکتا ہے‘‘۔

﴿لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ط وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ﴾ ط (المائدہ، رکوع ۱۰) ’’بے شک کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا۔ حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم (میری نہیں بلکہ) اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے‘‘۔

﴿لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ط وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (المائدہ، رکوع ۱۴) ’’بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حقیقت یہ ہے کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں‘‘۔

﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ط کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (المائدہ، رکوع ۱۰) ’’مسیح ابن مریم کچھ نہ تھا مگر رسول تھا ایسا ہی جیسے اس سے قبل اور بہت سے رسول ہو گزرے ہیں، اور اس کی ماں بڑی ایماندار تھی۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے‘‘۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَّلٰٓئِکَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ﴾ (الزخرف، رکوع ۶) ’’وہ (ابن مریم) کچھ نہ تھا مگر بندہ۔ اس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہم نے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا (ہماری قدرت ایسی ہے کہ) اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتہ بنا دیں جو زمین

میں تمہاری جگہ رہیں''۔

نوٹ: اس آیت شریفہ میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، زندگی اور ان کے ''رفع الی السماء'' کے واقعات پر تعجب کر کے مرعوب کیوں ہوئے جارہے ہو۔ یہ سب ہماری قدرت کاملہ کے مختلف ظہور ہیں۔ ہم تو اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کر کے دکھا سکتے ہیں۔ یعنی تمہیں میں سے تمہارے اخلاف کو فرشتے بنا سکتے ہیں۔ یعنی جو نہ کھائیں نہ پئیں اور عوارض بشری سے بالا ہو کر زندگی بسر کریں۔ پس اگر آج ہمیں کسی انسان کی زندگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے بھی زیادہ محیر العقول نظر آئے تو سچے مسلمان کبھی اس کو الوہیت کا درجہ دینے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ بلکہ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کا ایک مظہر ہے۔ میرے خیال میں یہ آیت نوع انسانی کے ارتقا کی ایک آئندہ منزل کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس میں پہنچ کر انسان فرشتہ بن جائیں گے۔ یعنی وہ صفات حاصل کر لیں گے جو فرشتوں کو حاصل ہیں۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًاo لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّاo تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّاo اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًاo وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًاo اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (مریم، رکوع ۵) ''کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا (اے کفار) تم نے تو ایسی بات گھڑ لی کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اس لیے کہ انہوں نے خدا کے لیے بیٹا پکارا۔ خدا کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ بیٹا بنا لے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ بھی ہیں سب اس کے سامنے ''عبد'' یعنی غلام اور ناچیز بندے بن کر آئیں گے''۔

یہ تمام آیات جو اوپر مذکور ہوئیں قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے تذکار کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کے متعلق جتنی باتیں بھی یہود اور نصاریٰ میں پھیل چکی تھیں ان کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ قرآن حکیم نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **رفع الی السماء** کا عقیدہ جو عیسائیوں میں مروّج اور عام تھا، غلط یا دین الٰہی کی مسلمات کے خلاف ہوتا، تو قرآن حکیم اس کی اصلاح بھی کر دیتا۔ لیکن قرآن پاک نے عیسائیوں کے ان عقائد کو جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت **بلا اب**، ان کی زندگی کے معجزات اور ان کے ''**رفع الی السماء**'' کے متعلق تھے، برحق قرار دیا، اور ان کے صلیب دیئے جانے، قتل ہوکر دفن ہونے اور ان کی الوہیت کے تمام فسانوں کی تردید کر دی اور بتادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی خواہ عام انسانوں کی زندگیوں کے اسلوب سے کسی قدر مغائر ہی واقع ہوئی ہے۔ لیکن ان کی ہستی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح خدا کے ایک بندے اور اس کے ویسے ہی رسول تھے جیسے ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ وہ خوارق عادات اور معجزے جو ان کی زندگی میں نظر آرہے ہیں اس سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے عجائب میں سے اس کا ایک واضح اور بیّن نشان ہیں جو بنی اسرائیل کو حق کی طرف بلانے کے لیے دکھایا گیا۔

قادیانیوں سے ایک سوال

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی تفسیر میں رفع کو رفع روحانی سے تعبیر کرنے والے قادیانیوں سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے میں

کامیاب ہو جاتے اور ان کی زندگی کا اختتام وہیں ہو جاتا۔ یعنی ان کی روح ان کے بدن سے الگ ہو جاتی تو کیا اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر نہ اُٹھائی جاتی اور وہ یہیں مقید رہتی، جس ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کو ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ﴾ کے بالمقابل لانے کے معنی یہی ہیں کہ جس جسم کو یہودی صلیب پر لٹکانے کے درپے تھے اُسے خدا نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ''**رفع**'' کو رفع روحانی پر محمول کر کے مطلب نکالنا ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ روح کا جسم سے الگ ہونا خواہ وہ قتل، صلیب، مرض یا حادثہ کی وجہ سے ہو، ہر صورت میں روح کے ''**رفع**'' اور جسم کے سقوط پر منتج ہوتا ہے اور جو لفظ ''**توفی و متوفی**'' سے موت کے معانی نکالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ بھی مبنی بر اغراض تکلف کا نتیجہ ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جو ان کی ''**رفع الی السماء**'' سے پہلے گزر چکی ہے لفظ ''**توفی**'' کا استعمال ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ موت سے کچھ مغائر کیفیت کا نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی وفات کے لیے جو اسلام کے صحیح عقیدہ کے مطابق نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگی قرآن حکیم نے ''موت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان الفاظ اور ان کے معانی کی بحث پر قادیانی ماؤں ہمارے علمائے کرام کا کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔ لہٰذا مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے استدلال کے لیے میں اسی امر کو مکتفی سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو دکھادوں کہ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''**رفع الی السماء**'' کی صاف اور صریح الفاظ میں تصدیق کرتا ہے، اور اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جو اس ''**رفع**'' کے واقعہ سے پہلے گزر چکی ہے موت کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ ''**توفی**'' کو مشتق استعمال کرتا ہے۔ جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے معانی کو رفع جسمانی پر محمول کرنے پر معترضین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور ایسا ہونا ممکنات سے نہیں۔ لیکن قدرت خداوندی کی ممکنات کا فیصلہ کرنا میرا اور آپ کا کام نہیں، ہماری عقلیں تو ان ممکنات مضمر کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں، جو خدائے قدوس وجلیل نے انسان کے اندر ودیعت کر رکھی ہیں اور جن کی طرف نوع انسانی بڑی سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہے۔ اگر قرآن پاک کو کلام ربانی سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس کے واضح اور بین بیانات کو اپنی رائے کے تابع بنانا ملحدوں کا کام ہے مسلمان کا کام یہی ہے کہ اسے من وعن قبول کرلے اور اس کی روشنی میں اپنی عقل کو چلانے کی کوشش کرے تاکہ منزل مقصود سے نزدیک تر ہوتا چلا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **"رفع الی السماء"** کے بعد ان پر کیا گزری۔ اس کا جواب قرآن پاک نے اس سے اگلی آیت میں دیا ہے جو اس کے بالکل متصل آئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾** (النساء:۱۵۹)

"اہل کتاب میں سے کوئی لازمی طور پر اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) کی موت سے پہلے ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا اور قیامت کے دن وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے (کہ ہاں یہ ایمان لے آئے تھے)"

اس آیت شریفہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقبل کے متعلق حسب ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں۔

۱......ان کا ’’**رفع الی اللہ**‘‘ موت کے مترادف نہ تھا۔

۲......ان کے لیے موت کا وقت معین ہے۔یعنی اس ’’رفع ‘‘ہی پر اس دنیا سے ان کا چھٹکارا نہیں ہوا۔

۳......ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴......حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل کتاب کے ایمان لانے کے واقعہ کی شہادت قیامت کے روز بارگاہ ذوالجلال میں پیش کریں گے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہو۔

اب دیکھنا چاہیے کہ آیا اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں؟اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔یہود آج تک انہیں جھوٹا نبی قرار دے رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آباواجداد نے انہیں صلیب دلوادی تھی۔ عیسائی آج تک انہیں مصلوب قرار دے کر اور’’اللہ، ابن اللہ، ثالث ثلاثۃ‘‘ کہہ کر ان کی رسالت کے منکر ہیں۔ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو دیگر انبیائے کرام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا نبی برحق سمجھتی ہے،یعنی ان پر ایمان لا چکی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ابھی وقت نہیں آیا جس کے متعلق خدائے پاک نے متذکرہ صدر آیت میں اشارہ کیا ہے۔یعنی ابھی اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ چونکہ ان کا ایمان لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں ﴿**لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ**﴾ کی طرف سورۂ آل عمران، ع ۶ کی اس آیت میں بھی ارشاد موجود ہے:﴿**اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ**

ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ”جب خدا نے فرمایا اے عیسیٰ میں تیرا عہد پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے ان لوگوں کے (الزامات اور شرارتوں سے) پاک کروں گا۔ جنہوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو کفر کرنے والوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میری طرف لوٹ آؤ گے اور میں ان امور میں جن میں تم اختلاف کر رہے تھے فیصلہ کر دوں گا“۔

﴿مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ کی آیت اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جتنے بہتان بھی تراشے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو پاک کر کے دکھائے گا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ قتل اور صلیب کے ذریعے موت کا الزام دینے والے یا مرزائے قادیانی کے متبعین کی طرح طبعی موت وارد ہو چکنے کا بہتان لگانے والے یا ان کو الوہیت کا درجہ دینے والے لوگوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہو کر اتمام حجت کر دیں۔ جب ﴿مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ کو ﴿لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے ساتھ رکھ کر حقیقت حال کو جاننے کی کوشش کی جائے تو حضرت عیسیٰ کے ”ظہور ثانی“ کا مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے اور اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر ”سورۂ آل عمران“ کی وہ ”میثاق النبیین“ والی آیت بھی گواہی دے رہی ہے۔ اس امر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ آل عمران کا حصہ غالب عیسائیوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے متعلق ہے۔ اسی سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور عیسائیوں کے عقائد کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے اور اسی تذکار کے سلسلہ میں ”میثاق“ والی آیت مذکور ہوئی ہے۔ جس میں عیسائیوں کو

بتایا گیا ہے کہ ''حضور ختم المرسلین'' سے پہلے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں ان سب سے اس امر کا عہد لیا جا چکا ہے کہ اگر وہ اور (ان کی امتوں کے افراد) اپنی زندگی میں حضور سرور کائنات ﷺ کو پالیں گے تو حضور پر ایمان لائیں گے اور حضور کی مدد کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ آیت عیسائیوں کے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی کہ جب ہمارا خداوند زندہ ہے تو ہمیں کسی نبی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود حضرت رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اگر مرسلین سابقین علیہم السلام میں سے کوئی نبی حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ تک زندہ نہ رہتے اور ان پر ایمان لا کر ان کی مدد نہ کرتے تو خدائے جلیل کے اس فرمان کی جو میثاق والی آیت میں مذکور ہوا۔ اس دنیا میں عملی تصدیق کا سامان کیا تھا۔ حضرت ایزد متعال جل جلالہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو زندہ رکھا ہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عملی طور پر انبیائے کرام علیہم السلام کے اس میثاق کی تصدیق ہو جائے جو ان سے خدا نے ان سب کی رسالتوں اور کتابوں کے مصدق رسول خاتم الانبیاء وافضل المرسلین (بِاَبِیْ ھُوَ وَاُمِّیْ) پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کے لیے لے رکھا تھا۔ یاد رہے کہ جب تک قرآن پاک کے بیان کردہ حقائق کا شوشہ عملی طور پر منکشف اور وارد ہو کر نوع بشر پر اتمام حجت نہیں کر لے گا، اس وقت تک قیامت نہیں آ سکتی۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماضی اور مستقبل کے متعلق جتنی باتیں قرآن حکیم میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کی حقیقت اور واقعیت قیامت سے پہلے پہلے نوع بشر پر آئینے کی طرح روشن ہو کر رہے گی اور قیامت ان لوگوں پر آئے گی جو حجت کامل کا اتمام ہو چکنے کے باوجود محض اپنی رعونتوں کے باعث خدا کے دین کے منکر ہو جائیں گے۔ کیا ان نصائص واضح کے علی الرغم کسی شخص کو جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے، یہ کہنے کی جرأت

ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں بلکہ کسی نہ کسی طریق سے کسی نہ کسی مقام پر فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جان لینے کے بعد کہ وہ زندہ ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ایک مسلمان کے لیے اس نص صریح کے بعد اس کے معانی کے تعمق میں جانے کی ضرورت نہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم وروح کی اس مجموعی حیثیت سے جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے حسب روایت انجیل ۳۳ سال اس کرۂ ارضی پر بسر کیے اُٹھا کر کہاں رکھا؟ خدائے قدیر کی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارض کے سوا عوالم سماوی میں کوئی مسکن دے دینا چنداں مشکل امر نہیں۔ انسان اپنی علمی کاوشوں میں ترقی کر کے آج اس نقطہ پر پہنچ چکا ہے کہ وہ ان اجرام فلکیہ کے متعلق جو کائنات کی لامتناہی فضا میں کرۂ ارضی کی طرح تیر رہے ہیں، کچھ کچھ معلومات حاصل کرنے لگا ہے اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اجرام فلکی بھی ارض سے مختلف نہیں۔ بعض اس وقت ایسی حالت میں ہیں جو ارض پر کروڑوں سال پہلے گزر چکی ہے۔ بعض ایسی حالت میں ہیں جو کروڑوں سالوں کے بعد زمین پر وارد ہو کر رہے گی۔ بعض ارضی حالت کے اس قدر قریب ہیں اور اس سے اسی قدر مماثل ہیں کہ ان کی فضاؤں میں نباتی اور حیوانی زندگی کو تربیت کرنے کی صلاحیتیں رکھنے کا امکان تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اگر ان علمی تحقیقاتوں سے جو ابھی ۲x۲=۴ کے مطابق واقعیت کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی، قطع نظر کر لیا جائے تو بھی

مسلمان کے لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ اجرام فلکی میں سے بعض کی کیفیات ارض کے مماثل ہیں اور کائنات میں ارض کے علاوہ اور بھی بہت سے عوالم موجود ہیں، جن میں نباتات، حیوانات بلکہ حیات باشعور کی کوئی نہ کوئی ترقی یافتہ شکل آباد ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے جا بجا بیان کیا ہے۔ چند آیات مثال کے طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ﴾ (الشوریٰ، رکوع ۳) ''اور اس کی نشانیوں میں سے اجرام فلکی اور زمین کا نیز جانداروں کا جو ان میں نشو ونما پا کر پھیل چکے ہیں، پیدا کرنا بھی ہے اور وہ ان سب کو یک جا کرنے پر جب چاہے قادر ہے''۔

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ﴾ (بنی اسرائیل، رکوع ۵)

''سات آسمان اور زمین اور جو ذی شعور ہستیاں ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں''۔

﴿وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (بنی اسرائیل، رکوع ۶) ''اور تیرا پروردگار ان سے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں زیادہ باخبر ہے''۔

﴿مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کی ترکیب قرآن پاک میں جا بجا آئی ہے اور ''من'' کی ضمیر عربی زبان میں عام طور پر ذی شعور جاندار ہستی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''**رفع**'' کے بعد کسی ایسے سیارے میں پہنچ گئے ہوں جس کی کیفیات ارض کی کیفیتوں سے متماثل ہیں تو وہاں پر جسم و روح کے اتحاد کے ساتھ زندہ رہنا ایک غیر اغلب امر نہیں، بلکہ عین ممکن ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی دوسرے سیارے پر پہنچانے کے اسباب عالم مادی میں کیا تھے؟ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے پیچھے انسان کو سرگرداں ہونا پڑے اگر آج انسان کی عقلیں اسے اور اس جیسے دوسرے معجزات کو

سمجھنے سے قاصر ہیں تو ہوا کریں، ایک وقت آئے گا جب نوع انسانی پر یہ سارے اسرار منکشف ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ ان حقائق کو جن کے سمجھنے سے ابھی تک انسان کی محدود عقلیں قاصر ہیں، تسلیم نہ کرنا ایک کھلا ہوا الحاد ہے۔ فرد مسلم و مرد مومن کا فرض یہ ہے کہ قدرت خداوندی کے مظاہر کو اپنے علم وفہم کے مطابق سمجھنے کی کوشش جاری رکھے اور جو باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہوئے قبول کرلے اور جان لے کہ ”**اعلم و خبیر**“صرف خدا کی ذات ہے۔ ﴿**وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا**﴾

حضرت عیسیٰ کا نزول اور اس کی غرض وغایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کو قرآن حکیم نے جابجا آیت اللہ سے تعبیر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس زندگی کے محیر العقول واقعات جو نوع انسانی کے عام طریق سے بہ ظاہر مختلف ومتغائر نظر آتے ہیں، محض اس لیے ہیں کہ انسان ان میں خدائے لایزال کی قدرتوں کا مطالعہ کرے اور جان لے کہ اس کی قدرت کاملہ سے بڑی سے بڑی حیرت زا واردات کا ظہور بھی بعید از قیاس امر نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن حکیم نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تکذیب وتغلیط کی ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے محیر العقول واقعات کی بنا پر ان کی الوہیت کے متعلق قائم کیا تھا۔ قرآن پاک نے نوع انسانی کو بتایا کہ جن عجیب مظاہر پر تم حیرت زدہ اور خوف زدہ ہو کر اپنی عبدیت کی گردنیں غیر اللہ کے آگے جھکانے پر آمادہ ہو رہے ہو وہ مظاہر سولہ آنے صحیح ہیں لیکن یہ سب آیات اللہ ہیں، اللہ نہیں۔ اس کی قدرت کاملہ کے ظہور ہیں جن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے بلکہ ان کی ندرت کو عرفان کبریائی سے قریب تر جانے کا ایک وسیلہ سمجھنا چاہیے۔

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''**رفع و نزول**'' کے متعلق عیسائیوں کے عقیدہ کی تکذیب نہیں کی بلکہ اس عقیدہ کی تغلیط کی جو اس ''**رفع**'' اور متوقع نزول کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''**رفع و نزول**'' کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے بیان کے کس حصہ کی تردید کرتا ہے اور کسے صحیح قرار دے کر امر واقعہ کے طور پر تسلیم کر رہا ہے۔ متی کی انجیل، باب ۲۴ میں مذکور ہے۔

''اور جب وہ زیتون کے درخت پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کر دے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لیے پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی، مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تا کہ سب قوموں کے لیے گواہی ہو اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔

پس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا

مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اُترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ مگر ان پر افسوس ہے جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔ پس دعا مانگو کہ تمہیں جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے، نہ ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں، دیکھو میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا وار اس وقت زمین کی ساری قوتیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔

بعض دوسری اناجیل میں بھی اسی قسم کے بیانات آئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا

ہے کہ آثار قیامت اور نوع انسانی کی موجودگی کے خاتمہ کی علامات کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''اپنی آمد ثانی'' کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی جھوٹے نبیوں اور دجال مسیحوں سے بچنے اور ان کے دھوکے سے محتاط رہنے کی تاکید بھی کردی ہے۔ نیز بتادیا ہے کہ ان کی آمد معمولی واقعہ نہ ہوگی۔ بلکہ جس طرح مشرق سے مغرب کی طرف کوندنے والی بجلی کو دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔ اس طرح انسان کی نگاہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو دیکھیں گی اور پہچان لیں گی۔

قرآن حکیم نے اناجیل کے اس بیان کی کہیں تغلیط نہیں کی، بلکہ انہیں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی **علامة من علامات القیامة** تسلیم کیا ہے۔ ''سورۂ الزخرف'' رکوع ۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ کہتا ہے: ﴿**اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلاً لِّبَنِیْ اِسْرَآئِيْلَo وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَoوَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلاَ تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌo وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌo**﴾ ''(پس) وہ تو ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے اپنا انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا، (تم اس زندگی کے محیر العقول حالات پر حیران کیوں ہوتے ہو۔ ہماری قدرت تو وہ ہے) کہ اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں تمہارے وارث بن جائیں۔ اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) **البتہ الساعة** (قیامت) کے لیے (بمنزلہ) علم کے ہے، (جو تمہیں دیا جائے گا) پس تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میری (محمد ﷺ کی) پیروی کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے، (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں اس راستے سے گمراہ نہ کردے۔ بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھانے اور زندہ رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے قرب اس ساعت کے آنے کے نشان کے طور پر نوع انسانی کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس کی خبر تمام انبیائے کرام نے اپنے صحائف میں دی ہے اور جس کے متعلق قرآن پاک میں جابجا تذکرے موجود ہیں، آثارِ قیامت اور بھی بہت سے قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں جو تمام کے تمام بڑے ہی حیرت افزا ہیں۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غائب ہو کر صدیوں کے بعد نوع انسانی پر نمودار ہو جانا ایسا واقعہ ہوگا۔ جس کے ظہور کے بعد قرآن کے ماننے والوں کو قیامت کے نزدیک آ جانے کا کلی طور پر یقین ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حیثیت از روئے قرآن کریم ''**علم للساعة**'' یعنی علامت ظہور قیامت سے زیادہ نہیں اور اناجیل کا دعویٰ بھی صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کو قیامت کی خبر کے طور پر بیان فرمایا تھا۔ پس ایمانی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظام اور انہیں ایک نئے پیغمبر کی حیثیت سے جو گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوا ہو قبول کرنے کا لزوم اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے کہ قیامت کے قریب قیامت کی علامت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور یہ علامت اسی صورت میں علامت کہلائی جاسکے گی، جب نوع انسانی جان لے کہ نازل ہونے والی شخصیت وہی ہے جو صدہا سال بیشتر فلسطین میں باپ کے بغیر پیدا ہوئی تھی اور جسے دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمانوں کی طرف اُٹھا لیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اس وقت کسی قسم کا مابہ النزاع مسئلہ نہیں رہے گی بلکہ ان کے موافق و مخالف سب جان لیں گے کہ یہ وہی ابن مریم ہیں جو زندگی کا کچھ عرصہ پہلے اس کرۂ ارضی پر بسر کر چکے ہیں۔ اس

علامت کے ظہور کے بعد جو لوگ حق کی طرف رجوع کرلیں گے۔ وہ ''ناجی'' ہوں گی اور جو اپنے کفر وطغیان پر مصر رہیں گے، ان پر قیامت آجائے گی۔

آیت کے ظہور کا وقت

کہا جائے گا کہ خدائے بزرگ وبرتر نے اس قسم کی واضح آیت کے ظہور کا وقت قرب قیامت کیوں مقرر کیا۔ اس وقت سے پہلے آنے والے انسانوں کو اس قسم کا کوئی واضح اور بین نشان کیوں نہ دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے نزدیک زمانہ کے حالات سے ایسے دگرگوں ہوجائیں گے کہ اس وقت اس قسم کے بیّن نشان کے ظہور کی اشد ضرورت پیش آجائے گی۔ مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے اشخاص جن کو کئی قسم کی طاقتیں حاصل ہوں گی، ظاہر ہونے لگیں گے جو نوع انسانی کے لیے زبردست فتنہ کا موجب بن جائیں گے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہوکر ان سب کے قصوں کو پاک کردیں گے خدا کی آیتیں اپنے موقع ومحل پر ظاہر ہوتی ہیں اور جس دور میں جیسی آیت کی ضرورت ہو، ویسی ہی ظہور پذیر ہوجاتی ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھنے والی نگاہیں پیدا کرلیں تو ہمیں اپنے گردوپیش اور تحت وفوق ہر سمت خدا کی آیات نظر آئیں گی، جو زمانے کے حسب حال ہوں گی اور جان سکیں گے کہ خدا کے بڑے بڑے نشان جو کتب سماوی میں مذکور ہوچکے ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ایسی ہی ایک آیت بیّن کو نوع انسانی ۱۹۰۸ء میں ملاحظہ کرچکی ہے۔ قرآن حکیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر چار، پانچ ہزار سال پہلے کے واقعہ یعنی آل فرعون کی غرقابی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ: ﴿فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾ ''(اے فرعون) پس آج ہم نے تیرے بدن کو (غرقابی سے) بچالیا۔ تاکہ اس

کے لیے جو تیرے بعد آ رہا ہے آیت کا کام دے اور تحقیق اکثر لوگ ہماری نشانیوں کی طرف سے غافل ہیں''۔

فرعون کی لاش بعد میں آنے والے فرعونوں کی عبرت کے لیے آیت کے طور پر بچالی گئی اور یہ لاش عصر حاضر میں جب انسان پھر خدائی دعویٰ کرنے کے نزدیک جا رہا ہے۔ لندن کے عجائب گھر میں پڑی اپنے آیت اللہ ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی یہ آیت جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ چار، پانچ ہزار سال کے بعد نوع انسانی پر اس وقت ظاہر ہوئی ہے، جب اس کی ضرورت تھی۔ اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی آیت بھی اس وقت ظاہر ہو کر رہے گی۔ جب نوع انسانی کو اس کے ظہور کی ضرورت ہوگی۔

وفات ونزول مسیح کے متضاد عقائد

قرآن حکیم کے اور نصائص جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور اپنی عمر کے آخری دور میں نوع انسانی کے ساتھ واسطہ پیدا کرنے کے متعلق استشہاد کیا جاسکتا ہے یہ ہیں: ﴿**اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ط اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلاً**﴾ (المائدہ، رکوع ۱۵) ''جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کی۔ وہ جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی۔ (نیز) تجھے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنیوالا بنایا''۔

﴿**اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهاً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَo وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلاً وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ**﴾ (آل عمران، رکوع ۵) ''جب فرشتوں نے کہا

اے مریم تحقیق اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ (نشان) کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں سے اور وہ لوگوں سے پنگورے میں اور عمر رسیدہ ہوکر باتیں کرے گا۔ اور صالح بندوں میں سے ہوگا''۔

ان آیات میں قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پنگورے میں اور عمر رسیدہ لوگوں سے باتیں کرنے کو انعام خداوندی میں سے مخصوص طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ دونوں محیر العقول باتیں ہونے والی تھیں۔ پیدا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگورے میں لیٹے لیٹے اپنی والدہ کی عصمت وعفت کی شہادت دینا دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا عمر رسیدہ ہوکر لوگوں سے باتیں کرنے کا واقعہ بھی اسی صورت میں **تکلم فی المھد** کی طرح محیر العقول ہوسکتا ہے۔ جب اس میں کوئی ندرت ہو اور وہ ندرت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال کے بعد زمین پر نازل ہوکر از سر نو زندگی شروع کریں گے اور عمر کے اس حصہ تک پہنچیں گے۔ جسے عربی زبان میں **کھل** کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگ ان کے اس کلام کرنے پر اسی طرح حیران ہوں گے جس طرح بنی اسرائیل کے افراد انہیں گود میں باتیں کرتے دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ قرآن حکیم کی آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آئی ہیں، کس طرح ایک دوسری کی تائید کرتی ہوئی یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محیر العقول زندگی از ابتدا تا انتہا آیت اللہ واقع ہوئی ہے، جس کا اظہار قرآن حکیم کا مقصد نظر آتا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک شے کو اپنی محدود اور ناقص عقلوں کے مطابق بنانے کی سعی میں کھینچ لیا جائے اور تاویلات لاطائل کے دروازے کھول دیئے جائیں تو آیت اللہ کا یہ سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔ اس صورت میں فرقہ مرزائیہ کے لاہوری ملاحدہ

کی طرح قرآن حکیم کی بیّنات کے علی الرغم یہ کہنا پڑے گا کہ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا**۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کسی قسم کی ندرت نہ تھی اور وہ یوسف نجار کا فرزند تھے۔زندگی میں ان سے کسی قسم کے معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اور وہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے یا صلیب پر بچا لیے گئے تھے۔لیکن دنیا سے روپوش رہ کر زندگی بسر کر گئے۔ اس صورت میں ان کے ﴿عِلْمٌ لِلسَّاعَه﴾ اور **تکلم فی المھد و کھلاً** کی بھی بے سروپا تاویلیں کرنی پڑیں گی اور جو اہل کتاب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لانے کے متعلق پیش گوئی مذکور ہوئی ہے اس کی بھی کوئی نئی توجیہہ لانی پڑے گی۔گویا قرآن حکیم کو بالائے طاق رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک سراسر نیا اور متغائر تاروپود اپنے اوہام کی بنا پر بُننا پڑے گا۔ظاہر ہے کہ اس سے بڑی معصیت انسان کے لیے اور کوئی نہیں ہوسکتی، کہ قرآن پاک کی صریح آیات کی تکذیب کرے اور ایک نبی کی زندگی پر طرح طرح کے اتہام باندھے۔یہ میں لکھ چکا ہوں کہ جن لوگوں کو جھوٹی مسیحیت اور دجالی نبوت کے قیام کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ گھڑنا پڑا ان کے پیرومرشد نے تو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کی بیہودہ سی تاویلیں گھڑنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا چہ جائے کہ ان سے قرآن پاک کی آیات کو صحیح طور پر سمجھنے کی امید رکھی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر اقبال اور اسلام کے بعض دیگر متقدم و متاخر اشخاص وفات مسیح کے قائل ہیں۔ہوں گے،لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ وفات مسیح کے قائل کسی مسیح کی آمد کے منتظر بھی نہیں۔لہٰذا مرزائیوں کا جو اپنے متنبی کو ''مسیح موعود'' کہتے ہیں اور نزول و آمد مسیح کی روایات کے قائل ہیں۔ایسے علماء کے اقوال سے استشہاد کرنا بے معنی

ہے۔ اے ضلالت و گمراہی کی پیروی کرنے والو! اگر تم ان اخبار کو جو مسیح کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ہیں درست خیال کرتے ہو تو انہی کی آمد کا انتظار کرو اور محض تاویلات کے بل پر کسی مدعی کو ابن مریم ثابت کرنے کی کوشش سے باز آجاؤ۔ جس پر صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ ''بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں''۔ نیز حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی حدیث پاک جو تیس جھوٹے نبیوں کے خروج کے متعلق ہے، وارد ہوتی ہے۔ اگر مسیح ابن مریم علیہ السلام کو فوت شدہ تصور کرتے ہو تو کہہ دو کوئی مسیح آنے والا نہیں اس صورت میں تمہیں جھوٹ کا جواز ثابت کرنے کے لیے تاویلیں گھڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب مسیح ابن مریم علیہ السلام آجائیں گے تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آگئے۔ کیونکہ ان کی آمد کوئی معمولی آمد نہ ہوگی۔ جس کے ثبوت کے لیے تاویل و استدلال کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہ خدائے جلیل وقدیر کا ایک بیّن نشان ہوگا۔ جسے موافق و مخالف سب کی آنکھیں دیکھ سکیں گی اور سب کی عقلیں جان لیں گی کہ یہ وہی مسیح ابن مریم ہیں جو صدہا سال پہلے فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔ جنہوں نے گود میں لیٹے لیٹے اپنی ماں کی پاک دامانی کی شہادت دی تھی۔ جنہیں یہودیوں نے مصلوب کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جنہیں خدائے جلیل وقدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے بچالیا اور محفوظ کرلیا تھا۔ تاکہ ﴿عِلْمٌ لِلسَّاعَه﴾ کے طور پر قیامت کے قریب اپنا نشان بنائے۔

دیگر آثار قیامت اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں لکھ چکا ہوں کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ''**علم للساعة**'' یعنی قیامت کے قرب کی ایک علامت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مخبر صادق حضور سرور کائنات ﷺ

کی احادیث میں بھی جہاں جہاں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے۔ علامات قیامت ہی کے ضمن میں مذکور ہوا ہے، لہٰذا مسیح کے نام سے دینی رخنہ اندازیوں کی جتنی کوششیں بھی اس وقت تک بروئے کار آچکی ہیں یا آئندہ ظاہر ہوں گی۔ وہ سب باطل اور جھوٹے مدعیوں کی اس فہرست کے تحت میں آتی ہیں۔ جس کی طرف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ارشاد کر چکے ہیں اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ بھی اپنی امت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرما چکے ہیں۔ احادیث نبوی میں آثار وعلامت قیامت کے سلسلہ میں ''مسیح الدجال'' کے ایک بہت بڑے فتنہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب ایک شخص جسے بڑی محیر العقول قدرتیں حاصل ہوں گی۔ حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوگا کہ مصنوعی جنت وجہنم کی کلیدیں بھی اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جن میں وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کو ڈالتا چلا جائے گا۔ نیز اسے مردوں کو زندہ کرنے اور بظاہر انسانوں کے مرے ہوئے آباؤ اجداد سے باتیں کرانے کی قدرتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یہ شخص جس کی دونوں آنکھیں یکساں نہ ہوں گی۔ اپنی محیر العقول قدرتوں کے بل پر مسیح اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ یعنی عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ میں ہی وہ مسیح ابن اللہ ثالث من ثلثۃ ہوں۔ جس کی عبادت تم صدیوں سے کرتے آئے ہوں۔ ازبس کہ اس کی طاقتیں بہت محیر العقول ہوں گی اس لیے نوع بشر کا ایک حصہ غالب اس کے سامنے اطاعت وعبدیت کی گردنیں جھکانے لگے گا۔ اسی ''مسیح الدجال'' کو قتل کرنے اور اس کے فتنہ کا سد باب کرنے کا کام ایزد متعال عزاسمہ کی قدرت کاملہ نے حقیقی مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لیے مقدر کر دیا، تاکہ اس وقت کی نوع بشر کو دجال کے دجال ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور مسیح علیہ السلام کے نام سے انسانوں کو مختلف قسم کے دھوکے دینے والوں کا سارا پول کھل جائے۔

اخبار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مسیح الدجال'' کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مسلمانوں کی تاکید کی گئی ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کے لیے ہر وقت ایزدمتعال کی بارگاہ میں پناہ مانگتے رہیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ ''مسیح الدجال'' کو خود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما والسلام قتل کریں گے، لہٰذا مسلمانوں کے لیے ہر ایسے مدعی کو جو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس کے نتیجہ میں خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کا خواہاں ہو مفتری و کاذب سمجھنا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ اس مضمون پر احادیث شریفہ اس قدر واضح ہیں کہ ان میں تاویل و تحریف کی قطعاً گنجائش نہیں۔

''مسیح الدجال کے خروج'' اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول'' کے سلسلہ میں مخبر صادق علیہ السلام نے جس قدر ارشادات اپنی امت کی آگاہی کے لیے بیان فرمائے ہیں وہ سب آثار قیامت کے طور پر مذکور ہوئے ہیں اور بتا دیا گیا ہے کہ اُمت مسلمہ پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ جب غیر مسلم قومیں علی الخصوص نصاریٰ ان پر غالب آجائیں گے۔ تا آنکہ کفار کے لشکر اس سرزمین کو جس میں بیت المقدس واقع ہے فتح کر لیں گے اور ان کی یلغاریں جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین پر اس حد تک تجاوز کر جائیں گی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حالت بھی مخدوش ہو جائے گی۔ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ جنگ ہو رہی ہوگی اور اس وقت کا امیر المومنین شہید ہو جائے گا۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں کوئی شخص مسلمانوں کی امارت و قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ امت مسلمہ امیر کے انتخاب کے معاملہ میں پریشان ہوگی۔ امت کے صلحاء مکہ معظمہ میں حج کے لیے جمع ہوں گے۔ وہیں ایک شخص کو جو طواف کر رہا ہوگا اس کے انکار کے باوجود اپنا امیر بنالیں گے اور اس کے ہاتھ پر کفار سے جنگ کرنے کے لیے بیعت

کریں گے۔ یہی وہ مہدی آخر الزمان ہوں گے۔ جن کے انتخاب کی خبر غیبی آواز کے ذریعے ساری دنیا کو سنادی جائے گی۔ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کا لشکر لیکر کفار کا مقابلہ کریں گے اور انہیں شکست دیتے ہوئے شام کی سرزمین تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامی لشکر دمشق کے مقام پر ہوگا کہ ''مسیح الدجال'' کے خروج کی اطلاع ملے گی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے سہارے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے ظہر کی نماز تیار ہوگی۔ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ امامت کے فرائض آپ انجام دیجئے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر انکار فرمائیں گے کہ امامت آپ ہی کا حق ہے آپ ہی مسلمانوں کے امیر ہیں۔ میرا کام تو فقط دجال کا قتل ہے جس کے زیر قیادت کفار کے لشکر مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہیں۔ دجال اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر ان سے جنگ کریں گے اور دجال کو اپنے نیزے سے قتل کر دیں گے۔

ان جنگوں کے واقعات احادیث نبوی میں اس تفصیل کے ساتھ بطور پیش گوئی بیان ہوئے ہیں کہ ان میں کسی قسم کے التباس کی گنجائش نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ بعض لوگ ان پیش گوئیوں کے بعض اجزا کو لیکر ان کی تاویلیں کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری الزمان کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس وقت کی امت مسلمہ کے سیاسی اور بین الاقوامی حالات سے مختلف کیفیات کے حامل ہیں۔ ان اخبار کی حیثیت جو قرب قیامت کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں محض اخبار اور پیش گوئی کی ہے اور ان سے یہ استنباط نہیں کیا جاسکتا کہ مہدی و مسیح دین اسلام میں کسی قسم کی تجدید و اصلاح کی خدمت انجام دیں گے۔ ظاہر ہے کہ صرف سچے مسلمان ہی ان فتن میں

مہدی و مسیح علیہما الصلوۃ والسلام کا ساتھ دیں گے اور اس غزا اور جہاد میں شامل ہو کر جو کفر واسلام کا آخری معرکہ ہوگا۔ شہادت یا فتح کے درجے حاصل کر سکیں گے۔ کسی ایسے مسیح کاذب کے پیرو جس نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہو اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اس وقت کے دجالی حکومت کے جو روئے زمین پر پھیل جائے گی، وفادار رہنے پر مجبور ہوں گے۔

میں نے ظہور مہدی اور نزول مسیح علیہ السلام کے ان واقعات کو جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اختصار اور اجمال کے ساتھ اوپر بیان کر دیا ہے اگر ان تمام احادیث کو جو اس آنے والے زمانہ کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں، یک جا جمع کیا جائے تو اس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ واقعات احادیث شریفہ میں جس شکل میں بیان ہوئے ہیں۔ اسے جان لینے کے بعد کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے کسی مفتری یا مدعی کاذب کے دام فریب کا شکار نہیں ہو سکتا۔ سچے مسلمان جو مسیح الدجال جیسے صاحب قدرت و اختیار شخص کے مقابلہ میں جانیں لڑائیں گے، قادیان کے کسی متنبی کے جھانسے میں نہیں آسکتے۔ جس کی پٹاری میں لاطائل تاویلوں وار بیہودہ دعووں کے سوا اور کوئی شے نہیں۔ جس نے نہ مکہ دیکھا، نہ بیت المقدس کی سیر کی، نہ میدان جنگ کی لذتوں سے شناسا ہوا، نہ جہاد کے ثواب سے بہرہ مند ہوا۔ کیا تو یہ کیا کہ جہاد بالسیف کی تنسیخ کا اعلان کر کے ان تمام احادیث پاک کی تکذیب کردی جو کفر واسلام کے اس آخری معرکہ کے متعلق بیان ہوئی ہیں اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت کھڑی کر دی جس کا کام مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور آزاد اسلامی ممالک کو کفار کی ان سلطنتوں کے زیر نگیں لانے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں، جو شائد آئندہ چل کر ''مسیح الدجال'' کی پشت پناہ بننے والی ہیں۔ لیکن دعویٰ یہ کر دیا

کہ میں ہی مہدی مسعود و مسیح موعود ہوں۔ شعر

عاشق نہ شدی محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں بکشائد

احادیث واخبار کی غلط تاویلات

مرزائیت کی قادیانی لاہوری شاخوں کے امرا اور متبعین غیر عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ اور نامسیح کو مسیح ثابت کرنے کے لیے ان اخبار کے تذکار و تاویل میں جو علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئیں۔ اس قدر بددیانتی سے کام لینے کے عادی ہیں کہ سب کو یک جا نہیں لیتے۔ بلکہ صرف ایسی احادیث کو جن کے معانی میں وہ تاویل و تحریف کر کے اپنے متنبی کی ذات پر چسپاں کر سکتے ہیں، بیان کرتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں، جن میں صاف اور صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ پیہم جنگیں کرنے اور دجال کے خلاف ''جہاد بالسیف'' کرنے کی خبریں دی گئی ہیں۔ ان لوگوں اور ان کے پیشوا کا سب سے بڑا دجل یہ ہے کہ وہ ان تمام احادیث کو جو آمد حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور ہوئی ہیں۔ امت مسلمہ کی دینی ضرورت کے لیے ظاہر کر کے پہلے یہ منوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کے لیے مہدی و مسیح کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حالانکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی حیثیت پر ان کے زندہ ہونے یا دوبارہ امت مسلمہ میں آنے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے پیغمبر ہیں اور حضرت رسول کریم ﷺ پر اسی وقت سے ایمان لا چکے ہیں۔ جب ان کو نبوت و رسالت کا منصب عطا کرتے وقت پروردگار عالم نے ان سے

حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے اور بشرط زندگی ان کی مدد کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو آیہ میثاق النبیین جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) اور حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اللہ کا نبی یا رسول ہونے کی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ ان کی حیثیت صرف اس امیر المومنین کی ہے جو آخری زمانہ کے فتن میں جب کفار چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہجوم لا چکے ہوں گے اور یہ خطرہ پیدا ہو چکا ہوگا کہ حرمین الشریفین پر کفار کا علم بلند ہونے والا ہے۔ مسلمانوں کے لشکروں کی قیادت کرتے ہوئے کفار سے ''قتال بالسیف'' کریں گے۔ احادیث جو اس زمانہ کے واقعات کے متعلق آئی ہیں محض پیش گوئی کی حیثیت رکھی ہیں اور اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تلبیس وتدلیس کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ پس جب یہ واقعات جن کی خبر احادیث میں دی گئی ہے، رونما ہوں گے، تو مسلمان اور نامسلمان سب سمجھ لیں گے کہ وہ وقت آ گیا جسے قیام قیامت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے۔ باقی رہی یہ بات کہ کون سے مسلمان اس دور فتن میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیں گے، سو اس کے متعلق بھی چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہی مسلمان حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیں گے جو اس وقت اسلام کی حفاظت ومدافعت کے لیے صدق دل سے کوشاں ہوں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعض لوگ جو مسلمان کہلاتے ہوں گے، یہ جان لینے کے باوجود کہ مہدی کا ساتھ دینے والے مسلمان اسلام کی صحیح خدمت کر رہے ہیں۔ اپنی دنیوی اغراض کے لیے کفار کا ساتھ دیں گے۔ اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو گزشتہ جنگ عظیم میں ممالک اسلامی میں دیکھی گئی۔ ''ترکی خلیفۃ المسلمین'' نے جہاد کا علم بلند کیا۔ لیکن اکثر ممالک کے مسلمان کہلانے والے لوگ محض اپنے دنیوی فوائد کی خاطر ترکوں کے خلاف جا کر لڑے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اسلام سے صریح غداری کے

مرتکب ہو رہے ہیں۔

احادیث میں مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیح دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق پیش گوئیاں علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر واضح بین اور جامع ہیں کہ انہیں جان لینے کے بعد کسی کے دل میں آنے والے واقعات کے متعلق کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علی الخصوص ایسے دور میں جب ہم اپنی آنکھوں سے دنیا کی سیاست کا رنگ ایسا دیکھ رہے ہیں جو احادیث کے بیان کردہ حالات کے نزدیک جا رہا ہے، جب کہ حرمین الشریفین کے شمال جنوب اور مشرق ومغرب میں مغربی اقوام کے استعمار کے بڑھتے ہوئے قدم پہنچ چکے ہیں اور یورپین اقوام سیاسیات تہذیب اور تمدن میں سارے کرۂ ارض پر حاوی ہو چکی ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آنے والی جنگوں کا نقشہ غالباً احادیث کے بیان کردہ ان حالات کے مطابق ہوگا جو کفر واسلام کے آخری معرکہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں اور اسی آخری معرکہ میں مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور، دجال کے خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیش گوئیاں پوری ہونے والی ہیں۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی شان میں گستاخی

قادیان کی دجالی مسیحیت اور جھوٹی مہدویت کا ڈھونگ رچانے کے لیے مرزائی بدبختوں اور ان کے پیشواؤں نے اس حد تک کفر صریح اور الحاد مبین سے کام لیا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ''مسیح الدجال'' اور ''یاجوج ماجوج'' کو فتنوں کے متعلق ان ممسوخ الفطرت انسانوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا**۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (**فداہ**

ابی و امی) ان فتنوں کی حقیقت سمجھنے سے قاصر تھے اور ان کی صحیح کیفیت اگر کسی نے سمجھی ہے تو وہ قادیان کا وہ نیم ملا متنبی تھا جس کو بات تک کرنے کی تمیز نہ تھی۔ متنبی قادیان اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۶۹ پر کس دلیری کے ساتھ لکھتا ہے۔ ''آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی''۔

ازبس کہ متنبی قادیان کو اپنی مسیحیت اور مہدویت کا ڈھونگ کھڑا کرنے کے لیے احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے کی ضرورت درپیش تھی۔ لہٰذا اس بدزبان نے حضور سرور کائنات ﷺ پر یہ افترا باندھ دیا کہ حضور نے جن امور کے واقع ہونے کی خبر اپنی امت کو سنائی تھی، ان کی ماہیت وحقیقت سمجھنے سے وہ خود قاصر تھے۔ حالانکہ ان احادیث میں ایک ایک واقعہ کو اس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں تاویل کو کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک بتادیا گیا ہے کہ آخری جنگ میں مہدی کے زیر کمان ستر ڈویژن ہوں گے، جن میں سے ہر ڈویژن میں بارہ ہزار کی نفری ہوگی۔ نیز یہ بھی بتادیا گیا کہ مہدی کو بلاد وامصار کے مسلمان مندوبین جنہیں ابدال کہا گیا ہے کس مقام پر اور کن حالات میں امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب کریں گے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس مقام پر اور کن حالات میں نازل ہوں گے۔ تاآنکہ احادیث میں لکھا ہے کہ:

''مہدی (حصول فتح کے بعد) ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اُڑے گی کہ دجال نے مسلمانوں پر تباہی ڈالی ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی حضرت

امام مہدی شام کی طرف مراجعت فرمائیں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں انکے ماں باپ اور قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں۔ وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں میں سے بہتر ہوں گے لشکر کے آگے، پیچھے بطور طلیعہ روانہ ہو کر معلوم کر لیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے"۔

(صحیح مسلم، صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ انصاری)

حضور سرور کائنات ﷺ تو اپنی امت کے آنے والے حالات سے اس قدر جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ واقف ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ اپنے سربازوں کے گھوڑوں کے رنگ تک جانتے ہیں۔ لیکن قادیان کا متنبیٰ اپنی جھوٹی نبوت کے قیام کے لیے یہ کہہ رہا ہے کہ حضور کے ضمیر پر نور پر یہ حالات کما حقہ منکشف نہیں ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس کے بعد ایسے دیدہ دلیر کو کس لحاظ سے مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔

دجال کی شناخت اور دجال کی اطاعت

مرزائی بڑے فخر سے یہ کہنے کے عادی ہیں کہ ان کے "حضرت" ہی اس دور کے پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اقوام یورپ کے استعمار کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ دجال کے جس فتنہ کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ وہ یہی یورپین اقوام کے غلبہ واقتدار کا فتنہ ہے۔ اور میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری نے "المسیح الدجال" کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دجال سے مراد انگریز قوم ہے جسے شناخت کرنے کا سہرا قادیان کے مرزا غلام احمد کے سر ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ "مسیح موعود" اور "مہدی مسعود" بننے کا مدعی یہ پہچان لینے کے

باوجود کہ انگریز دجال ہیں اسی دجال کی جاسوسی کرنے کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد ۵، صفحہ ۱۱) اس کے تسلط واقتدار کو اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے آیہ رحمت قرار دیتا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۹،۵۶ و تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ ۶۹ و ۵) اپنے خاندان اور اپنی امت کو اسی دجال کا خود کاشتہ پودہ ظاہر کرتا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ ۲۰)، اپنی امت کو ہر حال میں اسی دجال کے فرمانبردار رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ (کتاب البریہ، صفحہ ۹) اور اس دجال کو یقین دلاتا ہے کہ جوں جوں میرے مرید ترقی کریں گے۔ مسلمانوں میں سے جہاد کی روح اڑتی چلی جائے گی۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۱۷)، نیز اسی دجال کی خدمات بجالانے کے بڑے بڑے دعویٰ کر کے اس سے نوازشات وعنایات کا متمنی ہوتا ہے۔ (تریاق القلوب، صفحہ ۳۵، تبلیغ رسالت، جلد ۷، صفحہ ۱۱ و ۲۰، جلد ۱۰، صفحہ ۲۸) کیا ان تمام امور سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قادیان کا مدعی مسیحیت اس مسیح الدجال کا ایک ظل تھا، جو دنیا میں فتنہ برپا کرنے کے لیے خروج کرنے والا ہے۔ اور جس کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد بالسیف کرنے کی پیش گوئیاں احادیث اور اخبار میں مذکور ہوئی ہیں۔ مسلمان اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسیح الدجال اپنے خروج کے بعد کن طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور از بس کہ اسے کرۂ ارضی پر شاہی اقتدار حاصل ہوگا اور انسان کی علمی ترقیات کے باعث جس کے دروازے کھل چکے ہیں۔ وہ محیر العقول کارنامے انجام دے گا۔ دنیا کے سامنے الوہیت کا دعویٰ کر کے سامنے آئے گا اور متنبی قادیان اور اس کی امت کے افراد کی نوع کے لوگ حصول دنیا کی خاطر اس کی اطاعت کریں گے۔ جس طرح کہ وہ آج انگریزوں کو دجال کہنے کے باوجود ان کی اطاعت کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دیتے ہیں۔

باقی رہا میاں محمد علی کا یہ دعویٰ کہ یورپ کے استعماری سیلاب کے فتنہ کو ''فتنہ المسیح

الدجال'' سمجھنے کا سہرا صرف اس کے ''حضرت مرزا صاحب'' کے سر پر ہے۔ اس دعویٰ کو بھی اگر واقعات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو سراسر بے بنیاد ثابت ہے۔ کیا میاں محمد علی کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد المہدی السودانی نے جب اس استعماری سیلاب کے مقابلہ میں جہاد کا علَمْ بلند کیا تھا اور اپنے کو مہدی قرار دیا تھا تو ان کے پیش نظر بھی یہ حقیقت تھی کہ استعمار کا یہ سیلاب جو یورپ کی سرزمین سے اُٹھا ہے فتن آخر الزمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ اگر ان کا خیال یہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز مہدی کا لقب اختیار نہ کرتے یا ان کے پیروانہیں مہدی کے لقب سے منسوب نہ کرتے۔ اسکے علاوہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں یورپی استعمار کے مقابلہ میں اپنے کو عاجز پا کر ساری دنیا کے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوا چلا تھا کہ وہ دور فتن جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ آ گیا ہے اور ظہور مہدی اور نزول مسیح کا وقت قریب ہے۔ اسی عام خیال سے قادیان کے متنبّی نے فائدہ اُٹھانے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور جو طاقتیں اسے مہدی اور مسیح بنانے کے لیے پس پردہ تار ہلا رہی تھیں۔ ان کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے دماغوں سے صاحب سیف و سنان مہدی کے ظہور کا خیال نکال دیا جائے۔ تا کہ یورپین استعمار کے مقابلہ میں عالم اسلامی کے کسی خطہ پر مہدی سوڈانی کا کوئی مثیل پیدا ہو کر اس فتنہ آخر زمان کے استیصال کے لیے کوشاں نہ ہو سکے۔ پس اگر قادیان کے متنبّی نے اقوام یورپ کے سیلاب استعمار کو آخری زمانہ کے دجالی فتنہ قرار دیا تو اس نے کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں کی بلکہ وہی کہا جو اس دور کے مسلمانوں کی زبانوں پر عام ہو چکا تھا۔ اس کا نیا اور انوکھا کارنامہ تو یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس دجالی فتنہ کی اطاعت و امداد کرنے کی تلقین کی اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کا مذہب اس دجالی فتنہ کی تائید و اطاعت کرنا اور اس کی جاسوسی کے

فرائض انجام دینا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یورپین اقوام کا موجودہ استعماری سیلاب وہی فتنہ آخرالزمان ہے یا نہیں جس کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہت ممکن ہے کہ یہی فتنہ ترقی کر کے ان حالات کی شکل اختیار کرلے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ حالات جو ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد پیدا ہوچکے ہیں۔ احادیث کے بیان کردہ حالات سے بہت مماثلت رکھتے ہیں اور اس امر کا قوی امکان ہے کہ انہی حالات کا ارتقاء وہ خوفناک صورت اختیار کرلے جن میں مسیح الدجال کا خروج واقع ہوگا۔ کیونکہ گزشتہ جنگ عظیم میں ''القدس'' اور ''دمشق'' مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ فلسطین میں یہودیوں کا وہ ستر ہزار کا لشکر جو دجال کا معاون بنے گا پرورش پا رہا ہے۔ حرمین الشریفین کے چاروں طرف اقوام یورپ کا سیلاب استعمار گھیرا ڈال چکا ہے اور علمی ترقیات وایجادات کا سیلاب یورپ کی اقوام کو اس نقطہ کی طرف لے جارہا ہے جہاں پہنچ کر وہ خدائی قدرتوں کی دعوے دار بننے والی ہیں۔ پس اگر ان حالات میں کفر واسلام کے درمیان کوئی جنگ وقوع پذیر ہوگئی تو کچھ عجب نہیں کہ احادیث کی بیان کردہ پیش گوئیاں حرف بحرف اس کے حالات پر چسپاں ہونے لگیں اور اسی جنگ کے دوران میں مسلمان اپنے عسکری قائد سے محروم ہوجائیں جو شہادت کا رتبہ حاصل کرلے گا کسی موزوں ہستی کو حرم کعبہ میں طواف کرتے پاکر اپنا امیر وقائد منتخب کرلیں۔ ساری دنیا آلات نشر صوت پر کسی اور طریقہ سے یہ سن لے کہ مسلمانوں کو خلیفۃ الہدیٰ یعنی امیر اور قائد مل گیا لیکن ان امور کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جب وقت آئے گا تو احادیث کے بیان کردہ حالات حرف بحرف پورے ہوجائیں گے۔ خواہ وقت کل آجائے۔ بہر حال مسلمانوں کو اس کے متعلق

پریشان ہونے یا پریشان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وقت حاضر میں وہ ان فرائض سے کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں، جو دینی اور ملی حیثیت سے ان پر عائد ہوتے اور انہیں عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔

تثلیثی مسیحیت اور دجالی مسیحیت کے اعتراضات

راقم الحروف نے مرزائیوں کے استفسارات کے جواب میں یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط کی براہین قاطعہ نے مرزائیوں کے دجالی کیمپ میں کھلبلی ڈال دی، تو قادیان کی دجالی مسیحیت نصاریٰ کی تثلیثی مسیحیت کا نقاب اوڑھ کر سامنے آ کھڑی ہوئی اور قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' نے اپنی ۱۰، اور ۱۱ جنوری ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں ''راقم الحروف'' سے ایسے سوالات کیے جو مرزائیوں کے خیال میں عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے صحیح عقائد پر وارد کیے جاتے ہیں۔ قادیانی چاہتے تھے کہ'' راقم الحروف'' کو اصل بحث سے ہٹا کر یکسر دوسرے مسائل میں الجھا دیں۔ اس لیے میں نے اس وقت اعلان کر دیا کہ ''الفضل'' کے ان سوالات کا جواب حسب موقع دیا جائے گا۔ ''الفضل'' کے سوالات اگرچہ تحقیق حق کے لیے نہیں۔ بلکہ حسب عادتِ مرزائیہ جدال طلبی ان کی محرک ہے۔ تاہم چونکہ یہ لوگ کم فہم اور کم علم لوگوں کے دلوں میں اسی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں گمراہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لگے ہاتھوں انکا جواب بھی لکھ دوں۔ ان سوالات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت زندگی اور ان کے رفع ونزول کے متعلق ان تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہوئے اور جن کا مجمل سا تذکرہ اقساط ماقبل میں آ چکا ہے تو ان کے پاس عیسائیوں کے ان اعتراضات کا کیا جواب ہے کہ اس محیر العقول زندگی کے باعث ان کی

الوہیت وابن اللّٰہیت مسلم ہو جاتی ہے۔ میں مناسب مواقع پر اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور رفع کی محیر العقول واقعات کی تصدیق کرنے کے باوجود نوع انسانی پر یہ حقیقت منکشف کر رہا ہے کہ وہ انسان اور اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کے جتنے واقعات زمانہ کی روش سے متغائر نظر آتے ہیں ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ اللہ نے انہیں اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر اپنی آیت بنایا۔ اللہ کی آیات اور بے شمار ہیں جو ہر دور اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کی زندگی بخشی گئی۔ نصاریٰ نے ان کی زندگی کے واقعات سے متاثر ہو کر انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بنالیا۔ قرآن پاک نے اس غلط عقیدہ کی تصحیح کر دی اور کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے نہ تھے بلکہ اس کے لاکھوں برگزیدہ بندوں اور رسولوں میں سے ایک تھے۔ مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزائیت عیسائیوں کے ان لغو اعتراضات کا جواب دینے کے لیے معرض وجود میں لائی گئی اور عیسائی افراط کے مقابلہ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رہے تھے، قادیانی تفریط کا ڈھونگ کھڑا کیا گیا۔ جس کے پیشوا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیں اور ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کی۔ لہٰذا وہ یعنی قادیانی یہ تاثر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ عیسائیوں کی افراط کی ضد میں آ کر ان کی یعنی قادیانیوں کی اس تفریط کو قبول کر لیں۔ (خواہ ایسا کرنے میں وہ قرآن کی دی ہوئی صحیح تعلیم سے منحرف ہونے پر مجبور ہو جائیں)۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

دجالی مسیحیت کے سوالات

اب ان سوالات کو ملاحظہ فرمائیے جو قادیان کی دجالی مسیحیت نے تثلیثی

مسیحیت کی طرف سے نمائندہ ہو کر کیے ہیں۔

پہلا سوال: ''خداوند یسوع مسیح از روئے قرآن چونکہ ''**کلمۃ اللہ**'' اور روح اللہ ہیں اور از روئے احادیث پیغمبر اسلام۔ صرف وہ اور ان کی والدہ محترمہ مس شیطانی سے پاک ہیں، اس لیے ان کا ثانی کوئی نہیں ہو سکتا اور نہ کسی مذہب میں یہ طاقت ہے کہ خداوند جیسی اوصاف والی ہستی معرض وجود میں لا سکے''۔

الجواب: ''اس سوال کے جواب میں قادیانی فی الفور یہ کہہ دے گا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ نہیں کہا گیا اور حدیث نبوی (ﷺ) میں انہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو مس شیطانی سے پاک ظاہر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہتا ہے اور خدا کی بین آیت ظاہر کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک قرار دیتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کے نزدیک کسی اور بشر کا درجہ وہ یا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ اسلام کے نزدیک تمام انبیاء معصوم یعنی مس شیطان سے پاک ہیں اور اگر قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''کلمۃ اللہ''، ''روح اللہ'' یعنی آیت اللہ ہونے کا درجہ دیا ہے تو حضور سرور کائنات ﷺ کو ﴿ **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى** ﴾ اور ﴿ **قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** ﴾ اور اسی قسم کے دیگر خطابات سے نوازا ہے۔ جس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں''۔

دوسرا سوال: ''اسلام خداوند مسیح تو کیا ان کے حواریوں جیسے اوصاف والی مقدس ہستیاں بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا قرآن کے رو سے یہ ثابت ہے کہ حواریان

خداوند وحی الٰہی سے مستفیض فرمائے گئے۔ جیسے ﴿ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ ﴾ کی آیت سے ثابت ہے“۔

جواب: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری بھی اسلام ہی کے پیرو تھے۔ اس اسلام کے جو حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے عہد میں آ کر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ لہٰذا عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں پر مسلمانوں سے زیادہ حق جتانے کے اہل نہیں۔ باقی رہا حواریوں پر وحی کے نزول کا معاملہ سو عام وحی کا نزول تو حیوانات و جمادات پر بھی قرآن میں ثابت ہے۔ وحی نبوت و وحی رسالت حضرت ختمی مرتبت پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ایک واقعہ

میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ قلمبند کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو راقم الحروف کو لڑکپن میں پیش آیا۔ عاجز ہائی کلاس میں جالندھر کے امریکن مشن ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اسی ماحول میں رہنے کے باعث مجھے تحقیق مذاہب کا شوق لاحق ہوا۔ پادری صاحب ایک روز انجیل پڑھا رہے تھے اور پولس رسول کی کتاب سے اس واقعہ کو پڑھ کر سنا رہے تھے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر روح القدس کے نزول کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ شیطان نے جو آج ”الفضل“ قادیان کی شکل میں متذکرہ صدر سوال کر رہا ہے۔ میرے دل میں وسوسہ ڈال دیا کہ امت عیسوی علیہ السلام پر تو روح القدس نازل ہو، لیکن امت محمدی ﷺ جو ”خیر الامم“ اور ”افضل الملل“ ہے۔ اس برکت و نعمت سے محروم رہ جائے۔ چند لمحے اس وسوسہ نے میری طبیعت کو خلجان میں مبتلا رکھا۔ لیکن معاً مجھے سورۃ القدر یاد آ گئی۔ اور میں نے دل ہی دل میں پڑھنا شروع کیا ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَا

اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِo لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍo تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِم مِّنْ کُلِّ اَمْرٍo سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِo﴾ ’’بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا۔ اے پیغمبر تجھے کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کی اجازت لیکر اترتے ہیں اور ہر امر سے سلام بھیجتے ہیں۔ تا آنکہ صبح پھوٹ پڑتی ہے‘‘۔

جب میں تنزل الملئکۃ والروح پر پہنچا تو یہ حقیقت کبریٰ میرے دل پر منکشف ہوگئی کہ امت محمدیہ پر ملائکہ اور روح القدس کا نزول ہر سال ’’لیلۃ القدر‘‘ میں ہوتا ہے اور امت عیسوی میں ایسی مثال صرف ایک دفعہ ملتی ہیں، پس اس قسم کے وساوس جو مرزائی شیاطین کی طرف سے مسلمانوں کے قلوب میں عام طور پر ڈالے جاتے ہیں، یکسر بے حقیقت ہیں۔ جن میں محض لفظی ہیر پھیر اور کتمان حقیقت سے کام لیا جاتا ہے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ ’’الفضل‘‘ کا تیسرا سوال حسب ذیل ہے:

تیسرا سوال: ’’وہ طاقتور ہستی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی اصلاح فرمانے کے لیے ظہور فرمایا۔ اسی خداوند کو خدا باپ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی امت کی اصلاح وامداد کے لیے آسمان سے نازل کرنے کا بزبان پیغمبر اسلام بقول محمدیاں وکتب محمدیاں پیغام سنایا اور پیغمبر اسلام کے اس پیغام پر محمدی حضرات صدق دل سے ایمان لا کر تا ایں دم خداوند کی امداد اور آسمان سے نازل ہونے کے منتظر ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ہمارے خداوند کو نہ صرف اصلاح کرنے اور امداد دینے والا ہی فرمایا بلکہ ان کی مقدس ذات کو حکم اور عدل بھی اپنے ان اقوال میں کہا جن کو حدیثیں کہتے ہیں اور یوں خداوند کے کلام کی محمدیوں میں منادی کی‘‘۔

جواب: حیران ہوں کہ اس بے معنی سوال کا مطلب کیا ہے؟ کیا ''الفضل'' یہ چاہتا ہے، چونکہ عیسائی مسلمانوں کو طعن دے رہے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ کی تعریف کی ہے اور انہیں حکم وعدل بتایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبارک کام کی محمدیوں میں منادی کی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کے ارشاد کو بالائے طاق رکھ کر مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ ﴿وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ کہہ رہا ہے۔

باقی رہا یہ قصہ جو اس سوال میں مذکور ہوا ہے اور جسے مرزائی بھی بڑے زور سے اپنا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لیے اس وقت آئیں گے جب امت محمدی گمراہ ہوچکی ہوگی، اس کی سند احادیث وقرآن سے کہیں نہیں ملتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامت قیامت کے طور پر ہے۔ جس کے سلسلہ میں حسب ذیل کام ان کے ہاتھوں پورے ہوں گے۔

قتل دجال، کسر صلیب، قتل خنزیر، رفع جزیہ ان میں کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی (جو گمراہ ہوچکی ہوگی) دینی اصلاح کریں گے۔ ان کا نزول یہودیوں اور عیسائیوں پر ہر طرح سے اتمام حجت کرنے کے لیے ہوگا اور امت محمدیہ کے صادقین ان کے نزول سے پہلے ہی اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اسلامی لشکر میں شامل ہوکر دجالی لشکر سے جنگ کریں گے اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی امداد فرمائیں گے۔ وہ پہلے بھی اسلام ہی کے پیغمبر تھے اور نبوت لیتے وقت بارگاہ ایزدی میں یہ میثاق کر چکے تھے کہ میں بشرط زندگی آخری نبی پر ایمان لاؤں گا اور

اس کی مدد کروں گا۔ مرزائیوں کا یہ طرز عمل کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام سے متغائر بلکہ اس کا مدمقابل بنا کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ان کے صحیح درجہ کو قبول کرنے سے انکار کردیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی ہمارے جیسے یعنی مسلمانوں کی طرح تھے اور جب آئیں گے تو بھی مسلمانوں میں ہوں گے۔ عیسائی جو انہیں خداوند کہہ کر پکار رہے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ ''الفضل'' کا

چوتھا، پانچواں اور چھٹا سوال: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متذکرہ صدر عقائد رکھنے سے حضور سرور کائنات ﷺ پر ان کے درجہ کی برتری ثابت ہوتی ہے۔ یعنی ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا۔ اتنی لمبی عمر پانا، پھر زمین پر نازل ہونا اور بقول ان کے اس امت کی اصلاح کرنا جسے حضور سید المرسلین ﷺ کی تربیت وتعلیم بھی راہ راست پر نہ رکھ سکی۔ ایسے امور ہیں جن سے حضرت ختمی مرتبت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔

اس سے زیادہ لغو سوال اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام کی تفضیل کا معیار یہ نہیں جو اوپر بیان ہوا اور نہ دنیا میں انسان کسی انسان کو روحانی طور پر اس بنا پر برتر خیال کرسکتا ہے کہ فلاں کو موٹر یا طیارہ مل چکا ہے، یا فلاں مریخ کی سیر کر آیا ہے یا فلاں کی عمر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ہاتھوں بچا کر آسمانوں پر اُٹھالیا۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت ﷺ کو ایسی حالت میں ہجرت کا حکم دیا۔ انہیں آسمانوں پر کیوں پناہ نہ دی۔ وہ واقعات شہادت دے رہے ہیں جو ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئے اور جنہوں نے نوع انسانی کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی۔

مسلمان اگر حضرت ختمی مرتبت ﷺ کا درجہ دیکھنا چاہیں تو انہیں قرآن پاک اور اس کی ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں تکمیل دین، ختم رسالت، معراج اور میثاق النبیین کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا قصہ لے بیٹھیں تو ان کے ساتھ بحث کرنے اور اس بحث کے سلسلہ میں مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کی بجائے انجیل ہی دکھا دینی چاہیے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے متعلق کیا کہہ گئے ہیں، ''یوحنا'' کی انجیل باب ۱۴ میں لکھا ہے۔ ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (وکیل اور شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی''۔ (آیت ۱۶ و ۱۷) ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار (وکیل اور شفیع) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا'' (**مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ**)''۔ (آیت ۲۵، ۲۶) ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار (سرور کونین ﷺ) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ (آیت ۳۰) ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل و شفیع) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن وہ یعنی سچائی (دین کامل) کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے۔ ﴿وَمَا

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (آیت ۷، نعابیت۱۳)

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات کی موجودگی میں اگر عیسائی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے فیضان رحمت سے محروم رہیں تو ان کی مرضی۔ مسلمان مرزائیوں اور ان کے پیشوا کی طرح یہ نہیں کر سکتے کہ عیسائیوں کی ضد میں آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگیں اور اسی طرح مردود ہو جائیں۔ جس طرح عیسائی اور مرزائی ایک یا دوسرے اولوالعزم نبی کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو کر مردود ہو چکے ہیں۔ عیسائیوں کی تثلیثی مسیحیت اور مرزائیوں کی دجالی مسیحیت میں اسلام کی تخریب کے لیے جو چولی دامن کا ساتھ ہے اور جو خفیہ معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس پر اس سلسلہ مضامین کے آخر میں روشنی ڈالی جائے گی۔

لاہوری مرزائیوں کی منطقی موشگافیاں

استفسارات کے سلسلہ میں ایک لاہوری مرزائی نے بھی راقم الحروف سے چند سوالات کیے ہیں۔ جن کی حیثیت منطقی موشگافیوں سے زیادہ نہیں یہ سوالات اور ان کے جواب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۱: ہمارا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک وحی رسالت اور باب نبوت بند ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثابت ہے تو:

ا...... یہ آپ کس طرح مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم دوبارہ تشریف لائیں گے جب کہ نبوت اور وحی رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اور قرآن ''خاتم الکتب'' سماوی ہے۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے سلسلہ میں جو نصائص قرآن حکیم میں ملتے

ہیں اور جو خبریں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں ان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اجرائے وظیفہ نبوت کے لیے ہوگی اور ان پر قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور نئی آسمانی کتاب نازل ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآن کی رو سے ﴿عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ سے زیادہ نہیں۔ جیسا کہ میں اسی سلسلہ مضامین قرآن حکیم کے نصوص بیان کر کے دکھا چکا ہوں۔

سوال (ب): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن مجید اور احادیث شریف، ائمہ اور مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے اور ہندوستان کے مشہور حضرات مثلاً ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی اور یوسف علی وغیرہ وغیرہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔

الجواب: میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ متقدمین و متاخرین میں کون کون سے علماء وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، یا ہیں، لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مسیح کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کی خبر دی ہے اور قرآن کریم کی آیات سے بھی یہی ثابت ہے۔ اگر بعض حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں تو ہوا کریں، مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔

سوال (ج): اگر حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ آسمان سے نزول فرمائیں۔ تو لامحالہ ان کو قرآن شریف کی تعلیم پر چلنا اور پڑھنا ضروری ہوگا۔ اگر ان کا یہ فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوگا جو جبرئیل کے ذریعے ان کو ملے گا تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ وحی رسالت کا دروازہ بند ہے۔

الجواب: میں اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ جس دین کی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

دیگر انبیائے کرام نے اپنے اپنے عہد رسالت میں کی، وہی دین حضرت ختمی مرتبت ﷺ نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا، لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن حکیم پر عمل کریں گے تو یہ ان کی شان نبوت کے خلاف امر کیوں ہوگیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہ ایسا کیوں کریں گے۔ آیا ان کو وحی کے ذریعے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم انہیں اور دیگر انبیا کو اسی روز دیا گیا۔ جس روز ان کو اکرام ذوالجلال نے نبوت ورسالت کے منصب سے نوازا تھا اور ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر وہ ظہور ختم المرسلین ﷺ کے عہد کو پائیں تو ان کی رسالت یعنی ان کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لاکر ان کی مدد کریں۔ اسی مقصد کے لیے ان پر کسی تازہ وحی کے نزول کی ضرورت نہیں۔

اسی سوال کے ضمن میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اگر آپ کہیں کہ وہ امتی ہوکر آئیں گے تو صاحب شریعت اور مستقل نبی کو کس جرم کی بنا پر معزول کیا جائے گا، اگر وہ اس عہد جلیلہ سے اتار کر ایک امتی بنائے جائیں گے تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ کسی رسول کو مطیع بنانے کے لیے نہیں بھیجتے بلکہ مطاع بنانے کے لیے بھیجتے ہیں۔

اس منطقی موشگافی کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ ''میثاق النبیین'' والی آیت اس امر پر شاہد دال ہے کہ تمام انبیائے کرام بشرط زندگی حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے یعنی ان کی امت میں شامل ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

سوال(د): ہر رسول سے قیامت کے دن اس کی امت کے بارے میں سوال ہوگا۔ کیا امت محمدیہ کے متعلق حضرت محمد ﷺ کافی نہیں کہ آپ اور حضرت مسیح دونوں سے سوال کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں ''سورۂ مائدہ'' کے آخر میں صاف درج ہے کہ

''مسیح'' سے صرف اس کی امت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

الجواب: یہ آپ سے کس نے کہا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے متعلق بھی مسئول ہوں گے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ ان سے امت محمدیہ کے متعلق کوئی سوال کیا جائے گا۔ البتہ وہ اپنی امت کے گمراہ ہوجانے اور ان پر آخری دور میں یعنی قیامت کے قریب ایمان لانے کے متعلق شہادت دیں گے۔

سوال(س): ایک طرف آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے کچھ پہلے آئیں گے اور دنیا سے کفر کو مٹا دیں گے اور کافران کی پھونکوں سے ہلاک ہوجائیں گے۔ دوسری طرف قرآن شریف میں موجود ہے ﴿وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾ کہ قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں عداوت رہے گی۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے مقاصد احادیث شریف میں بالتشریح مذکور ہیں اور ان کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ قتل دجال کے بعد مسلمانوں کو کفار پر ایک دفعہ غلبۂ کامل حاصل ہوجائے گا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کفار میں سے ایک قوم پھر خروج کر کے مسلمانوں کو پریشان کردے گی اور مسلمان پہاڑوں پر پناہ لینے کے لیے مجبور ہوجائیں گے۔ جہاں وفات پاجائیں گے۔ اس کے بعد خدا کو ماننے والا ایک متنفس بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا اور کفار جو یقیناً آپس میں بغض وعداوت رکھیں گے۔ اس کرۂ ارضی کو اپنے ظلم سے معمور کردیں گے انہی پر قیامت آئے گی۔

سوال(ص): کیا آپ کے موہومہ مسیح کے بعد بھی مجددین آتے رہیں گے، جیسا کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد جیسا کہ میں تشریح کرچکا ہوں تجدید واحیائے

دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ آمد محض "**علم للساعة** " کے طور پر ہے۔ جس کے بعد قیامت آ جائے گی۔ لہٰذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال(ض): قرآن شریف (سورۂ نور، رکوع ۷) ﴿**وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ**﴾ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے خلیفہ بھیجتا رہوں گا اور حضور ﷺ نے اس کی یوں تفسیر فرمائی ہے کہ **إن الله يبعث فى هذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها،** اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کو تازہ کرے گا۔

اگر قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیت شریف اور حدیث شریف کے مطابق تیرہ سو سال سے مجدد آتے رہے اور جو آج بھی مجدد کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس صدی کے نصف سے زائد گزر جانے پر مجدد کا نام ونشان بھی نہیں۔ اب تو پندرھویں صدی کے مجدد کا زمانہ قریب آ رہا ہے۔ کیا چودھویں صدی خالی ہی جائے گی اور (نعوذ باللہ رب العالمین) اس کے رسول مقبول کا وعدہ پورا نہ ہوگا؟

الجواب: امت مسلمہ میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کرنے والے صلحاء ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور کسی قسم کی شہرت کی خواہش یا دعوے کے بغیر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ کوئی لمحہ خدا کے بندوں سے خالی نہیں گزرتا۔ باقی رہا ہر صدی کے سرے پر مجدد کی آمد کا مسئلہ تو اس سے ہر مسلمان کے لیے مجدد وقت کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانے کی شرط اسلام قرار دینا ضروری اور صحیح نہیں۔ مجدد آتے اور اپنا کام کر جاتے ہیں۔ لہٰذا تیرھویں صدی ہجری کے سرے پر بھی حسب فرمودۂ رسول اللہ ﷺ ضرور کوئی شخصیت دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہوگی، جس کے ظاہری اور باطنی فیضان سے چودھویں صدی ہجری کے مسلمان مستفیض

ہورہے ہیں۔ یہ سوال کہ وہ مجدد کون تھا؟ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

ایک اور لاہوری مرزائی جناب محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر سنوری گیٹ پٹیالہ نے ''پیغام صلح'' میں راقم الحروف سے یہ استفسار کیا ہے:

''مکرمی خان صاحب! **السلام علی من اتبع الھدیٰ**۔ میں آپ کے اخبار ''احسان'' کا تقریباً روزانہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جماعت قادیان کی مخالفت کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی وصیت کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سید المرسلین ﷺ کے بعد آں حضور کے ایک متبع کو نبی بنادیا اور اس طرح سے اس سید الانبیاء ﷺ کی ہتک کے مرتکب ہوئے اگر ''جماعت احمدیہ'' قادیان کے ساتھ آپ کی مخالفت کی بنا اجرائے نبوت کے عقیدہ ہے تو پھر جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کے لیے آپ کے پاس کون سے وجوہ ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے معزز ارکین بار بار اپنے عقائد کا اعلان کر چکے ہیں اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ اسلام میں کسی قسم کا فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ آپ اور ہم سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان۔ ان باتوں پر تو ایمان لا کر ایک دہریہ بھی پکا مسلمان ہو جاتا ہے، تو پھر اس جماعت سے آپ کی بنائے مخاصمت کیا ہے؟

الجواب: اگر سچ پوچھتے ہو تو لاہوری مرزائیوں سے میری بنائے مخاصمت یہ ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کو اسلام کی تعلیم کے منافی سمجھ لینے اور جان لینے کے باوجود اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اسے نہ صرف مسلمان بلکہ ایک برگزیدہ مسلمان ثابت کریں۔ لاہوری مرزائیوں کے اکثر لوگ سمجھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مفتری اور کذاب تھا۔ ان میں کے بعض لوگ اپنے دلوں میں اسے مخبوط الحواس قرار دیتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود محض ہٹ دھرمی کی بنا پر دجل و زور کی اس دکان کو چمکانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جس کے فریب خوردہ گاہک وہ بن چکے ہیں۔ لاہوری مرزائی کہتے ہیں کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات'' میں جو دعاوی انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین اور صلحائے امت کی تذلیل پر مشتمل ہیں۔ وہ محض شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور نبی، رسول یا تشریعی نبی ہونے کے متعلق اس کے جتنے دعاوی ہیں۔ وہ بطور مجاز و استعارہ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن محدث، **ملہم من اللہ، مامور من اللہ** اور مسیح موعود ہونے کے متعلق جو دعاوی ہیں، وہ صحیح ہیں۔ یہ پوزیشن عقلی حیثیت سے کس قدر فرومایہ استدلال ہے۔ اگر تم مرزائے قادیانی کے دعاوی نبوت و رسالت کو مجاز یعنی بناوٹ پر محمول کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس کے محدث، ملہم، مجدد، مامور اور مسیح ہونے کے دعاوی کو بھی بناوٹ نہیں سمجھتے اور موخر الذکر دعاوی کو تسلیم کرنا شرط ایمان قرار دیتے ہو اور ان دعاوی کے جواز کے لیے قرآن پاک اور احادیث کے معانی میں تحریف و تاویل کرنے سے بھی محترز نہیں رہتے اگر اس شخص کے دعاوی کا ایک حصہ اس کے دماغی توازن کی خرابی کا نتیجہ تھا، یا مجاز و استعارہ تھا تو اس کے دعاوی کا دوسرا حصہ کس طرح واجب التسلیم ہوگا۔ سوال یہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کو تم نے اپنا پیشوا بنا رکھا ہے۔ اس کے اقوال و اعمال شریعت غرائے اسلامیہ کی روشنی میں کیسے تھے؟ تم کہتے ہو کہ تم یعنی لاہوری مرزائی خدا کی وحدانیت، محمد عربی ﷺ کی رسالت کاملہ، قرآن پاک، ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اشخاص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ لیکن تمہارا عمل یہ ہے کہ مستفسر نے اسی استفسار میں ''راقم الحروف'' کو اسلامی طریق سے سلام کہنے کے بجائے ''**والسلام علی من اتبع الھدیٰ**'' کا وہ جملہ لکھا ہے، جو مسلمان کفار کے لیے استعمال

کرتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے ان کے جنازوں میں شامل ہونے اور ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کے تعلقات قائم رکھنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تعمیر کر رکھی ہے اور کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اسی لاہور میں عیدین کی نماز تم مسلمانوں سے الگ ہو کر ادا کرتے ہو۔ تم کہو گے کہ اہل حدیث بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ اگر وہ کرتے ہیں، تو وہ بھی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ تمہارے عقائد جو تم ظاہر کرتے ہو، آیا تمہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ تمہیں دین اسلام کے جید علماء کے سامنے اپنے عقائد پیش کر کے حاصل کرنا چاہیے اور سب سے پہلے تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اس کے اقوال و اعمال کی بناء پر فتویٰ حاصل کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو مسلمان تمہارے متعلق یہی سمجھنے پر مجبور ہیں کہ تم بھی ذرا مختلف رنگ میں تخریب دین اسلام کا وہی وظیفہ بجا لا رہے ہو جس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایمان اغیار کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور امت مسلمہ میں ایک ایسے فتنہ کی بنیاد رکھ دی جس کی جان کو ہم آج تک رو رہے ہیں اور نہ معلوم کب تک روتے رہیں گے۔

قادیانی تحریک اور اس کا پس منظر

قادیانیت کی تحریک جو کسی قدر ترقی پا کر اسلام اور دنیائے اسلام کے لیے ایک زبردست خطرہ بن چکی ہے۔ آج کل مسلمانان عالم کے تمام چھوٹے بڑے طبقات کی توجہات کو اپنی جانب جلب کر رہی ہے۔ علمائے دین قیم نے اس مذہب کے بانی کے ملحدانہ دعاوی کو اسی روز بھانپ لیا تھا، جس روز کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کا اعلان کیا تھا۔ علمائے کرام کا کام یہی تھا کہ ایک نئے فتنے کو دین حقہ اسلام کی مسلمات کے معیار پر پرکھ کر

اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا اعلان کر دیتے اور اس فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے ارشاد و تبلیغ کے حربہ کا استعمال کرتے۔ ہندوستان کے حالات اس سے زیادہ ہمت یا اقدام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حکومت کا اقتدار سات سمندر پار سے چل کر آنے والی غیر مسلم قوم کے ہاتھ میں تھا۔ حکومت اسلامی کے زوال کے باعث احتساب شرعی کا کوئی محکمہ موجود نہ تھا، جو الحاد و ارتداد کے اس فتنہ کو سیاستاً دبا سکتا۔ لہٰذا علمائے اسلام کی مساعی کے باوجود مرزائیت کے ''دجل'' کی یہ دکان چل نکلی اور لوگ جو اس کے منافی اسلام تعلیم کو دیکھتے اور جانتے تھے حیران ہو ہو کر کہنے لگے کہ آیا مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین نے محض دکانداری اور جلب منافع دنیوی کے لیے یہ نئی قسم کی ایک گدی قائم کر لی ہے، یا اس کی تہہ میں کوئی اور محرکات کام کر رہے ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے زمانہ کی الحاد پرور فضا سے فائدہ اُٹھا کر حصول دنیا کے لیے یہ ڈھونگ کھڑا کیا اور سادہ لوح اور حقیقت دینی سے نا آگاہ اشخاص کو اپنے دام فریب میں پھنسا کر ایک گروہ پیدا کر لیا۔ جس کا داخلی نظم کس قدر باقاعدہ بنا لیا گیا۔ مرزا غلام احمد جو طرح طرح کے ملحدانہ دعاوی کرنے سے پہلے اپنے وقت کے عام مولویوں کی طرح ایک مولوی تھا۔ وعظ کہنے اور عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرے کرنے کے باعث خاص شہرت حاصل کر چکا تھا اور کچھ لوگ اس کی ان کوششوں کو استحسان کی نظروں سے دیکھتے اور اس کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔ جب تک مرزا صحیح خطوط پر کام کرتا رہا اس وقت کے عالمان دین نے اس کا ساتھ دیا۔ اس کے کام کو سراہا اور اس کی مساعی کی تعریف کی۔ لیکن جونہی اس نے نیا بھیس بدل کر تخریب دین پر کمر ہمت باندھ لی۔ علماء اسلام نے اپنے فرض کو پہچانا اور اس سے الگ ہو گئے۔ لیکن اس دور کے علماء و مبصرین مرزائے قادیانی کے اس عصیان کو محض اس کی ذاتی

حرص وہوا کا نتیجہ سمجھتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ مقصد محض منافع دنیوی کے حصول کے لیے ایک گدی کا قائم کرنا اور بیوقوفوں کی ایک جماعت حاصل کرنا ہے۔ اس سے زیادہ اس تحریک کی تہہ میں اور کوئی محرکات کام نہیں کررہے۔

علمائے اسلام نے قادیان کی گدی قائم ہونے اور قادیانی جماعت کے ظہور پذیر ہونے کو اس دور کے لوگوں کی علم دین سے بے خبری پر محمول کیا، جو انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کے باعث مسلمانان ہند میں عام ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس تحریک کی حقیقی اہمیت عوام وخواص کی نظروں سے ایک طویل عرصہ اوجھل رہی تا آنکہ یہ فتنہ اور اس فتنہ کے پس پردہ کام کرنے والی محرکات اپنی حقیقی شکل میں سامنے آنے لگیں اور ہر جگہ کے مسلمان محسوس کرنے لگے کہ جس پودے کو آج سے پچاس سال پہلے ''قادیان'' ایسے گمنام گاؤں میں لگایا گیا تھا۔ اس کے برگ وبار کا نشو ونما مسلمانان عالم کے دین ودنیا کے لیے کیا معنی رکھتا تھا اور اس پودے کی کاشت، آبیاری اور نگہداشت کن مقاصد کے پیش نظر کی جارہی تھی۔ نیز اس کی ترقی، اس کے زیر سایہ آنے والوں کے داخلی نظم اور ان کے حد سے بڑھتے ہوئے حوصلوں اور ان کے امراء وقائدین کی بے سروپا تعلیوں کے حقیقی اسباب وعلل کیا تھے؟ ان امور کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کا نقاب الٹ کر ایک نظر دیکھنا ضروری ہے، جو اس تحریک کے لیے بمنزلہ اساس کے ہے۔ اس پس منظر کی حقیقت سمجھے بغیر کوئی صاحب ہوش وخرد انسان اس استعجاب کا شکار نہ رہے گا کہ مرزائی مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے اس قدر دشمن کیوں ہیں اور یہ دیکھنے کے باوجود کہ مرزاغلام احمد کے اقوال نفی اسلام ہونے کے علاوہ نہایت مضحکہ خیز اور عقل انسانی کی بیّن توہین ہیں، وہ کیوں اسی کا دم بھرتے ہیں اور اس سلسلہ میں شامل رہنے پر مصر ہیں۔ اس مذہب کو ہندوستان میں جو تھوڑا بہت فروغ حاصل

ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اور مرزائیت کی تبلیغ کے بہانہ سے خارجہ ممالک میں جو مشن بھیجے جارہے ہیں ان کی حقیقی غرض وغایت کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ میں کچھ فریب خوردہ لوگ بھی شامل ہیں۔ لیکن پڑھے لکھے آدمیوں کی اکثریت کے اس تحریک میں شامل ہونے کے وجوہ یکسر دوسرے ہیں، جو ان اسباب وعلل کو جان لینے کے بعد پوری طرح منکشف ہوجاتے ہیں۔ جو خفیہ طور پر اس فتنہ کو کھڑا کرنے کا موجب بنے۔

قادیانی فتنہ کی حقیقت واہمیت معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان حالات وکوائف پر ایک نگاہ ڈالنا ضروری ہے جو انیسویں صدی مسیحی اور اس کے نصف آخر میں تمام ممالک اسلامی کو اور مسلمانان ہند کو عام طور پر پیش آتے رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں یورپ کی استعمار جو قوموں نے ایشیا اور افریقہ کی ان سرزمینوں پر جن میں مسلمان آباد تھے۔ ہلا بول رکھا تھا اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے ان مسیحی اقوام کے زیر نگین ہوتے چلے جارہے تھے، مسلمانوں کی دوازدہ صد سالہ تاریخ میں پہلا موقع تھا، جب عیسائیت نے ان پر دنیوی اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے پہلے عیسائیوں اور مسلمانوں میں جس قدر جنگیں ہوتی رہی، ان میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور یورپ کی مسیحی دول کئی دفعہ صلیبی جنگیں کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھ چکی تھیں۔ اس صدی کے تصادم اور اس میں عیسائیوں کا پلّہ بھاری رہنے کے باعث یورپ کی مسیحی دول کے مدبروں کے ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں آزاد اسلامی ممالک یا مفتوح مسلمان قوموں کے مقابلہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے پیش آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کی مذہبیت ان کے مقاصد کی راہ میں حائل ہورہی ہے۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان کے اقدام کے لیے زبردست خطرہ ہے اور مسیحیت کا مذہبی پیغام

جو افریقہ کی غیر مسلم اقوام کو نہایت آسانی سے مغربی استعمار کا مطیع و منقاد بنانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان کا وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون اور فرانس و روس کے بعض مدبروں اور پادریوں نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ جب تک قرآن حکیم موجود ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے مذہبی اور دنیوی اقتدار کو خطرہ لاحق رہے گا۔ یورپ والے دیکھتے تھے کہ اسلامی ممالک میں جہاں جہاں وہ اپنے استعمار کا پرچم لے کر پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کا مذہبی جذبہ ان کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتا ہے۔ اگر افغانستان محمد اکبر خاں اور ہندوستان مغل مرزا اور بہادر شاہ ظفر ایسے مجاہد پیدا کرتا ہے، تو سوڈان اور سمالی لینڈ میں محمد المہدی اور ملاّئے کبیر ایسے قائدین پیدا ہو کر ان کی استعماری اسکیموں پر ضرب کاری لگاتے ہیں اور تیونس، الجزائر، مراکش، مصر، طرابلس، غرض ہر جگہ انہیں ایک ہی قسم کے خیالات اور ایک ہی نوع کے جذبات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ان حالات میں انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے مذہبیت کا اثر زائل کرنے اور ان کے درمیان طرح طرح کے دینی فتنے کھڑے کرنے اور ترقی دینے کی تجاویز سوچنی شروع کر دیں۔ جس کا ایک نمایاں اثر ہم اس دنیوی طریق تعلیم میں دیکھ رہے ہیں، جو ہر جگہ مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ بنا رہا ہے اور اس قسم کی کوششوں کا دوسرا نتیجہ مختلف قسم کی ملحدانہ تحریکات کی شکل میں رونما ہوا، جو تخریب دینی کے لیے معرض ظہور میں لائی گئیں۔ ایسی ہی تحریکات میں سے ایک تو ''جہائیت اور بابیت'' کی وہ تحریک ہے جس نے روسی ڈپلومیسی سے ہر قسم کا فیض حاصل کر کے ایران کی وحدت ملی کو خراب کرنا شروع کر دیا تھا اور دوسری تحریک یہی فتنہ قادیان کی ہے جس کے مقاصد کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا۔

''مرزائیت'' کی تولید کی حقیقت سے شناسا ہونے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہد زار کے روسی استعمار نے ایران میں نفاق کا بیج بونے کے لیے محمد علی باب کو پیدا کیا۔ جس نے ایران میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دی اور روسی خزانہ کی امداد کے بل پر اپنے پیروؤں کی ایک قومی جماعت کھڑی کر لی۔ جس نے ایران میں بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ایرانی مسلمان اس فتنہ کا سر بزور شمشیر کچلنے میں کامیاب ہوگئے اور اس تحریک کے سرغنے بھاگ کر دولت عثمانیہ کے ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔

مملکت عثمانیہ کی فضا نبوت ومہدویت اور الوہیت کے دعوے داروں کے لیے سازگار نہ تھی۔ لہٰذا وہاں کچھ عرصہ نظر بند رہنے کے بعد انہوں نے ''مالٹا'' اور ''قبرص'' کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یورپ وامریکہ کے مختلف بلاد وامصار کا چکر لگاتے رہے۔ ''بہائی مذہب'' کے عقائد ومسلمات اور ''بہائی تحریک'' کے نشو وارتقا کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ مرزائیت نے اسی تحریک سے ہندوستان میں نیا فتنہ برپا کرنے کا خیال حاصل کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اکثر دعاوی اور اس کا طریق استدلال تمام تر ''بابیوں'' اور ''بہائیوں'' کے دعاوی اور ان کے طریق استدلال کا چربہ تھا۔ اگر ''بہائی'' اور ''بابی تحریک'' کا مقصد روس کے استعماری مقاصد کے لیے ایران کی قومی اور ملی وحدت کو برباد کرنا تھا تو قادیانی تحریک کا مقصد ہندوستان میں برطانیہ کے استعماری مقاصد کے قیام ودوام کے لیے راستہ صاف کرنا ہے۔ ایران کے مسلمانوں نے اس خطرۂ عظیم کو جلد محسوس کر لیا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان جو محکوم ہو چکے تھے قادیانیت کے خطرہ کے سیاسی پہلو سے غافل رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس فتنہ کی سیاسی حیثیت کے متعلق کچھ کہنے سے معذور بھی تھے اور انیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں ۱۸۵۷ء کے ناکام جہاد آزادی کے

باعث وہ اس قدر دبا دیئے گئے تھے کہ حکمرانوں کے خوف کے باعث کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ سوڈان، سمالی لینڈ، افغانستان اور ہندوستان کے تجارب نے برطانیہ کے استعماری خواہ مدبروں کے دلوں میں یہ اندیشے پیدا کردیئے تھے کہ مسلمان اپنے صحیح عقائد پر قائم رہے تو کسی نہ کسی وقت اس استعمار کے لیے زبردست خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان کے سامنے بابی اور بہائی تحریک کا تجربہ بھی تھا جو روس کی استعماری ریشہ دوانیوں نے ایران میں کیا تھا۔ وہ اس تاک میں تھے کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہندوستان میں شروع کرائی جائے۔ اس مقصد کے لیے برطانی استعمار کے ایجنٹوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کار برآری کے لیے منتخب کیا۔ جس نے ان ایجنٹوں کا اشارہ پا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ اس امر کا ثبوت کہ مرزائے قادیانی برطانیہ کی استعماری خواہشات کا ایجنٹ تھا۔ خود اس کی تحریرات سے پیش کیا جائے گا۔

مرزائیت کی تعلیم

سیاسی حیثیت سے برطانی استعمار کو مسلمانوں کے جذبہ جہاد میں ایک خوفناک سد سکندری اپنے مقاصد کی راہ میں حائل نظر آتی تھی ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس جذبہ کو دبانے کے لیے قدغن کر رکھی تھی کہ کوئی شخص انگریزوں کو نصاریٰ کی اسلامی اصطلاح سے یاد نہ کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبیل کے دین فروش اور دنیا پرست مولویوں سے مذہبی حیثیت میں بادشاہ وقت کی اطاعت فرض قرار دینے کے لیے پروپیگنڈا کرایا گیا اور ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ کی نئی نئی تفسیریں سامنے آنے لگیں۔ وہابیوں کو جن میں مذہبی تقشف زیادہ نمایاں تھا، باغی کا مرادف سمجھا گیا۔ جس زمانہ میں مرزائے قادیانی اپنے عجیب وغریب دعاوی کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آیا۔

اس وقت تک ہندوستان کے ایسے مسلمان امرا اور علما جنہیں اسلامی حکومت کی بربادی کا احساس تھا ناپید ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے حادثہ کے بعد جس میں مسلمانوں کو خوفناک تباہی کا سامنا ہوا۔ کامل ایک پشت ایسے دور میں سے گزری جو دینی اور دنیوی تعلیم سے یکسر بیگانہ تھا۔ گویا نئے خیالات اور نئے اثرات کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو چکی تھی۔ ان حالات کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ جس کے پیش نظر مسلمانوں کے عقائد کی دنیا میں حسب ذیل انتشار پیدا کرنا تھا۔ مرزائیت کی تعلیم کی نمایاں خصوصیات جیسا کہ میں اس سلسلہ مضامین تشریح کر چکا ہوں حسب ذیل ہیں۔

''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین کی تکمیل اور نعمت خداوندی کے اتمام کا عقیدہ صحیح نہیں اور نبوت ورسالت کے دروازے تا قیام قیامت کھلے ہیں، یعنی ایسے پیغمبر مبعوث ہوسکتے ہیں جو نوع انسانی کو دینی حیثیت سے نئے نئے پیغامات سنائیں گے۔ ایسے ہی پیغمبروں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ حج کے لیے مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا اجتماع ضروری نہیں۔ یہ ثواب قادیان کی ارض حرم میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں جا کر حاصل ہوسکتا ہے۔ اس نئے پیغمبر نے کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دین و دنیا کی حفاظت و مدافعت کے لیے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار دے دیا ہے (اگرچہ غیر مسلم ابھی تک اسلام کے مقابلہ میں تلوار استعمال کررہے ہیں) مسلمانوں کی امیدیں جو وہ مہدی آخر الزمان کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے سلسلہ میں لگائے بیٹھے ہیں بے بنیاد ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے تھے اور مہدی آخر الزمان کے متعلق آنے والی پیشین گوئیوں کی حقیقت امت مسلمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خروج سے پہلے نہیں سمجھی۔ انگریز حکمرانوں

کی غیر مشروط اطاعت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی و خدمت نئے دور کے مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔ ازبس کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس نئے پیغمبر کی نبوت پر ایمان نہ لانے کے باعث بارگاہ الٰہی میں مقہور و مغضوب ہو چکے ہیں لہٰذا کسی قسم کی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ ترکی مٹتا ہے تو مٹ جائے، ایران فنا ہوتا ہے تو ہو جائے، عرب پر اغیار قبضہ جما رہے ہیں تو جمالیں اور ان ممالک میں بسنے والی مسلمان قومیں غلام بنتی ہیں تو بنتی چلی جائیں، اس نئے اسلام اور اس کے پیروؤں کو ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں''۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تعلیم دینے والے مذہب کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان تمام عقائد کو اور ان کے دماغوں سے ان تمام خیالات کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جو انہیں کسی نہ کسی موقع پر برطانیہ کی استعماری کوششوں سے متصادم کرنے کے امکانات کے حامل تھے۔ جہاد، مہدی آخر الزمان کے ظہور کا انتظار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی امید غرض ہر وہ شے جو مسلمان کے دل میں اس مغربی استعمار سے استخلاص کی امید پیدا کر رہی تھی۔ محو کرنے کی کوشش کی گئی اور اخوت اسلامی کے اس جذبہ کو جو مراکشی مسلمان کو چینی مسلمان کی تکلیف کا ساجھی بنانے والا ہے۔ دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان تمام امور کا اعتراف مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریرات میں موجود ہے۔ جنہیں پڑھنے کے بعد کسی شخص کو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں رہ سکتی کہ قادیان کا یہ متنبی حکومت برطانیہ کا سرکاری نبی تھا اور جو کچھ اس نے کیا وہ دین کی خاطر نہیں کیا، اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نہیں بلکہ اس سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا۔ جس کے زیر سایہ اسے اتنا بڑا فتنہ پھیلانے کا موقع مل گیا تھا۔ حکومت برطانیہ کے کارندے جو مہدی سوڈانی کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے اور اسے اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں

کہ اس کی ہڈیاں تک قبر سے نکال لیتے ہیں لیکن اس قادیانی مہدی کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سوڈان کا مہدی مسلمانوں کے ان عقائد کی ایک جیتی جاگتی مخلوق تھا، جو آخری زمانہ کے فتن کے متعلق ان میں موجود ہیں اور قادیان کا مہدی اس سرکار کی اس خواہش کی پیداوار تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے مہدی آخر الزمان کے ظہور کی امیدیں محو ہو جائیں تاکہ ان کے لیے برطانیہ کے دنیوی استعمار پر انحصار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہ جائے۔

قادیانیت کا سیاسی پہلو

یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ قادیانی مذہب کی کوئی کل دین حقہ اسلام کے مسلمہ معیار پر پوری نہیں اترتی اور اس امت کے بانی کی پٹاری میں بے سروپا تاویلوں اور عقل انسانی کی تذلیل کرنے والی دلیلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ نئے عقائد جن پر مرزائے قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ متذکرہ ذیل شقوں کے ماتحت بیان کیے جاسکتے ہیں۔

۱...... نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ یعنی محمد عربی ﷺ کی ارادت وعقیدت کا دامن اس مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی ضرورت نہیں جو مسلمانوں میں تیرہ سو سال سے چلی آرہی ہے اور ان کے ایمان کی صحت کی شرط اولیں ہے۔

۲...... جہاد بالسیف منسوخ کر دیا گیا۔ یعنی مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں اپنے دینی اور دنیوی شئون کی حفاظت کے لیے جہاد نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ نئے متنبی یعنی مرزا غلام احمد کے جہادِ لسانی پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ جس کی امت محض مناظروں اور لفظی مجادلوں کے بل پر ساری دنیا کو فتح کرلے گی۔

۳......حج کے لیے کعبۃ اللہ تک جانے کی ضرورت نہیں یہ ثواب قادیان جا کر بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مکہ اور مدینہ کی برکات اب اس نئی ارض پر نازل ہونے لگی ہیں۔

۴......ایسا مہدی آخر الزمان جس کے متعلق مسلمانوں کے اندر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ اس وقت اسلامی لشکروں کے قیادت کرے گا جب کفار نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کر رکھی ہوگی، پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ احادیث میں جس مہدی کے آنے کا تذکرہ موجود تھا وہ قادیان میں آچکا اور اس نے جہاد کرنے کے بجائے اسے منسوخ قرار دے دیا۔

۵......حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دجال کو قتل اور اس کے فتنہ کا استیصال فرمائیں گے فوت ہو چکے۔ لہٰذا وہ بھی نہیں آسکتے۔ اس ابن مریم کی جگہ قادیان کا ''ابن چراغ بی بی'' آگیا اور اس نے دجال کو اس کی اطاعت اپنے پیروؤں پر فرض قرار دے کر ''قتل'' بھی کر دیا۔

۶......دولت بہیۂ برطانیہ کی اطاعت، فرمانبرداری، خیر خواہی اور خدمت ہر حال میں اس نئے مذہب کے پجاریوں کا مذہبی فرض ہے۔

ان ''ارکانِ ستہ'' پر مرزائیت کے قصر کا سارا ڈھانچ قائم ہے اور اس پس منظر کو ایک ایک آنکھ دیکھ لینے کے بعد جس کا تذکرہ میں اقساط ماسبق میں کر آیا ہوں۔ معمولی سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جان سکتا ہے کہ اس نئے مذہب کی تخلیق کے سارے ڈھونگ کا مقصد کیا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مدبروں کو اس دور میں اپنے مقاصد کے لئے آلۂ کار بننے والے اشخاص کی ہی ضرورت تھی، یہ ضرورت مرزائے موصوف نے بطریق احسن پوری کر دی، یہ اور بات ہے کہ حکومت کی مخفی و علنی توجہات کے باوجود مسلمانانِ ہند کا

ایک نہایت ہی نا قابل ذکر طبقہ مرزائے قادیانی کے اس دام فریب کا شکار ہو سکا اور جن مقاصد کے لیے یہ تحریک شروع کرائی گئی تھی، وہ دوسرے طریقوں سے حاصل ہو گئے۔ کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں سے دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی چھین لی جائے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے دین کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یکسر معاند و مخالف فضا کے باوجود اسے محفوظ رکھا۔ اب ذرا قادیانی سیاست نہیں بلکہ برطانی سیاست کے اس قادیانی کارنامہ کی کسی قدر تفصیل خود مرزائے قادیانی کی زبانی سن لیجئے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ قادیانیت دراصل کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک سیاسی فتنہ ہے، جو اغیار نے مسلمانوں کو صحیح اسلام سے دور تر لے جانے اور اسلام کو برباد کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔ مرزائے قادیانی نے ایک جگہ اپنی شان نزول اور اپنے مشن کے مقاصد یوں بیان کیے ہیں۔ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (''تریاق القلوب'' مصنفہ مرزا، صفحہ ۱۵)

اس نثر کے ساتھ نظم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے"

(درثمین)

گویا اس متنبی نے بیک جنبش قلم محمد المہدی سوڈانی، شیخ سنوسی اور اس دور کے سیکڑوں دوسرے مجاہدین اسلام کو "خدا کا دشمن اور نبی کا منکر" اس لیے بنادیا کہ ان کی مساعی مغربی استعمار کے پھیلنے کی راہ میں حائل ہوئیں۔

قادیانی جماعت کن مقاصد کے لیے تیار کی جارہی تھی۔ اس کے متعلق مرزائے قادیانی کے ایک اشتہار کی عبارت کتاب "الہامی قاتل" سے نقل کی جاتی ہے۔

"میرا باپ اور بھائی غدر ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کرتا رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہوں کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کے لیے ایسی جماعت تیار کررہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی"۔ (الہامی قاتل، نمبر ۱، جلد ۱۸، صفحہ ۵)

غرض مرزائے قادیانی اپنی کتب میں جا بجا گورنمنٹ کے احسانات کا تذکرہ کرتا

اوراس گورنمنٹ پر اپنا یہ احسان جتاتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے عقیدہ جہاد کی تردید پر اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور ایک درخواست میں جو مرزائے قادیانی نے اپنے وقت کے لفٹنٹ گورنر کو لکھی۔ اس امر کا صاف طور پر اعتراف بھی کرلیا کہ وہ اور اس کا خاندان اور اس کی جماعت یعنی اس کے سلسلہ کا سارا تاروپود گورنمنٹ کا خودکاشتہ پودا ہے، لکھا ہے۔

''التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کرچکی ہے۔ اس خودکاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے''۔

(تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۲۰)

اپنی جماعت کے قیام کا مقصد ایک اور مقام پر بدیں الفاظ ظاہر کیا گیا ہے۔

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۱۷)

''اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ

پرچہ ''شرائط بیعت'' جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے''۔ (ضمیمہ کتاب البریہ، صفحہ۹)

ان خدمات کے علاوہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسئلہ جہاد کی مخالفت اور اسلامی عقائد کی تخریب کے سلسلہ میں سرکار کے لیے انجام دیں۔ ایک اور نمایاں خدمت کا اظہار مرزائے موصوف نے بالفاظ ذیل کیا ہے۔

''قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں ''برٹش انڈیا'' کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان یہ ہیں''۔ (تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد پنجم، ص ۱۱)

ان کھلے ہوئے اعلانات واعترافات کے بعد کون شخص ہے جو مرزائے قادیانی کو ایک سچا مبلغ دین یا مصلح قوم خیال کر سکتا ہے اور اس کے ایک نہایت ہی خطرناک سرکاری ایجنٹ ہونے میں شبہ کر سکتا ہے۔ جو اقتباسات میں نے مرزائے قادیانی کی تحریرات سے اوپر درج کیے ہیں، وہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اس کی کتابیں اس قسم کے اظہارات سے بھری پڑی ہیں۔ لہٰذا ان مسائل کو جو مرزائے قادیانی نے مسلمانوں کے عقائد کی تخریب کے لیے محض اس نیت سے وضع کیے کہ حکومت کی اس وقت کی پالیسی کو کامیاب کرے، دینی مسائل قرار دینا اور ان کی صحت وعدم صحت کی بحث میں پڑنا لا حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد کی حیثیت گورنمنٹ کے ایک فریب کار ایجنٹ سے زیادہ تحقیق نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا جو لوگ مذہبی حیثیت سے اس کے دام فریب کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنی اپنی عاقبت کی فکر کر لینی

چاہیے اور ان لوگوں کو جو خوشنودی سرکار کی خاطر عمداً اس گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ وہ ہر طرح سے اتمام حجت ہونے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عقبیٰ کو دنیا کے لیے فروخت کر چکے ہیں اور مذہب کی ضرورت سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ **﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ﴾** ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔ پس انکی تجارت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا، نہ انہیں ہدایت ملی''۔

خاتمہ کلام

قادیانیت کے دعاوی ومسلمات کو دین حقہ اسلام کے اصول ومبانی کے بالمقابل رکھ کر پرکھا جائے تو معمولی سے معمولی فراست رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت نفس الامری کو جان لیتا ہے کہ قادیانیت نہ صرف ایک ''نفی اسلام'' تحریک کا نام ہے بلکہ یہ ڈھونگ ''تخریب الاسلام والمسلمین'' کے لیے خاص مقاصد کے ماتحت رچایا گیا ہے۔ اسی امر کے پیش نظر راقم الحروف نے امت مرزائیہ کے افراد کو مخاطب کر کے یہ صلائے عام دی تھی کہ ان میں کے بہت سے اشخاص اس دجالی فتنہ کے فریب وزور کا شکار ہیں۔ لہٰذا اگر وہ دین حقہ اسلام کے کھلے ہوئے حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اپنے اشکالات پیش کریں۔ جن کے بارہ میں ان حضرات کی قلبی تسلی اور روحانی تسکین کا بعون ایزد متعال انتظام کر دیا جائے گا۔ اس صلائے عام کے جواب میں متعدد مرزائیوں کی طرف سے استفسارات موصول ہوئے۔ جن کا جواب دینے کے لیے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا گیا۔ الحمدللہ وبمنتہ کہ مرزائیوں کے تمام موصول شدہ سوالات کا جواب قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ سے دیا جا چکا۔ جس کے دوران ان منطقی پیچیدگیوں کا تجزیہ کر کے حق کو باطل

سے ممیز کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی۔ راقم الحروف کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی۔ اس کا اندازہ ان مرزائی اور غیر مرزائی اصحاب کے دل کر رہے ہوں گے۔ جنہوں نے اس سلسلہ مضامین کی اقساط کو بالالتزام وبالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ ''اسلام'' کھلی ہوئی حقیقتوں کا نام ہے۔ اس کے تمام دعاوی بینات یعنی واضح حقائق ہیں۔ جن کی شناخت کے لیے دوراز کار تاویلوں اور فلسفیانہ بحثوں میں الجھنے کی مطلقاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مرزائیت جس دین کو پیش کرنے کی مدعی ہے۔ اس کا سارا تار و پود بے سروپا تاویلات کی الجھنوں پر مشتمل ہے، جو انسان کے دماغ کو طرح طرح بھول بھلیوں میں پھنسا دیتی ہے۔ میں جس طرح روز روشن کے آفتاب کی موجودگی کا یقین رکھتا ہوں اسی طرح اس امر واقعہ سے بھی آگاہ ہوں کہ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اکثر اکابر اپنے سلسلہ کے دجالی ڈھونگ ہونے کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ازبس کہ اس تحریک کا مقصد ہی مسلمانوں کے عقائد کی تخریب ہے۔ لہٰذا اس کے رہنما ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ تاویلات کتمان حق اور طرح طرح کے اشتباہات کے بل پر دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کے لیے طرح طرح کے مسائل گھڑتے رہیں اور اس طریق سے ایسے لوگوں کو جو مسلمات دینی سے پوری طرح آگاہ نہیں گمراہ کر کے اپنے دام فریب کا شکار بناتے رہیں۔ کسی نے مرزائی قادیانی ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را   عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

راقم الحروف نے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط نے قادیانی کیمپ میں کھلبلی ڈالنی شروع کر دی، تو ''الفضل'' قادیان نے جس کا صحیح نام ''الدجل'' ہے یہ لکھا کہ کسی مرزائی نے مجھ سے یہ استفسارات نہیں کیے بلکہ میں نے اپنی طرف سے یہ

سوالات گھڑ کر ان کا جواب لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مجھے ''الدجل'' کے اس الزام کا جواب دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور دجالی مسیحیت کا یہ نمائندہ تثلیثی مسیحیت کا چولہ پہن کر خود بھی مستفسرین کی صف میں آ بیٹھا۔ ابتدائی اقساط کے اشاعت پذیر ہو جانے کے بعد غالباً مرزائیوں ہی کے اصرار ومطالبہ پر ''الدجل'' نے جواب لکھنا شروع کیا، لیکن وہی مدعی کاذب جو میرے سلسلہ مضامین میں جبری تعویق ہو جانے کو میرے دماغ اور اعضاء وجوارح کے مشل ہو جانے پر محمول کر رہا تھا۔ خود لاجواب ہو کر بیٹھ گیا۔ اسلام کے اس البرز شکن گرز کے پیہم ضرب رسانی نے قادیانیوں کو اتنا بدحال کر دیا کہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں اٹھنے کی متعدد کوششیں کیں۔ لیکن ہر کوشش میں ناکام ونامراد گر کر رہ گئے، جو مضامین اس سلسلے مضامین کی بعض اقساط کے جواب میں ''الدجل'' یا دوسرے قادیانیوں نے لکھے۔ وہ اپنی بے سروپا تاویلات کے باعث اپنی تغلیط آپ کر رہے تھے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ میرے اس استدلال کے جواب میں جو میں نے آیۃ: ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء، رکوع۲۲) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بیان کیا تھا۔ ''الفضل'' نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی جگہ ''قبل موتهم'' پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ ''ابن جریر'' کی روایت کے مطابق اس آیت کی قرأت ''هم'' کے ساتھ بھی آئی ہے۔ گویا قادیانی دعاوی کی خاطر قرآن پاک کے الفاظ میں بھی تحریف کر لی جائے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ذات باری تعالیٰ پر ہے۔ نیز یہ کہ اگر قرأت صحیح برقرار رکھی جائے تو ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے معنی ''قبل موتهم'' کرنے چاہئیں کیونکہ صحیح معانی سے قادیانیت کے ڈھونگ کا سارا قصر دھڑام سے زمین پر آ رہتا ہے۔

اس قسم کی بے سروپا تاویلیں اور موشگافیاں جو ایک خاص مقصد کے پیش نظر کی جارہی ہیں، جاری رہیں گی۔ لیکن راقم الحروف نے قادیانیوں پر جس اتمام حجت کے لیے قلم اُٹھایا تھا، وہ ہو چکا یہ اتمام حجت ہندوستان کے بہت سے علمائے کرام جو راقم الحروف کی بہ نسبت علم دین پر زیادہ نظر رکھتے ہیں بارہا کر چکے ہیں۔ لیکن حق بات کو صرف وہی طبائع قبول کر سکتے ہیں جو حق کے جویا ہوں، جو لوگ جان بوجھ کر طاغوت کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اور جن کی زندگیوں کا مقصد ہی دین اسلام کی تخریب ہے ان کے متعلق ہدایت کی راہ پر آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ سلسلہ مضامین مرزائیوں کے ان افراد کے لیے سپرد قلم کیا گیا تھا جو فریب خوردہ ہیں اور فریب دہندہ نہیں اور پروردگار عالم کا لاکھ شکر ہے کہ بہت سے فریب خوردہ مرزائیوں کی آنکھیں اس سلسلہ مضامین کے مطالعہ سے کھل گئیں اور متعدد اشخاص ان توضیحات کی بدولت جو راقم الحروف نے کیں، راہ راست پر آگئے۔ ایسے لوگوں کے لیے جن کے قلوب میں ابھی کسی قسم کے شکوک وشبہات باقی ہوں۔ میری خدمات بدستور حاضر ہیں اور جس نکتہ یا اشکال کے متعلق وہ توضیح کے طالب ہوں۔ اس میں ان کی تشفی وتسکین کا سامان مہیا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جو جان بوجھ کر اس ضلالت پر قائم ہیں۔ اللہ کی بطش شدید کے سوا میرے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ جس کا شکار ہو کر رہیں گے۔

تشکر واعتراف

مجھے اپنی کوتاہیوں اور ہیچ مرزائیوں کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں اس موقع پر ابو الحسنات، مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں، مولانا عبدالحنان صاحب خطیب مسجد آسٹریلیا، مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد دروازہ شیرانوالہ کی توجہات کریمانہ

کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے بعض مسائل کی توضیح اور بعض حوالوں کی فراہمی میں اس ہیچ میرز کی امداد فرمانے سے دریغ سے کام نہیں لیا۔ اس امر کا اعتراف و اعلان کردینا بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ مضامین کا یہ تاریخی عنوان یعنی ''قادیانیت کے کاسہ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری'' میرے اپنے تصرفات کا نتیجہ نہیں، بلکہ مولانا ظفر علی خاں صاحب امتیاز ''زمیندار'' کا قائم کردہ ہے جو انہوں نے میرے ایک مضمون پر جو میں نے صوفیائے کرام کے شطحیات اور مرزائے قادیانی کی خرافات کے موضوع پر ''زمیندار'' کے لیے لکھا تھا۔ اظہار پسندیدگی کے طور پر جمایا تھا۔

صوفیائے عظام کی شطحیات اور مرزائے قادیانی کی اقوال

فرقۂ ضالہ مرزائیہ کی طرف سے عموماً اور اس کی شاخ لاہور کی طرف سے خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی ان شطحیات کے متعلق جن میں مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے کو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام پر فضیلت دے کر مختلف قسم کی شیخیاں بگھاری ہیں اور جو ان کی منثور و منظوم تصنیفات میں جابجا پائی جاتی ہیں، جواز کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اس قسم کی باتیں اکثر ذی مرتبت صوفیائے کرام کے ساتھ بھی منسوب ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ایسے بیہودہ اقوال کو سن کر مرزا صاحب پر زندیق وضال ہونے کا فتویٰ صادر کردیتے ہیں اور ان صوفیائے کرام کو ہمیشہ عزت و احترام کے جذبات سے یاد کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں مدیر بہرہ فکاہات چراغ حسن حسرت اور مرزائیوں کی شاخ لاہور کے اخبار ''پیغام صلح'' کے مابین بر سبیل تذکرہ یہی بحث چھڑ گئی تھی اور چراغ حسن صاحب نے لکھا تھا کہ ان اقوال میں جو صوفیائے کرام کی طرف منسوب کئے جارہے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یاوہ گوئی میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مقتدر صوفیائے کرام کی طرف جو

باتیں منسوب کی جارہی ہیں وہ شاذ، غیر معتبر اور غیر مصدقہ ہیں۔ نیز ان کے متعلق خود ذی بصیرت و ذی علم صوفیائے کرام کی یہ رائے ہے کہ اگر بفرض محال ان اقوال کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اقوال ان صوفیا کی زبانوں سے عرفان الٰہی کی جستجو کی راہ میں سیر سلوک کی بعض پست منازل پر غلبہ جذب وسکر کے عالم میں سرزد ہوئے یا شیطان کے تصرف نے عالم بیخودی میں ان سے وہ الفاظ کہلائے جن پر سکر سے صحو میں آنے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی جو صوفیا اسی حال میں گرفتار رہے اور کفر طریقت کی حالت میں مر گئے۔ ان کا معاملہ بروز محشر خدا ﷻ کے ساتھ ہے۔ ان حضرات نے کبھی اس امر پر اصرار نہیں کیا، کہ عامۃ المسلمین سے اپنی الوہیت یا ربوبیت، نبوت یا مجددیت و مسیحیت تسلیم کرائیں یا اپنے ان اقوال کو مستقل دعاوی کی شکل دے کر لوگوں میں اپنی برتری اور فضیلت قائم کرنے کے لیے انہیں اپنی زندگی کا مشن قرار دے لیں۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے بقائمی ہوش وحواس خمسہ ایسے ایسے دعاوی کئے ہیں اور زندگی بھر ان کی صداقت پر اور انہیں دوسروں سے منوانے کے لیے پیہم اصرار کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود انسان کو اسلام سے بعید اور ایمان سے دور لے جانے والا ہے۔ ان میں سے چند ایک جن سے عامۃ المسلمین کا بچہ بچہ آگاہ ہو چکا ہے حسب ذیل ہیں۔

۱ ...... ''**انت منی وانا منک وانت منی بمنزلة اولادی**، یعنی تو مجھ سے اور میں تجھ سے، اور تو مجھے میری اولاد کی مانند ہے''۔

۲......

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

۳......

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

۴......

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

۵......جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا۔

۶......آسمان سے کئی تخت اترے سب سے اونچا میرا تخت بچھایا گیا۔

۷......**لولاک لما خلقت الافلاک۔**

۸......**انت اسمی الاعلی۔**

۹......پس اے ناظرین میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں۔

۱۰......ہر نبی میں جو الگ الگ کمالات تھے۔ وہ سب مجموعہ مجھ میں ہے۔

۱۱......

آنچہ داد ست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام

۱۲......میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہوبہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔ پھر میں نے ایک آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ **وغیر ذٰلک مِنَ الھفوات والخرافات والھذیانات،** جن سے مرزا کی تصانیف پٹی پڑی ہیں۔

مرزائے قادیانی کی اس یاوہ گوئی کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے جو اقوال پیش کئے جارہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو منصور حلاج کا نعرہ ''**انا الحق**'' ہے دوسرے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا قول ہے ''**لیس فی جبتی سوی اللہ**'' حضرت بایزید بسطامی

علیہ الرحمۃ کا قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کیا ہوا فقرہ ''لوائی رفع من لوائی محمد'' اور اسی قسم کے دوسرے اقوال ہیں۔ جن کے متعلق صوفیائے کبیر و عارفین حقیقت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس قسم کے اقوال ان حضرات سے جذب کے عالم میں سرزد ہوئے۔ سیر سلوک کی راہ کے مخاطر و مہالک سے باخبر بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا صوفیائے کرام کی ایسی عبارات پر تبصرے کئے ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

مکتوب ۴۳ دفتر اول: اگر کوئی یہ کہے کہ متقدین مشائخ میں سے بعض کی عبارتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں جن سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتدا میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اسی قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخرکار ان کو اسی مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔

مکتوب ۲۰۲ دفتر اول: دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل۔

مکتوب ۸۰ دفتر دوم: آپ نے ''تمہید عین القضات'' کی عبارت کے معنی پوچھے تھے کہ اس میں ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک محمد (ﷺ) ہے اور جس کو تم محمد ﷺ جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم اس قسم کی عبارتیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں، مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتی ہیں۔ اس وقت دوئی اور تمیز ان کی نظر سے دور ہو جاتی ہے۔

مکتوب ۹۵ دفتر دوم: آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا جس میں صوفیہ کی بعض باتوں کی نسبت استفسار

درج تھا۔

ان تمام سوالوں کے حل میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت ونقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ اسی طرح طریقت میں بھی کفر سراسر نقص اور اسلام سراسر کمال ہے۔

اگر کوئی شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اوّل تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کا کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق وملحد ہے۔

مکتوب ۴۳ دفتر سوم: قول ''انا الحق'' قول ''سبحانی'' قول ''لیس فی جبتی سوی اللہ'' وغیرہ شطحیات سب اس مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اس قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے۔ یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہوجاتا ہے اور محبوب کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس مقام کو ''مقام حیرت'' بھی کہتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کی ہفوات

اس کے بالکل برعکس مرزائے قادیانی کی ہفوات اول تو اس جذب کا پتہ نہیں دیتیں، جن سے ان کا مغلوب الاحوال ہونا اور اس قسم کے کلمات بولنا ظاہر ہو۔ کیونکہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام پر جابجا اپنی فوقیت ظاہر کی گئی ہے جو صوفیاء کی شطحیات میں نظر نہیں آتی۔ وہاں معاملہ ہی دوسرا ہے اور یہاں محض نقالی اور حد سے بڑھی ہوئی نقالی ہے۔ جو عامی سے عامی شخص کو بھی صاف نظر آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ مرزائے قادیان کے ہاں

ان زندیقانہ دعاوی پر اصرار اور انہیں اپنے مریدوں سے منوانے کی پیہم کوشش نظر آ رہی ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں موجود نہیں صوفیائے عظام کے احوال ان کی ذات تک تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مخلوق خداوندی سے اپنی ''الوہیت، نبوت'' یا ''مسیحیت'' کا اعتراف کرائیں، نہ انہوں نے ان شطحیات کے مطالب کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا ہے جو مرزا صاحب کے ہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔ لہٰذا مرزا کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات سے تطبیق دینا کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں۔

مقام سکر و مقام صحو

ممکن ہے کہ مرزائی حضرات یہ کہیں کہ مرزا کی یہ ہفوات بھی ان کے عالم سکر کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان کا یہی قول مرزا کے تمام دعاوی نبوت و مسیحیت و مجددیت کے قصر کو دھڑام سے زمین پر گرا دینے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ مرزا کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور خود اس کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ وہ فرائض نبوت کی تکمیل کے لیے مامور ہوا ہے۔ اپنے دعاوی کے لحاظ سے وہ ان مردان خدا کی صف میں آنے کا خواہاں نہیں، جو محبوب حقیقی کے ساتھ انفرادی طور پر واصل ہونے کے مقصد بلند پر اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اس سیر میں انہیں جذب و سلوک سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ سکر و بیخودی میں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ فنا و بقا کی منزلیں بھی طے کرنی پڑتی ہیں۔ جن سب کے احوال و مشاہدات جدا جدا ہیں اور بہر حال ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرزا بندگان خدا کی ہدایت و رہنمائی کا مدعی ہے۔ اور ایسے شخص کے لیے صحو از بس لازمی ہے۔ مجذوب اور سکر زدہ صوفی دوسروں کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود دریائے حیرت میں غرق ہوتا ہے اور بعض ایسے کلمات بھی اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں۔ جن پر اس کے مرفوع الحال ہونے کے باعث نہ شریعت مواخذہ

کرتی ہے اور نہ بندگان خدا کو ان سے تعرض کی ضرورت ہے۔ جو بزرگ فرائض نبوت کو انجام دیتے ہیں۔ ان کا کوئی حال ان کا کوئی کلمہ ان کی کوئی حرکت وجنبش شریعت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو بیک وقت حضرت باری تعالیٰ کا باپ اور فرزند بھی ظاہر کریں اور اپنے کو اولوالعزم انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل بھی جتائیں۔ نیز اس پر اصرار سے کام لیں۔ سکر مقام ولایت کی خصوصیت ہے اور صحو فرائض نبوت کی تکمیل و بجا آوری کے لیے لازمی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب ۹۵ دفتر اوّل میں سکر وصحو کے مقامات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ’’جاننا چاہیے کہ جو کچھ احکام سکریہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیائے علیہم السلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے‘‘۔

پس مرزائے قادیانی کے متبعین اگر اپنے پیرومرشد کے ادعائے نبوت ومسیحیت کو ظل وبروز کا مقام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں منشائے نبوت ورسالت کی تکمیل کا فرض بجالا رہے تھے تو وہ یہ کہہ کر اپنا اور اپنے مرشد کا دامن نہیں چھڑا سکتے کہ اس کی ہفوات سکر کا نتیجہ تھیں۔ کیونکہ ایسے شخص کے لیے صحو اور صحو مستمر نہایت ضروری ہے۔ اگر مرزا ان کے عقیدہ کے مطابق مجذوب تھا تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس کی ہفوات کی پیروی کر کے جن کے لیے وہ زندگی بھر تائب نہیں ہوا اور کفر شریعت وکفر طریقت کے حال میں مرا۔ اپنے ایمان کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ مرزا نہ مجذوب تھا، نہ سالک۔ اسے ان راستوں کی ہوا تک نہیں لگی۔ اس نے محض نقالی کر کے اپنے ایمان کو بھی برباد کیا اور دوسروں کے لیے بھی ضلالت وگمراہی کی راہیں کھول دیں۔ مرزا کی ہفوات کی

کیفیت اوران کی کثرت ادعا کا تحکم اوران گمراہیوں پر اصرار ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ مفتری اور کذاب تھا اور اسے شریعت غرائے اسلامیہ کے مواخذہ سے بچانے کے لیے کسی قسم کی تاویلات کام نہیں دے سکتیں۔

بندگان خدا کا مسلک

اس موقعہ پر اس مشہور داستان کی طرف اشارہ کرنا بیجا نہ ہوگا جس میں حضرت غوث علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور جگراؤں، ضلع لدھیانہ کے ایک (مست) میاں محکم الدین کی ملاقات کا حال درج کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ طالبان معرفت و حقیقت کا مسلک ایسی شطحیات کے متعلق کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

روایت کی گئی ہے کہ حضرت غوث علی شاہ صاحب میاں محکم الدین کی شہرت سن کران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کا اسم گرامی دریافت کیا۔ کیونکہ میاں صاحب موصوف مجذوب تھے اور کسی کوان کے نام کا علم نہ تھا، انہوں نے جواب دیا کہ کہ میرا نام ''خدا'' ہے، اس پر شاہ صاحب خاموش ہو گئے، چند لمحہ کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے، جس کا جواب شاہ صاحب نے اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں یہ دیا کہ ''اچھے خدا ہو جو اپنے بندوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں''۔ اس پر میاں محکم الدین نے بڑ انا شروع کر دیا کہ تمہارا نام غوث علی، باپ کا نام یہ، پردادا کا نام یہ۔ شاہ صاحب نے میاں محکم الدین کوایک اور ایسی ہی چبھتی ہوئی بات کہہ کر روک دیا کہ صاحب رہنے دیجئے! معلوم ہو گیا کہ آپ رملی خدا ہیں۔ جب تک رمل نہیں پھینکتے آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے اپنی

رسالت کا اقرار لینا چاہا۔ کیونکہ الوہیت تسلیم کرانے کے امتحان سے وہ صاف نکل گئے تھے اور کہا کہ محکم الدین رسول اللہ کہو۔ اس پر شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ ہر مسلمان کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت! کرم فرمایئے۔ رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دیجئے۔ وہاں آپ کی دال نہیں گل سکتی۔ وہی خدائی کا دعویٰ کیجئے۔ کیونکہ آپ سے پہلے بہتیرے فرعون، نمرود اور شداد یہ دعویٰ کر چکے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی حال میں ہو، الوہیت کا دعویٰ کرنے سے ویسا ہی مردود ہو جاتا ہے جیسے کہ ''فراعنہ'' اور ''نمارد ہ'' مردود ہو چکے ہیں۔ لیکن نبوت کا دعویدار اور وہ بھی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی نبوت کے بعد اور اس کے علی الرغم

چہ از روئے شریعت و چہ از روئے طریقت

مرزا کو جو مسیح و کلیم و محمد و احمد ہونے کا مدعی ہے، اضل و اکفر نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

مادی عوامل پر انسان کی روحانیات کا اثر

مرزائے قادیان کی پیش گوئیوں پر ایک تنقیدی نظر

ایک عامی سے عامی مسلمان جو قرآن پاک کے مطالب و مضامین کو دور از کار تاویلوں اور موشگافیوں کے بغیر سیدھے سادے طریق سے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ان قوموں اور آبادیوں کے عبرت ناک انجام کا عصیان و طغیان عذاب و عتاب الٰہی کو جوش میں لانے پر منتج ہوا اور جن کے انجام تک پہنچانے کا سبب بنیں کہ اُجڑی ہوئی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دبے ہوئے آثار اور ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشیوں کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوا ان کی یاد تک دلانے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور بھی اس لیے کہ نوع

انسانی کی بعد میں آنے والی نسلیں ان کے احوال پر غور کر کے درس عبرت حاصل کر سکیں اور اگر انہیں اپنی فلاح و بہبود منظور ہو تو تمدن و عمران کی اس شاہرہ پر گامزن ہوں جو انہیں دنیوی اور اخروی سعادتوں تک پہنچانے والی ہے اور جیسے جاننے کے لیے کوئی بہت زیادہ عمیق فکر اور الجھے ہوئے استدلال کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے نام لیوا جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ شرک اور بت پرستی کی گمراہیوں میں پڑ کر معمورہ عالم کو طرح طرح کے فسق و فجور سے معمور کر دیا اور پکارنے والے کی پکار کو نہ سنا تو اس پر زمین کے شگاف اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، جن کی راہوں سے پانی کے ایک ہیبت ناک طوفان نے حملہ کر کے تمام انسانی آبادیوں کو ڈھانپ لیا اور خدا کی ہستی سے انکار اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے والے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ قوم عاد کو ان کی سرکشی اور فتنہ انگیزی کی بنا پر سزا دینے کے لیے خدائے ذوالجلال کا قہر آٹھ دن مسلسل چلنے والی تیز آندھی کی شکل میں نازل ہوا۔ جس نے اس قوم کے تمام گردن فرازوں کو ناگہانی موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد جب ثمود کی قوم کو ان کے اعمال کی سزا دینے کا وقت آیا تو ان کی پیٹھ پر قدرت کا تادیبی تازیانہ خوفناک گرج اور بجلی کی صورت میں لگا۔ جس نے آناً فاناً ان سب کو بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم اور عمورہ کے لوگوں نے جب فسق و فجور میں یہاں تک غلو سے کام لیا کہ خلاف وضع جرائم کے مرتکب ہونے لگے، تو ان کی بستیاں زلزلہ کے ہلاکت خیز جھٹکوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اچھل اُچھل کر گرنے والے سنگریزوں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہوگئیں۔ مدائن کے لوگوں کی بدمعاملگی جب ناقابل علاج ثابت ہوئی تو ان کو دھوئیں اور ابر کی گھنگھور گھٹاؤں نے گھیر لیا اور زلزلہ نے آ کر ان

کی عمرانی اور انفرادی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ سبا والوں کی بستیاں پہاڑوں پر سے امنڈ امنڈ کر آنے والے سیل رواں کے سامنے بہہ گئیں اور وہ ملک جو سرسبزی اور شادابی میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ لق و دق صحرا بن کر رہ گیا۔ جس میں باغوں اور کھیتوں کی جگہ بیڑیاں اور جھاڑیاں اگ آئیں۔ فرعون مصر کو اس کی سرکشی کی سزایوں ملی کہ دریائے قلزم کا وہی پانی جس نے پایاب ہو کر بنی اسرائیل کو گزرنے کے لیے راہ دے دی تھی اس کے لشکروں کو اپنی ہولناک لپیٹ میں لینے کے لیے منہ تک چڑھ گیا۔

غرض نوع انسانی کی تاریخ کے یہ عبرت انگیز اور ہولناک واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لیے قدرت کے ظاہری اور مخفی عوامل میں سے کوئی ایک عامل وقت پر جوش میں آ جاتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے، عوامل قدرت کے ہاتھوں تباہ ہونے والی اقوام کی خدانا ترسی اور ان کے اخلاقی تسفل کے حالات ہمیں صحائف آسمانی کے علاوہ دوسرے تاریخی شواہد سے بھی مل رہے ہیں۔ اور تحقیقیات سے عصر حاضر کی دلچسپیاں جس قدر بڑھ رہی ہیں اسی قدر ان کی سیہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں اور ان کے مظالم و مصائب کے حالات روشنی میں آ رہے ہیں اور عصرِ حاضر کا انسان اس بے لوث صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو رہا ہے، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل خدائے وحدہ لاشریک نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی وساطت سے نوع انسان پر پوری پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دی تھی کہ دنیا میں قوموں کے عروج و زوال اور ان کے فنا و بقا کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟

اس کے علاوہ ''**القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ**'' پر ایمان رکھنے والی امت کے افراد جانتے ہیں کہ آفات ارضی و سماوی کے نزول میں سرکشوں کو سزا دینے کے

علاوہ خدائے لایزال کی بعض دوسری مصلحتیں بھی مضمر ہوتی ہیں جن کا تعلق نیک بندوں کے امتحان ان کے ایمان کے استحکام ان کے مدارج روحانی کی ترقی اور غفلت شعار بندوں کے لیے انتباہ کا سامان مہیا کرنے سے ہے اور جس پر قرآن کریم کی آیت: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ o﴾

نفسی اور آفاقی مصائب سے انبیائے کرام علیہم السلام اور امت محمدیہ کے صلحائے عظام کو بسا اوقات سامنا ہوا ہے اور امت مسلمہ کو اجتماعی حیثیت سے بھی بارہا خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ہے۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام کی امت اس فنا آموز تباہی و بربادی سے اس لیے محفوظ ہے کہ اس نے ہادی برحق ﷺ کے پیغام پر لبیک کہا اور ان سرکش اقوام کی طرح خدا کے احکام سے روگردانی نہیں کی جو اپنے کفران و عصیان کے باعث صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگئیں۔ کیونکہ عوامل قدرت کی ہمہ سوز قہر پاشیاں تو ان لوگوں کے لیے مختص تھیں۔ جنہوں نے پکارنے والوں کی پکار کو سنا۔ لیکن اس کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ قرآن حکیم کے خدا کا آخری پیغام اور رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہی ہیں کہ تا قیام قیامت ان دو صداقتوں پر ایمان رکھنے والے لوگ ناپید نہ ہوں گے اور اسی لیے کسی اور بشیر و نذیر کے آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی اور جب خدا کے آخری نبی کے توسط سے ملنے والے خدا کے آخری پیغام پر ایمان رکھنے والا ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا تو سب دستور سابق خدا کو کسی مرسل کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلکہ اس نوع انسانی کو اس آخری امتحان سے دوچار کر دیا جائے گا جس کو **"زلزلة الساعة"** **"قیامة"** **"طامة**

الکبریٰ'' ''جاثیة'' ''واقعة'' ''قارعة'' اور اس قسم کے دوسرے ناموں سے پکارا گیا ہے اور جس کے نزدیک آنے کی خبر پورے پورے وثوق اور وضاحت کے ساتھ صرف خدائے ذوالجلال کے امی النبی نے دی ہے جو'' خاتم المرسلین'' ہے۔

(۲)

یہی وہ اسلامی معتقدات ہیں جن کی طرف میں نے گاندھی اور ٹیگور کی اس فلسفیانہ بحث کو درج اخبار کرتے ہوئے ایک مختصر سے تمہیدی نوٹ میں اشارہ کیا تھا جو ان کے درمیان زلزلہ ٔ بہار اور اس کے اخلاقی روحانی اور مادی اسباب وصل کے بارے میں شروع ہوگئی تھی۔ میں نے لکھا تھا:

''مہاتما گاندھی نے'' زلزلہ بہار'' کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ زلزلہ اہل ہند کے ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو ان سے چھوت چھات کی شکل میں انسانی حقوق کو پامال کرنے کے باعث سرزد ہو رہے ہیں۔ اس پر بنگالی شاعر ڈاکٹر ٹیگور نے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مادی عوامل ومظاہر کو انسان کے اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسے حادثات محض قوائے قدرت کے غیر معمولی اجتماع کا اتفاقی نتیجہ ہوتے ہیں، اس کے جواب میں گاندھی نے اپنے عقیدہ پر اصرار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا ہے جسے ہم قارئین'' زمیندار'' کی خدمت میں اس لیے پیش کرتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ قرآن پاک کے مطالعہ نے گاندھی کے خیالات کو اسلام سے کس قدر قریب کر دیا ہے۔ زلزلہ کی نوع کے حوادث اور ارضی وسماوی بلاؤں کے نزول کے متعلق خواہ وہ نفسی ہو یا افاقی، انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک معمولی سے معمولی مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے انسان کے لیے سزا یا انتباہ یا آزمائش یا تزکیہ نفس وترقی مدارج روح کے لیے ایک تازیانہ کی

حیثیت رکھتے ہیں اور کائنات کی کوئی بات یونہی بے مقصد واقع نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ٹیگور کا خیال ہے۔ بلکہ ہر جنبش اور ہر حرکت میں خدائے ذوالجلال کا کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے۔ جسے سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ گاندھی نے اسی اسلامی عقیدے پر اصرار کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان وحکمت کے جو موتی ہمارے ہاں عوام الناس میں ارزاں ہو چکے ہیں۔ ان پر غیر مذاہب کے فلاسفر ابھی تک فلسفیانہ بحثیں کر رہے ہیں اور انہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

میرے اس شذرہ پر لاہوری مرزائیوں کے اخبار ''پیغام صلح'' میں مرزائے قادیانی کے ایک مقلد خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی نے ''زلزلہ بہار'' کو مرزا کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس کا عنوان ''زمیندار اینڈ کو گاندھی کے قدموں میں'' دیا گیا ہے۔ مرزائے قادیانی کی امت کو جھوٹ بولنے اور واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے اور لاطائل تاویلوں سے کام لینے میں جو مہارت حاصل ہے۔ وہ کسی پڑھے لکھے انسان سے مخفی نہیں۔ میرا مقصد جیسا کہ شذرہ مذکورہ بالا کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انسان کے روحانی ترفع وتسفل سے کائنات کے مادی عوامل کا گہرا تعلق ہونے کے مسئلہ پر ٹیگور کی نسبت گاندھی کے خیالات اسلامی عقائد سے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ گاندھی نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے۔ گاندھی نے لکھا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ مادی دنیا میں کوئی حادثہ خدا کی مرضی اور اس کے ارادہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا اور خدا انسان کو بلاوجہ سزا یا مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ہر کام میں کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں ذاتی طور پر ''زلزلہ بہار'' کو ہندوؤں کے ان گناہوں کا نتیجہ سمجھ رہا ہوں جو چھوت چھات کی بدولت نوع انسانی

کے ایک طبقہ پر ظلم کرنے کی شکل میں ان سے سرزد ہورہے ہیں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ روح اور مادہ کے درمیان ایک ناقابل انفصال ازدواجی تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ ارضی وسماوی آفات کے نزول کے معاملہ میں گاندھی کے خیالات فلسفہ اسلام سے اقرب ہیں اور ان کے ضمیر پر آفتاب صداقت کی ضیا اگر پورے طور پر نہیں تو بہت بڑی حد تک شعاع افگن ہو چکی ہے۔ لیکن میرا یہ کہنا کہ گاندھی کے خیالات پر قرآن پاک کے مطالعہ کا اثر نظر آرہا ہے۔ زمیندار اینڈ کو کے ان کے قدموں میں سر رکھنے کے مرادف کیونکر ہو گیا اور مسیحی خلافت کی وہ کونسی اندلسی منطق ہے جو اس اظہار کو گاندھی کے چرنوں میں گرنے سے تعبیر کر رہی ہے۔

عالم روحانیات اور عالم مادیات کے باہمی تعلق اور ان پر عوالم ''جبروت ولاہوت'' کے ارادوں کے اثرات کے متعلق امت مسلمہ کے عارفین حق جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ کچھ اور ہی ہیں اور میں ان کا ذکر اس بحث میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اس وقت میرا روئے سخن مرزائیوں سے ہے۔ جنہیں اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اسلامی فلسفہ کے نزدیک عالم مادیات عالم روحانیات کا اور عالم روحانیات اس کے پرے کے عوالم کا تابع ہے۔

(۴)

''پیغام صلح'' کے مرزائی مضمون نگار کا مقصد اس تحریر سے یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر کے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیا کہ بہار کے لوگوں پر زلزلہ کی یہ ناگہانی آفت محض اس لیے نازل ہوئی ہے کہ اہل عالم نے اس کے قادیانی پیشوا کی مسیحیت ومہدویت یا مجددیت ومحدثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ مرزائے قادیانی کے اقوال واعمال میں اگر کوئی معقول بات نظر آئے تو مجھے اسے معقول کہنے میں کبھی تامل نہ ہوگا۔ لیکن مشکل یہ ہے

کہ اس کی تحریرات کی بھول بھلیاں اہل خرد اہل نظر کے نزدیک خرافات کے ایک طومار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اس کے عجیب وغریب دعاوی محض اس لیے صحیح قرار نہیں دیئے جاسکتے کہ بہار میں یا جاپان میں یا امریکہ یا دنیا کہ کسی اور خطہ میں پے در پے زلزلے آرہے ہیں اور اہل عالم پر دیگر اقوام کی ارضی وسماوی یا انفسی وآفاقی آفات نازل ہورہی ہیں۔ اس قسم کے حوادث مرزائے قادیانی کے خروج سے پہلے بھی واقع ہوتے رہے ہیں اور تا قیام قیامت واقع ہوتے رہیں گے اور جن لوگوں کو مبدٔ فیاض سے فراست ایمانی عطا ہوچکی ہے۔ وہ اس نوع کے حوادث کے اسباب وعلل سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت تک کے عرصہ کے لیے جس ’’بشیر اور نذیر‘‘ کو آنا تھا۔ وہ محمد عربی ﷺ کے وجود قدسی کی شکل میں آچکا ہے۔ آپ کے بعد دنیا کے کسی گوشہ اور نوع انسانی کے کسی طبقہ کے لیے کسی اور ’’بشیر ونذیر‘‘ کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی برپا کی ہوئی امت وسطی ہی ملل عالم پر شاہد اور نوع انسانی کے لیے بشیر ونذیر ہے اور ہر سچا مسلمان اپنے وجود اور اپنے اعمال صالحہ سے ان لوگوں پر اتمام حجت کررہا ہے، جو ابھی ایمان وایقان کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوئے۔ جب تک حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے حلقہ بگوش موجود ہیں نوع انسان پر ویسی ہلاکت آفرین تباہی نہیں آسکتی۔ جس نے نوح ، عاد، ثمود اور مدین کی اقوام کو بے نشان کردیا تھا۔ کیونکہ غلامان محمد ﷺ کے ایمان اور ان کے اعمال صالح کے روحانی مؤثرات ان مادی عناصر کو قابو میں رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ جنہیں نوع انسانی کا عصیان جوش میں لانے کا موجب بنا کرتا ہے۔ ہمیں بتایا جاچکا ہے کہ جب تک سطح ارضی پر ایک بھی مرد مومن باقی ہے نوع انسانی تباہ نہیں ہوسکتی اور جب دنیا ایمان داروں سے خالی ہوجائے گی تو نوع انسانی کے لیے آخری قیامت آجائے گی۔

کیونکہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد نوع انسانی کی ہدایت کے لیے کسی رسول کے بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس ''زلزلہ بہار'' کی نوع کے حوادث کو انسان کے عصیان کا نتیجہ اور قدرت کی طرف سے ''انتباہ'' تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے خود ساختہ مدعی نبوت و مجددیت کی صداقت کا نشان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۵)

زلازل اور اسی قسم کے دیگر حوادث کو مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دینے میں ''اندلسی'' اور ''دمشقی'' مرزائی یعنی مرزائیوں کی قادیانی اور لاہوری گدیاں متفق اللسان ہیں۔ حالانکہ قادیانی مرزا کو نبی اور لاہوری اسے مجدد یا محدث قرار دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی مجدد یا محدث کے لیے اپنی ''مجددیت و محدثیت'' کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ مظاہر قدرت کو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنے نشان صداقت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ نافرمان لوگوں کی ہلاکت و بربادی کا پیغام دینا ان انبیائے کرام کا کام تھا، جو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث ہوا کرتے تھے۔ امت مسلمہ میں مجددین اور محدثین کا کام صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہیں اس امر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ ''مجدد یا محدث'' کہلائیں یا خود لوگوں سے ''مجدد یا محدث'' منوانے کے لیے مجادلہ کرتے پھریں اور زلزلوں وغیرہ کو اپنی صداقت کا نشان جتائیں۔

یہ لوگ نوع انسانی پر نازل ہونے والی ارضی و سماوی آفات کے ظہور پر جو بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے کے عادی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے ''کمال دجل'' سے کام لیکر اپنے متعدد جھوٹے دعاوی کا سکہ بٹھانے کے لیے چند ایک کاہنانہ پیش

گوئیاں کر رکھی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کو مختلف حوادث پر منطبق کرنے کے لیے یہ لوگ اسی ''تلبیس بازی'' سے کام لینے کے عادی ہیں جو ان کے پیر و مرشد کا شیوہ تھی۔ آخری زمانہ میں یعنی قیامت کے قریب زلزلوں کے پے درپے آنے بلکہ اس سے بھی عجیب تر واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیش گوئیاں خود کلام مجید میں اور احادیث نبوی ﷺ میں موجود ہیں جن کو دیکھ کر اور ناآگاہ لوگوں کے سامنے تحکمانہ انداز میں اپنی طرف سے بیان کر کے ہر شخص اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ بلکہ فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص اس مرزائے قادیانی کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ ''مستقبل قریب و بعید'' کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔ جس کی ہر پیش گوئی مبہم اور ''شاید'' اور ''اغلبا'' وغیرہ کی قبیل کے الفاظ کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ''زلزلہ بہار'' کو مرزائی قادیانی کی ان پیش گوئیوں کا ظہور قرار دینا جو اس نے زلازل کے متعلق کی تھیں۔ قادیانیوں کی اسی منطق کا مظاہرہ ہے جس کی رو سے وہ محمدی بیگم کے مرزائے قادیانی کے ساتھ آسمانی نکاح کرنے کی پیش گوئی کی تاویل کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا کی وفات کے باوجود ابھی محمدی بیگم کے ساتھ اس کا نکاح کا امکان باقی ہے۔ کیونکہ مرزا زلزلہ کے متعلق صاف اور صریح الفاظ میں لکھ چکا ہے کہ ''وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۹۲)

''آئندہ زلزلہ کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ، جلد پنجم، صفحہ ۹۲۔۹۳)

ظاہر ہے کہ مرزائے قادیانی نے ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے متاثر ہو کر جس میں بھاگسو وغیرہ کے مقامات تباہ ہو گئے تھے، یا امریکہ کے زلزلوں سے متاثر ہو کر جو اس کی زندگی میں آئے یہ پیش گوئی کر دی تھی کہ ہندوستان میں اس کی زندگی کے اندر اندر خوفناک

زلزلہ آئے گا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر زلزلہ آ گیا تو پو بارہ ہیں اور نہ آیا تو اخلاف کوئی نہ کوئی تاویل کر لیں گے۔

(۶)

لاہوری اور قادیانی مرزائی جو مرزا کے اقوال کو راست ثابت کرنے کے لیے لاطائل تاویلوں سے کام لینے کے عادی ہیں۔ تاکہ اس کی پیش گوئیوں کو اس کی صداقت کا نشان ظاہر کریں۔ اگر اسی چیز کو نبوت یا مجددیت کا ثبوت خیال کرتے ہیں تو انہیں مرزائے قادیانی کی بہ نسبت رسول عربی ﷺ کے اس ناچیز غلام کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے جس نے مرزائیوں اور ان جیسے دوسرے راہ گم کردہ انسانوں کے عقائد و اعمال کی زبوں حالی سے متاثر ہو کر زلزلہ کے وقوع سے فقط آٹھ روز پیشتر غیر مشتبہ الفاظ میں ''زمیندار'' مطبوعہ ۷ جنوری ۱۹۳۴ء کے پہلے صفحہ پر بخط جلی یہ اعلان چھپوایا تھا۔ شعر

بری حالت ہے بندوں کی قیامت کیوں نہیں آتی
فلک کیوں گر نہیں پڑتا زمین کیوں پھٹ نہیں جاتی

جب اس قسم کی پیش گوئیوں کو معیار صداقت بلکہ دلیل نبوت و مجددیت قرار دینے والے مرزائیوں نے دیکھ لیا ہے کہ اس اعلان کے صرف آٹھ روز بعد زمین پھٹ گئی۔ اس میں کئی جگہ ہاتھیوں کو نگل جانے والی دراڑیں پڑ گئیں اور پندرہ دن کے اندر اندر موسلا دھار بارش بھی ہوئی اور ''شہاب ہائے ثاقب'' بھی کثیر تعداد میں گرتے دیکھے گئے، تو کیا وجہ ہے کہ وہ مرزائے قادیانی کا دامن چھوڑ کر خدا کے متذکرۃ الصدر بندے کے معتقد نہیں بنتے؟ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شعر بالا کا قائل ان کے نبی یا مجدد کی طرح اس قدر کم حوصلہ نہیں کہ اپنی کسی بات کے صحیح ثابت ہو جانے پر کوئی ناروا دعویٰ کر بیٹھے۔ اسے فقط اسی امر پر فخر ہے کہ وہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے ادنیٰ غلاموں کا غلام ہے۔

(۷)

قادیانی مرزائی تو اپنے بے بنیاد دعاوی اور بیہودہ تاویلات کے باعث مرفوع القلم ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی معقول بات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہی۔ لاہوری جماعت جو قادیانیوں کی بہ نسبت زیادہ عیار واقع ہوئی ہے۔ اپنے معتقدات کو ایسے بے ضرر سے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بادی النظر میں وہ محل تنقیح ومورد اعتراض واقع نہ ہوسکیں۔ لیکن جب ان کے پیش کردہ معتقدات کا تجزیہ خود انہی کے قائم کردہ اصول پر کیا جاتا ہے اور ان پر ''**فبهت الذی کفر**'' والی حالت وارد ہوجاتی ہے تو خاموش ہوجاتے ہیں۔ آج سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ راقم الحروف نے ''زمیندار'' میں ''مرزائے قادیانی کی ہفوات تنقید کی کسوٹی پر'' کے عنوان سے ایک مضمون لاہوری جماعت کے ان دعاوی کا بخیہ ادھیڑتے ہوئے لکھا تھا، جن میں وہ مرزائے قادیانی کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات کی مثل جتانے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ لیکن یہ سننے کے باوجود کہ میاں محمد علی امیر جماعت احمدیہ اور ان کے تمام لاہوری حواری میری مخلصانہ معروضات کا جواب لکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آج تک کوئی چیز از قسم جواب دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی۔ حالانکہ وہ مضمون خود انہی کے استفسار پر سپرد قلم کیا گیا تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لاہوری جماعت کے ان معتقدات پر وضاحت کے ساتھ کچھ لکھا جائے۔ جنہیں وہ بھولے بھالے اور کم سواد مسلمانوں کو پھسلانے کے لیے ہم رنگ زمیں دام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور مرزائے قادیانی کے ادعائے نبوت کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کے بعض جلیل القدر علمائے ربانی کی طرح ایک برگزیدہ عالم تھا۔ اگر مشاغل لازم سے فرصت ملی تو ان شاء

اللہ العزیز ان لاہوری مرزائیوں کی دوسری جماعت کی قلعی بھی اسی طرح کھولی جائے گی۔ قادیانی خلافت کے معتقدات کی تکذیب کے لیے یہی لاہوری جماعت پیدا ہو چکی ہے اور لاہوری جماعت کے ظہور و قیام کی داستان سننی ہو تو یکم مارچ ۱۹۳۴ء کے ''الفضل'' کو ایک نظر دیکھ لینا چاہیے۔ جس میں قادیانی خلافت کے اس ''آرگن'' نے یہاں محمد علی امیر جماعت لاہوری کی شان میں ایک منثور قصیدہ لکھتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ لاہوری جماعت کا امیر چور بھی ہے اور سینہ زور بھی۔ چور اس لیے کہ وہ قادیان کی انجمن احمدیہ کے تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے قرآن کا ترجمہ کر رہے تھے کہ جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر قادیان سے مسودہ سمیت نکل آئے اور سینہ زور اس لیے کہ انہوں نے جلب زر کی خاطر اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس ترجمہ میں مرزائے قادیان کے دعاوی کی صداقت کا ذکر تک نہ آنے پائے۔ ''پیام صلح'' کے مضمون نگار خاں صاحب چودھری منظور الٰہی پہلے اپنے امیر کے جلب زر، اس کی دروغ بافی اور فریب دہی وغیرہ کے متعلق ''الفضل'' کو جواب دے لیں، اس کے بعد وہ ''زمیندار اینڈ کو'' سے یہ کہنے کی جرأت کریں کہ ان کا مطمح نظر حصول دنیا ہے، نہ کہ رضائے الٰہی۔ (زمیندار، ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء)

مرزائے قادیانی کے دعوائے مجددیت و مہدویت پر ایک نظر

فرقہ مرزائیہ کی معتقداتی قلابازیاں

فرقہ ضالۂ مرزائیہ کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی حالت قادیانیوں کی بہ نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ یہ بے چارے اپنے پیر و مرشد کے عجیب و غریب دعاوی اور اپنے معتقدات کو دین قیم و حنیف کے مسلمات سے قریب تر لا کر دکھانے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بزرگان دین کے اقوال و ملفوظات کو ان کی

ماہیت سمجھنے اور ان کی اصلیت کے متعلق تحقیقات کیے بغیر اپنے پیرومرشد کی ہفوات کے لیے سپر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معتقدات اور اپنے پیشوا کی تعلیمات پر ایسا رنگ چڑھاتے ہیں کہ بے خبر اور کم سواد لوگوں کو وہ بے ضرر نظر آنے لگیں اور بھولے بھالے مسلمان ان کے مرشد کے بچھائے ہوئے ''دام دجل'' و ''تزویر'' کے شکار ہو جائیں، صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیشوا کے کفر اندوز دعاوی کی لغویات اور اس کی حیلہ سازیوں کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں، لیکن اپنی اس غلطی کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کے بجائے جو ان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں فریب کھانے کی صورت میں سرزد ہو چکی۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ طرح طرح کی مضحکہ خیز تاویلوں اور لاطائل دلیلوں کے بل پر اس کی نبوت نہیں تو مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آں جہانی نے کوئی بات ایسی نہیں کی جو اسلام کے منافی اور سلف صالحین کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہو۔ لیکن اس کو کیا جائے کہ ان کی تغلیط و تکذیب کے لیے مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات کے علاوہ مرزائیوں کے گھر اور مرکز میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جس نے ان کے پیر و مرشد کی خرافات واہیہ کو بہ افتخار تام الم نشرح کرتے رہنے کا اجارہ لے رکھا ہے اور جو تاویل بازی اور داستاں سرائی میں ان سے بیباک تر اور چالاک تر واقع ہوئی ہے۔

ان لوگوں کی معتقداتی قلابازیوں کے متعلق اگر بر سبیل تفنن جس کی وہ مستحق ہیں کہا یا لکھا جائے تو چیخنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ ثقاہت و متانت کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ اگر سنجیدگی کے ساتھ ان کے اور ان کے جماعتی پیشوا کے معتقدات و دعاوی کی قلعی کھولی جائے تو یہ لوگ متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی بجائے منہ چڑانے اور گالیاں دینے پر اُتر آتے ہیں۔ اسی طرح جب ان کے پیرومرشد کے دعاوی نبوت و مسیحیت پر تنقید کی جاتی

ہے تو یہ لوگ اس میدان سے فرار ہو کر اس کی مجددیت کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس کے دعوئے مجددیت کا تار و پود بکھیرا جاتا ہے تو نبوت و رسالت کی تمثیلات اور انبیائے کرام علیہم السلام سے منسوب نصائص کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ علمائے امت انہیں منقولات کی بحث میں رگیدتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تکذیب کے لیے وہی پرانی دلیلیں استعمال کرتے ہو اور اگر ان پر معقولات کے سلسلہ میں نئی قسم کے اعتراضات وارد لیے جائیں تو پھر یہ ''حیات و ممات مسیح'' کی قسم کے مسائل چھیڑ دیتے ہیں جن کے متعلق انہیں کافی سے زیادہ براہین بتائے جا چکے ہیں۔ ﴿**فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ**...... (الی) **ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ**﴾ (الآیہ)

شطحیات و ہفوات کی بحث

ان لوگوں پر ان کے لیے بے بنیاد دعاوی کی لغویت واضح کرنے اور انہیں شمع ہدایت کی ضیاء دکھانے کے لیے خود انہی کے استفسار پر میں نے ۱۷ستمبر ۱۹۳۳ء کے ''زمیندار'' میں صوفیہ کرام کے ان اقوال کی حقیقت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریف کے حوالے دے کر روشن کی تھی، جو ظاہر بین آنکھوں کو شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے پیر و مرشد کی کفر آلود ہفوات کے لیے جو جواز کا پہلو نکالنے کی خاطر ''پیغام صلح'' میں لکھا تھا کہ دین اسلام کے بعض اعاظم رجال سے بھی خلاف شرع اقوال منسوب کیے جاتے ہیں، لہٰذا مرزائے قادیانی کی تحریرات میں اگر ایسی لغویات نظر آتی ہیں تو انہیں بھی اسی قسم کی شطحیات پر محمول کرنا چاہیے جو بعض اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں مرزائے آنجہانی کے اقوال پیش

کر کے ان کا اور صوفیہ کرام کے اقوال کا فرق واضح کر دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ عارفین حق کے نزدیک وہ شطحیات کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ یہ مضمون پڑھ کر اس فرقہ کے لوگوں پر ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ﴾ کی سی حالت طاری ہوگئی۔ اور پھر ان کو اپنے پیر و مرشد کی ولایت مجددیت ثابت کرنے کے لیے کم از کم میرے سامنے اپنی پیش پا افتادہ دلیل کے لانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ تعجب ہے کہ خاں صاحب چودھری منظور الٰہی نے ۱۹ مارچ کے ''پیغام صلح'' میں میرے دوسرے مضمون کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے جو ''مادی عوامل'' اور ''انسان کی روحانیت'' کے باہمی تعلق کے متعلق اسلامی زاویہ نگاہ کی وضاحت کے لیے مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء کے ''زمیندار'' میں سپرد قلم کیا گیا۔ پھر اس بحث کو تازہ کرنے کی ضرورت محسوس کی انہیں چاہیے تھا کہ ایک دفعہ پھر اس مضمون کو پڑھ لیتے اور اس کے بعد یہ لکھنے کی جرات کرتے۔ ''تمہارے اولیائے کرام باوجود شطحیات یعنی خلاف شرع باتیں کہنے لکھنے کے خدا کے مقرب اور ولی ہیں تو اسی کسوٹی پر پرکھ کر حضرت مسیح موعود کو کس منہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہو''۔

اب بھی اگر انہیں اپنے پیر و مرشد کے کفریات کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو اسی مضمون کو ایک دفعہ پھر نظر غائر سے مطالعہ کر لیں اور دیکھ لیں کہ یہ اقوال کس طرح مفتری اور کذاب ثابت کر رہے ہیں؟

مجددین امت کا مسلک عمومی

خان صاحب چودھری منظور الٰہی نے میرے دوسرے مضمون کے بعض فقرات نامکمل اور ناقص حالت میں سامنے رکھ کر جواب نویسی کے لیے جو سوالات پیدا کیے ہیں ان کا کافی وشافی جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ ان کا یہ لکھنا کہ ''تفہیمات الٰہیہ'' میں حجتہ

الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجددیت اور اپنے مقام عرفانی کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اس مقام سے بے خبر رہنے والوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ خائب ہوں گے، مرزائے قادیانی کے عجیب وغریب دعاوی کے جواز کی سند نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی مجددیت منوانے کے لیے لوگوں سے مجادلہ نہیں کیا اور ان کی زندگی اس امر کے لیے صرف ہوئی کہ لوگوں سے اپنے مقام ولایت کا اعتراف کراتے پھریں اور یہ کہیں کہ ان کی ولایت کی دلیل کے طور پر زلزلہ وغیرہ کی قسم کے نشانات ظاہر ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ قول خلاف شرع بھی نہیں کہ اسے شطحیہ سے تعبیر کیا جائے حضرت شاہ صاحب کی زندگی دیگر صلحائے امت محمدیہ ﷺ کی طرح صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے لیے تزکیہ نفس کے لیے وقف رہی، انہوں نے مرزائے قادیانی کی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت کے حق میں کبھی بدگوئی سے کام نہیں لیا اور نہ مسلمانوں کو چودھری صاحب کے پیرومرشد کی طرح ذریۃ البغایا، حرامزادے، سور اور کتے وغیرہ ایسے الفاظ سے یاد کیا، نہ انہوں نے جہاد کی تعلیم کو ناپاک قرار دے کر اس پر خط تنسیخ کھینچا اور نہ نصاریٰ کی غیر مشروط وفاداری پر اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کی حفاظت کے لیے پچاس الماریوں کی حاجت ہو۔

حضرت شاہ صاحب کے علاوہ چودھری منظور الٰہی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی مجددیت کے ادعا کا بہتان باندھنے کی کوشش کی ہے اور ان کے اس مکتوب کا حوالہ دے کر جس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستفسر پر مجدد الف ثانی کے مقام وفضائل کی تشریح کی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے متعلق لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نہ اس مکتوب میں جس کا چودھری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور نہ کسی دوسرے مکتوب میں یہ فرمایا ہے کہ الف ثانی کا مجدد موعود میں ہوں۔

وہ مستفسرین کو ہمیشہ یہی لکھتے رہے ہیں کہ مجدد الف ثانی کا اس دور میں موجود ہونا ضروری ہے اور طالبین رشد و ہدایت کا فرض ہے کہ وہ اسے پہچانیں۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مقام کا علم ہو اور وہ جانتے ہوں کہ الف ثانی کے مجدد وہی ہیں۔ لیکن انہوں نے کسی جگہ اس امر کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی دعویٰ مرزائی جماعت کی نظر سے گزرا ہو تو اسے پیش کریں۔

چودھری منظور الٰہی صاحب نے تلبیس دلالت سے کام لیتے ہوئے بعض تحریرات حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق پیش کی ہیں۔ چودھری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجدد خود دعویٰ نہیں کیا کرتے۔ بلکہ کام کرتے ہیں اور ''بصارت و بصیرت'' رکھنے والے لوگ انہیں ان کے کام اور روحانی اثر کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ ''عصرِ حاضر'' کا مجدد یہی ہے۔ چودھری صاحب یا ان کے ہم مسلک بزرگ، ذرا گزشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست ان کے دعاوی مجددیت کے ساتھ پیش کر کے دکھائیں۔ تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ مجددوں کو بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے اور ان کے لیے دعویٰ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لیے اپنے مرسل من اللہ ہونے کا اظہار لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ذرا یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا فرمائیں کہ مجددین امت محمدیہ سے فیض پانے والے مسلمانوں نے مرزائیوں کی طرح کبھی جماعت بندی سے کام لیکر یہ کوشش کی ہو کہ ''عامۃ المسلمین'' سے اپنے سرچشمہ فیض روحانی کی مجددیت منوائیں اور اس امر کو ایمان و ایقان کی صحت کا معیار قرار دیں۔

اُمت مسلمہ کا منصب شہادت

میں نے لکھا تھا کہ چونکہ امت مسلمہ اس داعی برحق کی دعوت پر لبیک کہہ چکی ہے

جو ''خاتم المرسلین ﷺ'' ہے۔ اس لیے تا قیام قیامت کسی بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ خود امت مسلمہ کا وجود اس کے صلحاء کے اقوال واعمال دوسری قوموں کے لیے بشارت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لیکن چودھری منظور الٰہی کی سخن فہمی ملاحظہ ہو کہ وہ پھر خاکسار سے سوال کر رہے ہیں کہ علمائے اسلام اور مجھ ناچیز ایسے اخبار نویس شب وروز ''دعوت الی الحق'' کا کام کیوں کر رہے ہیں اور اسی کام کے ضمن میں عامۃ الناس کو اچھے کاموں کے صلہ میں بشارت اور برے کاموں کے صلہ میں انذار کا پیغام کیوں دیتے ہیں؟ چودھری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس معمولی سے معمولی شخص نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے آستاں پاک پر سر نیاز جھکا دیا ہے۔ اس پر ان کے لائے ہوئے پیغام کی نشر و اشاعت فرض ہے۔ اور تمام مسلمان علی قدر مراتب اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ بلکہ خود ان کا وجود ہی اس امر کا کفیل ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کبریٰ پر قرآن پاک کی نص صریح بھی شاہد ودال ہے اور حضرت ذوالجلال والاکرام نے امت مسلمہ کو تا قیام قیامت بلکہ روز قیامت کے لیے بھی یہ رتبہ بلند عطا فرما دیا ہے اور کہا ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

مرزائے قادیانی کا مطمع نظر

یہ باتیں میں نے ان لوگوں کے لیے لکھی تھی جو حضرت ختم المرسلین ﷺ **بابی ھو وامی** کے بعد کسی متنبّی کے دعاوی کے سامنے سر تسلیم کر رہے ہیں اس لیے لاہوری مرزائیوں کو اس کے قبول کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ البتہ چودھری منظور الٰہی صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو بھی امت محمدیہ کا ایک فرد تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ

مان لیں کہ مرزا نے اسی حیثیت میں بشارت وانداز کا کام کیا ہے۔ جس حیثیت میں امت مسلمہ کے دیگر افراد اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ اگر معاملہ یہیں تک ہوتا تو مسلمانان ہند کو ان فتن کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑتا۔ جن میں امت مرزائیہ نے انہیں مبتلا کر رکھا ہے۔ لیکن اس امر سے خود مرزائیوں کو بھی مجال انکار نہیں ہوسکتی کہ مرزائے آنجہانی اور اس کی امت کا سارا زور محمد عربی ﷺ کے بتائے ہوئے دین کی صداقتوں کو آشکارا کرنے کے بجائے مرزا قادیانی کی نبوت ومسیحیت یا مجددیت ومحدثیت کے جھوٹے دعاوی قائم وثابت کرنے پر صرف ہو رہا ہے اور یہی شے ان کے کذب وافترا پر شاہد ودال ہے۔ صلحائے امت ومجددین ومحدثین اور ان کے پیرووں کا شیوہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پیری کے ڈھونگ رچاتے پھریں اور اسی کو زندگی بھر کا مقصد قرار دے لیں، بلکہ وہ تو صداقت محمدی ﷺ کے بحر ناپیدا کنار کی عام موجیں ہیں جن کے وجود کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں۔

مرزائی مضمون نگار کا افترا علی القرآن

اسی زلزلہ بہار کے قصہ کو لیجئے اس بندہ عاجز نے اس سلسلہ میں ان حقائق کی وضاحت کی جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر حضرت خیرالبشر ﷺ نے اپنی امت کو بتائے تھے اور قادیانی اور لاہوری مرزائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا کی صداقت کا نشان ظاہر ہوگیا اور خیرہ چشمی اور ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے پیرومرشد کے واضح الفاظ کے باوجود یہ نشان میری زندگی میں ظاہر ہوگا۔ اس معاملہ میں بھی محمدی بیگم والے قصہ کی سی لغو تاویلیں کر رہے ہیں اور **زلزلو ازلزالا شدیدا** کی آیت پیش کر کے نعوذ باللہ قرآن پاک کو جھٹلانے کے شیدائی نظر آتے ہیں۔ یہ مرزائی مضمون نگار لکھتا ہے کہ ”قرآن پاک میں و

زلزلوا زلزالا شدیدا کے الفاظ مخالفین اسلام کے لیے زلزلہ کی پیش گوئی کے طور پر آئے لیکن مخالفین پر کوئی ویسا زلزلہ نہ آیا جیسا ''بہار'' میں آیا ہے''۔ اس سے زیادہ شوخ چشمانہ افترا کی نظیر مرزائیوں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ کیونکہ آیۂ مافوق الذکر ''سورۂ احزاب'' کے دوسرے رکوع میں خود مسلمانوں کے متعلق مذکور ہے۔ جہاں خدائے تعالیٰ نے ایک تازہ مگر گزشتہ واقعہ یعنی ''جنگ احزاب'' کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو میدان جنگ کے اندر فرائض منصبی کی ادائیگی پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں پر کفار کے ہجوم لانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِيْدًا﴾ ''یعنی اس جگہ مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور انہیں بڑی شدت سے جھڑجھڑایا گیا''۔

اب آپ ہی فرمائیے کہ اس آیت کو مخالفین اسلام کے متعلق پیش گوئی قرار دینا اور پھر ''زلزال'' کے معنی کا حصر زلزلہ ارضی پر کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا کہ قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی انتہا درجہ کی ضلالت اور تیرہ باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ...... الآیۃ﴾

غلامانِ محمد ﷺ کی فراستِ ایمانی

میں نے لکھا تھا کہ امت محمدیہ کے فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص مرزائے کذاب کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب و بعید کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔ اس پر مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے نفس ناطقہ چودھری منظور الٰہی

صاحب لکھتے ہیں کہ "جب آپ کو ابھی تک ایسا آدمی میسر نہیں آیا تو یہ الفاظ بڑے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے"۔ شائد چودھری صاحب نے میرے اس مضمون کو غور سے نہیں پڑھا! ورنہ ان کے اس سوال کا جواب انہیں اسی سے مل جاتا۔ جہاں انہیں اس شخص کو تلاش کرنے کی تاکید کی گئی تھی جس نے زلزلہ بہار کے آٹھ دن پہلے غیر مبہم الفاظ میں فلک کے گرنے اور زمین کے پھٹنے کا اعلان کر دیا تھا خیر اسے جانے دیجئے۔ اگر چودھری صاحب فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص سے اپنے اور اسلام کے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مرزائے کذاب کا دامن چھوڑ کر غلامان محمد مصطفی ﷺ میں ایسے افراد کو تلاش کرنا چاہیے جو خود ان میں فراست ایمانی پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صداقت اسلامی کا واضح اور مبین نشان ہے، اس کے ساتھ ہی یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے کہ ایسے اشخاص کو مرزائے غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی بزرگی کی دھاک بٹھانے کے لیے محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کی سی پیش گوئیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ان کے منصب یہ ہے کہ وہ بلاضرورت شرعی مستقبل کے حالات بیان کریں۔

مہدی موعود کہاں ہے؟

چودھری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے اگر قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیش گوئیوں کے مطابق موجودہ زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اسی لیے ارض کا "**زلزال**" شروع ہو گیا ہے تو مسلمانوں کا مہدی اور مسیح کہاں ہے؟ اس سوال کے ساتھ ہی آپ کمال شوخ چشمی کے ساتھ لکھتے ہیں، "کیا جب قیامت آچکے گی تب وہ صفیں لپیٹنے کے لیے آئیں گے"۔

اس بیہودہ سوال کا جواب اس کے سوا اور کیا دوں کہ جس وقت پر یہ سب باتیں ظاہر ہو کر رہیں گی۔ مہدی موعود جس کے ہاتھ پر پیش گوئیوں کے مطابق دور فتن میں اسلام

کی سیاسی نجات لکھی جا چکی ہے اور جس کے متعلق احادیث شریف میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کفار کے ان لشکروں کے مقابلہ میں جو مرکز اسلام پر حملہ آور ہوں گے۔ عساکر اسلامی کا قائد اعظم اور صاحب سیف وسناں ہوگا۔ جس کے متعلق یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ خود مسلمان اسے مجبور کر کے عساکر اسلامی کی قیادت کی ذمہ داری اس پر ڈال دیں گے۔ مرزائیوں کے مدعی کاذب کی طرح کوئی گدی قائم کرنے والا پیر نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا بہمہ صفت موصوف قائد عسکری وسیاسی ہوگا جس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر عصر حاضر کی بہترین ہستیاں کفار کے ساتھ وہی جہاد کریں گی جسے مرزائیوں کے پیرومرشد نے منسوخ معطل اور دین اسلام کا ایک بیکار شدہ رکن قرار دے رکھا ہے۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَط ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَاط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ الآيه﴾

مرزائیوں کی دجال پرستی

کچھ عرصہ سے میں سن رہا ہوں کہ میرے اس شعر پر :

الٰہی ہستی مسلم کی ہو اب خیر دنیا میں فرنگی لشکر دجال ہیں یا جوج ہیں روسی

امت مرزائیہ لاہوریہ کے افراد امیر سے لیکر مقتدی تک سب کے سب رقص شادمانی کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے اس شعر کو بھی ''زلزلہ بہار'' کی طرح مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دے رہے ہیں، اس لیے کہ کہیں مرزا نے اپنی تحریرات میں یہ لکھ دیا تھا کہ دجال سے مراد شائد یہی عیسائی پادری ہوں جن کے ساتھ اسے مجادلہ لسانی کرنا پڑتا

ہے اور ریل اس دجال کا گدھا ہو۔ مرشد نے تو لفظ ''شائد'' استعمال کیا تھا لیکن مرید نے اس پر ایک کتاب لکھ ماری جس میں اقوام یورپ کو دجال اور یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور جب نتائج اخذ کرنے کی نوبت آئی تو لکھ دیا گیا کہ اقوام یورپ کے سیاسی استیلا کے مقابلہ کی صورت فقط یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرے کر لیے جائیں اور سمجھ لیا جائے کہ ہم حفاظت اسلام کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اب چودھری منظور الٰہی نے میرے اس شعر کا حوالے دے کر اس خاکسار پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزائیت کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے مرزائیوں کو اختیار ہے کہ کل میرے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہنے پر یہ شور مچانے لگیں کہ میں مرزائیت کا خوشہ چین ہوں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سخن فہمی کوئی اور شے ہے اور ہر بات کی جھوٹی سچی تاویلیں کر لینا اور شے ہے۔ میرے اس شعر کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیائے اسلام کو آج جو دول یورپ کی سرمایہ درانہ سیاست اور روس کی مبنی برلا مذہبیت استعمار طلبی سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس پر احادیث میں بیان شدہ فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج ماجوج کا اطلاق کیا جا سکتا ہے، یعنی انتہائی مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ان کے پیر و مرشد اور اس کی امت کا عقیدہ یہ ہے کہ اقوام فرنگ جن میں انگریز بھی شامل ہیں دجال اور یاجوج ماجوج ہیں، تو خدارا اس شخص کے متعلق وہ دیانت دارانہ رائے ظاہر کریں جس نے انگریزی حکومت کو ظل الٰہی سے تعبیر کرتے ہوئے مذہباً دجال اور یاجوج ماجوج کی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اور جن کی خاطر اس نے جہاد جیسے فریضہ اسلامی کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیا ایسا شخص لشکر دجال کا ایک ممتاز رکن نہیں؟ جس نے طرح طرح کے حیلوں سے اسی دجال کی خاطر اسلامی جمعیت کو منتشر کرنے اور اسلامی عقائد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔

امتِ مرزائیہ سے خطاب عمومی

پس اے راہ گم کردہ لوگو! اگر تم یوم الحساب پر یقین رکھتے ہو تو کج بحثیوں اور تاویل بازیوں سے باز آجاؤ اور بارگاہ ذوالجلال میں صدق دل سے توبہ کرو کہ آئندہ اپنی دنیا کی خاطر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ خدائے قہار کی بطش شدید تمہاری تاک میں ہے۔ دجال کی اطاعتیں اور خدمت گزاریاں تمہیں اللہ کے غضب سے نہیں بچا سکیں گی۔ تم اپنے پیرو مرشد کے باطل دعاویٰ کا سچا ثابت کرنے کے لیے آیات قرآنی کے مطالب میں تحریف کرتے ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں دریدہ دہنی کے مرتکب ہوتے ہو، اپنے مرشد کی کذابیوں پر پردہ ڈالنے اور ان کی توجیہہ کرنے کے لیے رسولوں پر طرح طرح کے اتہام باندھتے ہو۔ مسلمانوں میں اپنے پیرو مرشد کے باطل عقائد کی نشرو اشاعت کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو، تمہاری باطل کوششوں کا منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے گرو کی قائم کی ہوئی ابلیسی گدی کو برقرار رکھو۔ اپنے پیشوا کے فاحش عیوب کی کراہت کم کرنے کے لیے تم اللہ کے پاک بندوں اور نبیوں پر اتہام باندھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ تمہارے متنبّی پر وارد ہونے والے الزامات (**نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا**) انبیائے کرام علیہم السلام پر بھی وارد ہو سکتے ہے۔ حالانکہ تم اپنے دلوں میں اور اپنی روحوں کے اندر اچھی طرح جانتے ہو اور عام لوگوں کی بہ نسبت بہتر طریق سے آگاہ ہو کہ تمہارا پیشوا مفتری اور کذاب تھا۔ اے قادیانیو! تم کس ضلالت کے گڑھے میں گرے جارہے ہو کہ کفر صریح کے مرتکب ہو کر خانہ ساز نبوت قائم کرنے کی فکر میں ہو، حالانکہ نبوت و رسالت کو معراج کمال و منتہیٰ تک پہنچے ساڑھے تیرہ سو سال کا عرصہ گزر گیا اور اے لاہوریو! تم اپنے مرشد کے دعاوی نبوت کو

افترائے صریح سمجھنے کے باوجود اس لا حاصل ادھیڑ بن میں لگے ہو کہ اس کی مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھتے ہوئے کامیاب ہو جاؤ۔ تم کسی علمی یا نظری تحقیق کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے پیشوا کی مسیحیت مآبی ثابت کرنے کے لیے معجزات انبیاء علیہم السلام اور آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے فرزند تھے اور وہ آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے۔ دانش فروشو! تم جہالتوں اور اپنی نظر کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قرآن پاک کے معانی میں اپنی ہوا و ہوس کے مطابق تصرفات کر لیتے ہو۔ اے تاویل بازو! اپنے آپ کو اور بے خبر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوششوں سے باز آ جاؤ۔ عقائد و اقوال کی ضلالتوں اور اعمال کی سیہ کاریوں سے توبہ کرو۔ خدا کے مسلمان بندے اور محمد عربی ﷺ کے غلام بن کر رہو۔ ورنہ اے مرزائے قادیانی سے نسبت پیدا کرنے والے دجال پرستو! یاد رکھو کہ خدائے قدیر کا سزا دینے والا ہاتھ تمہیں زیادہ دیر تک طغیان و سرکشی کی مہلت نہ دے گا اور تم بہت جلد اپنے کیے کی سزا پاؤ گے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

پاکستان میں

مرزائیت کا مستقبل

(سنِ تصنیف: 1950ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیروانِ مرزا کے لئے لمحہ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت ''مرزا غلام احمد'' کی پیرو ہے اور ''احمدی'' کہلاتی ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانانِ پاکستان، دولت پاکستان، حکومت پاکستان اور خود مرزائی قوم کیلئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہوریہ پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ، شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

مرزائیت: جس کے موٹے موٹے خدوخال ہم آگے چل کر بیان کریں گے، اپنی پیدائش کے دن ہی سے امت مسلمہ کے لئے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے۔ اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات وتاویلات کو بحال وبرقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔ امت مسلمہ کیلئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیوی شئوں پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ مرزائیت کے مذہبی معتقدات دین حقہ اسلام کا کھلا استہزاء ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں (علیهم السلام) اور حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ **(بآبائنا هو وامهاتنا)** کی توہین وتضحیک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ

مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے داخلی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ رہے جس کی طرف سے تسامح نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور دین حقہ کے لئے بدرجۂ غایت ضرر رساں ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اسلام کی پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقۂ ضالہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے متاثر ہوکر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشا وکلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دو قوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں، اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آرہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے، جو ذمہ دارانہ صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کج فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائر کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائر بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متاثر ہوکر ہمیں بلاوجہ و بلاسبب پریشان کرتے رہیں گے۔ لیکن مخالفوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں ''**کلمة الحق**'' کے اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آگاہ کردینا ضروری ہے، جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات و عزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آرہے ہیں۔

دجل و تلبیس کے کھیل

مرزائیت: بعض مخصوص عقائد عزائم کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیرو جملہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، دینی امور میں ان سے الگ تھلگ رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بنا پر لازمی تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی میتوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے، اسلام کے بنیادی ارکان و عقائد میں مسلمانوں کے ہم نوا نہیں۔ حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو مرجح سمجھتے ہیں اور قادیان کے چھن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم متصور کرتے ہیں، لیکن مسلمان کہلاتے ہیں۔ ''عامۃ المسلمین'' کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کے فروعی اختلافات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں، یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی دوسروں فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں، جو مرزا غلام احمد سے بیعت کرنے کی بنا پر ''احمدی'' کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی جداگانہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح صحیح علم نہیں ان کے اس فریب و استدلال کا شکار ہو کر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقتِ ضرورت ایسا کہہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' قرار دیکر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔ مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ اپنے ''امیر المومنین'' کے اطاعت گذار ہیں جو صرف ان کا مذہبی پیشوا نہیں بلکہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے یہ لوگ قادیان کو اپنا دینی مرکز ومتبرک مقام، سیاسی دارالخلافہ خیال کرتے ہیں۔ جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جاچکا ہے، لیکن پاکستان میں ''ربوہ'' بنارہے ہیں۔ ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کیلئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنالینے کی فکر میں ہے۔ یہ لوگ (یعنی دین مرزائیت کے پیرو) مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور ملی اصطلاحیں بلاتکلف استعمال کررہے ہیں۔ مرزائے قادیان کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیھم السلام صلحائے امت، صدیقین رحمھم اللہ، شہداء رحمھم اللہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت علیھم الرحمہ پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کفر وارتداد اور الحاد بے دینی کے حکم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو مبتلائے فریب کرنے کی خاطر ظل وبروز، صوفیائے کرام کے مقامات سیر وسلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ غرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دجل وتلبیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جارہا ہے۔ مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دجل وفریب اور منافقت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دنیوی حیثیت سے وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن کریم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمائی: ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲-۱۴﴾ ’’اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مسلمانوں سے مذاق کررہے ہیں‘‘۔

۲…… ’’اشاعت دیروز‘‘ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دجل وتلبیس کا ایک کھیل ہے۔ جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے، انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جارہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کردیتے ہیں۔ مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔ اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو مسیح موعود، نبی آخرزمان، رُودّر گوپال کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں۔ اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملّت خیال کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جداگانہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بنا پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کررہے ہیں۔ خود ان کے اکابر کے دعووں اور

قولوں سے ظاہر ہے۔ جن میں سے چند ایک ہم بر سبیل تذکرہ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔

۱...... حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔

(خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ ''الفضل''، جلد۱۹، نمبر۱۳)

۲...... کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بے یہود سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء علیہم السلام جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا؟ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بیشک کیا ہے، پس اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔ اپنی جماعت کو ''منہاج نبوت'' کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا، تو نئی اور انوکھی بات کونسی ہے؟ (''الفضل'' جلد نمبر۵ نمبر۶۹/۷)

۳...... ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدائے تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت، مصنفہ مرزا محمود احمد)

۴...... غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ

عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ غرض ہر ایک طریق سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے۔ (کلمۃ الفصل، مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علیحدہ ملت سمجھ رہے ہیں؟ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت ختم مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (ان پر ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان ہیں) کی بعثت کے بعد نبوت و رسالت کے کسی مدعی کے دعوے پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں اس پر دکھ ہے کہ یہ لوگ بوقتِ ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ اُمت جس پر مسلمانوں سے کسی قسم کا دینی یا دنیوی تعلق رکھنا حرام ہے۔ مصیبت اور ضرورت کے وقت اُمت مسلمہ کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اور اُمت مسلمہ کی پناہ میں آنے کے بعد عقرب کی دم کی طرح اس امت پر نیش زنی کیوں جاری رکھتی ہے؟ مرزائیوں کی متذکرہ صدر ذہنیت اور ان کے **محوّلہ** بالا عقائد کے ساتھ ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا ایک حصہ ظاہر کرنا منافقت اور عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزائیت کا سارا لٹریچر مسلمانوں کے خلاف منافرت انگیزی اور انبیائے کرام علیھم السلام اور صلحائے امت رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کے ہتک آمیز تذکار سے بھرا پڑا ہے۔ ہم بر سبیل تذکرہ بھی غلاظت کے ان انباروں کی نمائش نہیں کر سکتے جو مرزائیوں کے بدزبان متنبی نے اپنی تصنیفات میں ذخیرہ کر رکھے ہیں۔ جس قوم کی بنیادیں ہی مسلمانوں کے خلاف

منافرت ومغایرت کے جذبے کی خشت وگل سے استوار کی گئی ہوں، اس کا مسلمانوں میں مسلمانوں کی طرح گھل مل کے رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جاسکتا ہے؟ تاہم یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کیلئے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کیلئے، ناجائز الاٹ منٹیں کرانے کے لئے، دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو ''مسلمانوں میں سے'' ظاہر کرنے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات وحسیات کی تلخی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی، بلکہ ترقی دیتی چلی جائیگی۔ لہٰذا دین مرزائیت کے پیروؤں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی معتقدات کا معاملہ صاف کرلینا چاہئے اور دجل وتلبیس، منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لیکر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، واضح اور معین الفاظ میں اعلان کردینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں، تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کردینا چاہئے۔ تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین وقانون کے نزدیک ان کا مقام معین ہوجائے۔ اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا کھلم کھلا اعلان کردینا چاہئے جن کی انہیں مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزائیوں کی منافقانہ روش پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد کے حصول کی خاطر حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سواد اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام وموقف کی تعیین خود ان کیلئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، تاکہ حدیں متعین ہو جائیں، تو اس مسلسل اور متواتر کشمکش اور بحث وجدال میں کمی واقع ہو جائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کیلئے اذیت کا موجب بنی رہی ہے۔ آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مغشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا ''خود کاشتہ'' پودا ہے۔ جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال پذیر اسلامی ملکوں کو ''یونین جیک'' کے زیر سایہ لانے کی زبردست مہم جاری کر رکھی تھی۔ اسلامی ملکوں میں جابجا مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے وزیر اعظم ''مسٹر گلیڈسٹون'' نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے۔ اس وقت تک برطانیہ کو اسلامی ملکوں پر تسلّط جمانے میں

دقتیں پیش آتی رہیں گی۔ اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور پٹے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلا کو برا محسوس کرر ہے تھے۔ بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو منجانب اللہ آیۂ رحمت سمجھے۔ اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے۔ ''جہاد بالسیف'' کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔ کیونکہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی ''استعماری سیاست'' کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ جذبہ ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی سی کیفیت پیدا نہ کر دے۔ مرزائیت کے بانی ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کیلئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور ''جہاد بالسیف'' کے عقیدے کی تنسیخ کے حق میں اتنا لٹریچر تصنیف کیا جس سے خود اس کے قول کے مطابق پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے دین مرزائیت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کی جو پہلی فہرست شائع کی اس کی تمہید میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد نے سرکار انگریزی کے سائے کو اپنی نبوت و رسالت کے لئے ''ربوہ'' یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نبی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور مخبری کی

رضا کارانہ خدمات سر انجام دیں۔ جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں، جو اس کی کتاب ''تبلیغ رسالت'' جلد پنجم میں اب بھی موجود ہے۔

''قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب!

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کیلئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہوکر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا، تاکہ اس میں ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے ''برٹش انڈیا'' میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہوسکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں، اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں، جو اپنے عقیدے سے اپنے مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے ۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا۔ اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی

راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک سادا نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے۔ ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔ نمبر شمار...... نام معہ لقب وعہدہ...... سکونت...... ضلع...... کیفیت"۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

قسط ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ "دین مرزا برطانیہ کی استعماری سیاست کا ایک خود کاشتہ پودا ہے"۔ یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی جو سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔ غیر اسلامی حکومت یا نامسلم حکمرانوں کے استیلا کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے کے عقیدہ کا بطلان کرے جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت وقوت کے بل پر قابض ہوگئی ہو۔ انگریز حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان ازروئے عقیدۂ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضا کارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے اس جذبے اور عقیدے سے پوری طرح آگاہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس سرزمین میں ایک ایسا "پیغمبر" کھڑا کردیا جو انگریزوں کو **"اُولی الامر منکم"** کے تحت میں لاکر ان کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگا اور ان کے پاس ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے والے مسلمانوں کی مخبری کرنے لگا۔ جس طرح باغبان اپنے خود کاشتہ پودے کی حفاظت وآبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سرکار انگریزی نے دین

مرزائیت کوفروغ دینے کیلئے مرزائی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کیلئے ضروری سمجھا۔ اوراس دین کے پیروؤں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ وفاداری کی نشرواشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی کی شکست سے متاثر ہوکر مسلمانوں کوانگریزوں کی قابو چیانہ گرفت سے چھڑانے اور ارض مقدس کوعیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے تحریک احیائے خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی۔ اور عام مسلمان مولانا محمد علی جوہر اور دیگر زعمائے اسلام کی دعوت ونفیر پر کان دھر کر انگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پر آمادہ ہوگئے تو مرزائی جماعت نے اس دور کے وائسرائے کے سامنے ''سپاسنامہ'' پیش کرتے ہوئے سرکار انگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکار انگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کی رو سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ''چودھری ظفر اللہ خاں'' کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپنا ''وزیر امور خارجہ'' بنا رکھا ہے۔ اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا ''سپاسنامہ'' اسی چودھری نے پڑھا تھا، جو اس زمانہ میں ایک معمولی پائے کا وکیل تھا۔ اس ''سپاسنامہ'' کی بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا جس نے اسے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آج پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپنا ''وزیر خارجہ'' بنا رکھا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزائیوں کی سیاست کا اندازہ تھا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اس پس منظر کے ساتھ مرزائیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کردیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں پیدا ہونے دے، یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی منافقانہ سیاست کا

آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہو گیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کے حامی بنے رہے، بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا ''مرزا بشیر الدین محمود'' اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رؤیاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھاتا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے''۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ ''اکھنڈ'' ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا، لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رؤیائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مغشوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح اس لوٹ کھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دور میں عام ہو گئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹ منٹوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانس موڈی سے دریائے چناب کے کنارے ''ربوہ'' کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نوآبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر محمد علی جناح نے جنہیں عمر بھر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چودھری ظفر اللہ خاں کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقعہ نہ ملا تھا، غالباً انگریزوں کی سفارش پر

چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنالیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کردیئے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے، ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہوگیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنالیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفاداری، پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا، نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایۂ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعایتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض و مقاصد میں ملتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم سے اسی طرح الگ کھڑے ہیں، جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں، سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کرلیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رؤیا کی بناء پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کو احمدیت کے فروغ کیلئے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع بیس سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو، کیونکہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کا حامی تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ''نصب العین''

کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی بستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے کیونکہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ وکعبہ مقدس مقام اور متبرک اثر سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جاچکا ہے، جس کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔ مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی مٹھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام ''ننکانہ'' تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی، جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ ''چودھری ظفر اللہ خاں'' کا مدعا یہ تھا کہ ''ننکانہ صاحب'' کا قصبہ بھارت کو دینے کیلئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتد بہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تاکہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کرلیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن ''چودھری ظفر اللہ خاں'' نے ''ننکانہ'' میں سکھ سیواداروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کرلیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بود و باش رکھے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد

یہ حقیقت ''الم نشرح'' ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں:

''ہمارا عہد: میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے، میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دونگا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو، اور اگر خدا کی مشیت یہی ہے اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا! مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما''۔

بظاہر یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کیلئے ہر قسم کی کوشش جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں حرج کی کونسی بات ہے، ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کیلئے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لیے حرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجاتی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے والی ہوں۔

مثلاً: مرزائی ایک وقت ننکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کرنے کیلئے ہندوؤں

سے ہندوستان کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لیکر پاکستان میں بھارت کا ففتھ کالم بننے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت وکیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظرانداز کر دیا جائے ۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اور ان کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وفادار شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی مغشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

متوازی نظامِ حکومت

گزشتہ اقساط میں ہم روشن شواہد اور بین دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دجل وتلبیس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو تاویلات اور فریب استدلال کے بل پر رچائے جارہے ہیں، اس کے معتقدات دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متغائر اور مسلمانوں کیلئے شرعاً وایماناً ناقابل برداشت ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی از روئے عقیدہ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں ۔ لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کیلئے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، اسی کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ اہل سنت وجماعت مسلمانوں سے الگ اغراض ومقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت

مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں جو مذہبی تنظیم کے نام پر چلائی جارہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے۔ یا کر رہی ہے۔

امیرالمومنین: اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو ''امیرالمومنین'' کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ''امیرالمومنین'' کا لقب اس بلندترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو عصر حاضر کے جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ ''امیرالمومنین'' کی اصطلاح خالصۃً سیاسی اصطلاح ہے جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہئے جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے ''امیر'' یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل ومجاز بنادیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کیلئے ''امیرالمومنین'' کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس معہود ذہنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور ''ملت پاکستان'' کے نظام حکومت کو باطل سمجھتے ہیں، کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو ''امیرالمومنین'' کہلا سکتے ہیں، **ایک** وہ جن کے دماغوں میں اختلال ہو اور اختلال دماغی کے باعث وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حقدار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ **دوسرے** وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہشمند ہوں اور اس کے لئے سازباز وتیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت موقتہ قائم کر کے خود ''امیرالمومنین'' بن بیٹھیں ظاہر ہے کہ مرزا بشیرالدین محمود حواس باختہ لوگوں کے

زمرے میں سے نہیں بلکہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں ''امیر المومنین'' بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے۔ تاکہ وقت آنے پر اپنے موقتہ نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا ''امیر المومنین'' کہلانا تو کئی اعتبارات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ''امیر المرزائین'' یا ''امیر الاحمدیین'' کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کیلئے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور امیر کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بغاوت کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کا رنگ وروغن: صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' کے لقب سے پکارتے ہیں بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے۔ جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشر واشاعت، نظارت امور عامہ، نظارت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدرجہ اوّل اپنے ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں، ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنا لیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے، تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ''امیر المومنین'' کا تابع فرمان ہے۔ جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش روی کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، یہ بات کہ مرزائی

جماعت کے لوگ بدرجہ اوّل اپنے ''امیر المومنین'' کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں، اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کردیتی ہے۔ جو ''امیر المومنین'' کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کرلیتا ہے۔ اس حقیقت کے شواہد کے مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں، مرزائیوں کے اس معہود ذہنی کا ثبوت ڈاکٹر اقبال کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔ اس بیان میں ڈاکٹر صاحب اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کی اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میرپور کے مقدمات کی پیروی کررہے تھے، حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کردیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہوگیا''۔

متوازی نظام حکومت

ڈاکٹر اقبال کا متذکرۃ الصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کرچکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کررہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کمیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں، ملکی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں، قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں ہر جگہ اپنے فرقہ کے ''امیر المومنین'' کے تابع فرمان ہیں۔ اور اس دوسرے نظام کی اطاعت ووفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت ووفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں، جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔ مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش کرو کیلئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم بر سبیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کی منافقت: سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں ہی کو لیجئے۔ اس شخص پر جناح صاحب نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا ''وزیر امور خارجہ'' بنا دیا تاکہ اقوام متحدہ کی بحثوں میں حکومت پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کا وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چودھری ظفر اللہ خاں کی قانونی قابلیتوں اور وکیلانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لئے چودھری ظفر اللہ خاں کی بہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جاسکتا تھا جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا۔ لیکن جناح صاحب کی نگاہ انتخاب چودھری ظفر اللہ خاں پر پڑی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ چھپا تا ہوا مرزائی وکیل وزارت خارجہ کے منصب پر فائز ہو جانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا، جس کے

خزانے سے وہ بھاری بھرکم تنخواہ اور الاؤنس لے رہا ہے، لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم سے وہ یو۔این۔او کی بحثوں میں پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیر کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائر کی تعطیل کے دنوں میں بھی وہیں ٹھہرے۔ اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت اور نشر و اشاعت کرے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی اس عیارانہ چال سے متاثر ہو کر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے ''امیر المومنین'' کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بزبان برق بھیجی کہ ''آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو یو۔این۔او کے کام کے تعطّل کے دوران میں واپس نہ بلائیں بلکہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں''۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المومنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ ''امیر المومنین'' سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الاٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہو کر نافذ نہیں ہوا اور اس کے موجودہ ارباب حکومت بیدار مغز نہیں جو پاکستان کے متعلق عزائم بد رکھنے والے اور جمہور کے برپا کئے ہوئے نظام حکومت کے سائے میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کسٹوڈین: مرزائیت کے فروغ کے لئے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک افسوس ناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کسٹوڈین چودھری محمد عبداللہ خاں برادر اصغر چودھری ظفراللہ خاں نے پیش کر دکھائی۔ ۲۰؍فروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مکانات پر ''یوم مصلح موعود'' منایا۔ اس روز مرزائیوں نے کراچی کے ''خالق دینا ہال'' میں بھی اپنا ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت ''شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ پاکستان'' نے کی اور اس میں چودھری عبداللہ خاں ڈپٹی کسٹوڈین کراچی نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کی شمولیت تو ایک حد تک جائز اور قابل عفو سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو ''قد آدم'' پوسٹر شائع کئے۔ ان میں جلی قلم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کر دیئے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار ''نوروز'' نے احتجاج کی صدا بلند کی۔ لیکن مرزائی ایسے احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں۔ کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں منسلک ہو جاؤ، پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ کے لئے استعمال کرو تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے ازروئے آئین وقانون قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لئے اجازت کی شرط: متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ

ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے جس کے خزانہ میں سے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں جو مرزائیوں نے الگ قائم کر رکھی ہے، جس کا ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے۔ نظارتیں بھی ہیں محکمے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لئے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کر لیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اس کو مقاطعہ کی سزا دے دی جاتی ہے، ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۹ء کے صفحہ ۴ پر شائع ہوئی۔ وھو ھذا۔

''چونکہ شریف احمد گجراتی مواقف زندگی ابن ماسٹر محمد الدین صاحب لائبریرین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر والٹن سکول لاہور میں سٹیشن ماسٹر کی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئے تھے۔ ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے'' (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آ کر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کر لیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہر اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی

الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کردیا کہ پاکستان میں ایک ''امیرالمومنین'' بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے وظائف ادا کررہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چودھری ظفراللہ خاں سے لیک سکسس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویہ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔ اس درخواست کے جواب میں چودھری ظفراللہ خاں کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بلکہ ''امیرالمومنین'' سے استدعا کرو، مرزابشیرالدین محمود کو پاکستان کا ''امیرالمومنین'' ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟

فرقان بٹالین: اور لیجئے، مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف ''امیرالمومنین'' اور محکمے شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن ''فرقان بٹالین'' کے نام سے قائم ہوچکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ، گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائیگا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ ''بٹالین'' بنادینے میں حرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بنا پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہوسکتے تھے؟ ہوسکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج

تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے ''فرقان بٹالین'' بنانے کی اجازت حاصل کرلی تا کہ ''مرزائی جوان'' جنگی تربیت حاصل کرلیں۔ اور جب مرزا بشیرالدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آسکے۔

صیغۂ راز یا خفیہ امور: مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے، نظارتیں اور دارالقضا یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح ''راز'' کا ایک صیغہ بھی ہے چنانچہ ''الفضل'' جنوری کے صفحات ۳و۴ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں وغیرہ کے وظائف واختیارات کے متعلق جو نظام نامہ شائع کیا گیا۔ اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں:

''ایسی صورت (یعنی ویٹو پاور کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا۔ اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم از کم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بنا پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے، کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔

لیکن اس مؤخرالذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کر کے ''بصیغۂ راز'' مرکز میں ارسال کرے''۔

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بصیغۂ راز بھی ہیں۔ جن کی روداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف

مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں، جو ثابت کررہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظامِ حکومت قائم کررکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کررہا ہے۔

قادیان کا ایک نظارہ: مرزائیوں کے رجحانات، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جانچنے اور سمجھنے کے لئے ایک نگاہ ان کے ان مصدقہ کوائف پر بھی ڈال لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں ثبت ہو چکے ہیں، تو بے جا نہ ہوگا۔ گورداسپور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا جس کے ضمن میں اس نے لکھا:

قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کردیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا، جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والینٹر کور) مرتب ہوا۔ اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں **''لمن الملک الیوم''** کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔

دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا اور یہ قصہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے تخیل کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کردینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مثل میں درج ہیں۔

یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایۂ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جا چکی تھیں۔ فاضل جج نے لکھا: ''یہ افسوس ناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتشزنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں، جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی تھا''۔

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) احکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہو چکے تھے۔ دینی اور دنیاوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔ لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔ مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کردینا کافی ہے کہ قادیان میں جور وستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

قصہ مختصر متوازی نظام حکومت بنا کر چلنا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔ سوال یہ ہے کہ سرکار انگریزی نے تو اپنے خودکاشتہ پودے کی ترقی کے لئے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں بیٹھ کر متوازی نظام حکومت چلائیں جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا؟

پاکستان کیلئے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقساط ماسبق میں ''مرزائیت'' کے خدوخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض برسبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال واقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیئے ہیں۔ انہی بیّن اور روشن شواہد کی بناء پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات وعزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر وقیادت نیز ارکان واعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل وتلبیس اور فریب ومکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پارہی ہے۔ اور اس کا بروقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کے بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیرالدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشینگوئی کسی وحی،

الہام، رؤیا یا خواب کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس بصیرت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی ''الہامی'' پیشینگوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی ''رؤیائی'' تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش اندازہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ ''مرزائیت'' مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں۔ اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے، ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ **وما علینا الا البلاغ۔**

حرف مطلب: اقساط ماسبق میں ہم نے ''مرزائیت'' کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لبّ لباب بصورت ذیل بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱...... مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں جس کا بنیادی اعتقادی نقطہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ہے۔ لیکن یہ قوم دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات کے باعث بن چلے ہیں۔

۲...... دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور ملّی اصطلاحات ان کے صحیح محل کے علاوہ اپنے اکابر کیلئے بالاصرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامۃ المسلمین کی غیرت کا استہزاء کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے ''صلوٰۃ وسلام'' مرزا کے ساتھیوں کو ''صحابہ کرام'' کا لقب دے کر ان کے لئے

''رضی اللہ عنہ'' کی دعا کا استعمال۔ مرزا کی بیویوں کیلئے ''امہات المومنین'' کا لقب، مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' کا لقب، اپنے پیشوا کیلئے ''امیر المومنین'' کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لیے ''خلافت'' کی اصطلاح بلاتکلف استعمال کررہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور ان کے استعمال پر مرزائیوں کا اصرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جارہی ہے۔

۳...... پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش ہے۔ وہ اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی وسیع بیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کررہے ہیں۔ قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بلکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

۴...... مرزائیت کے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسی تنظیم استوار کررکھی ہے۔ جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵...... پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ''امیر المومنین'' کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تحفظ کے لئے بدرجہ غایت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو، مجال انکار نہیں ہوسکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے

دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات کم وبیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو پاکستان کے خرمنوں کے لئے برقِ خرمن کی طرح پرورش پارہی ہے۔ ان کیفیات وخطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر ازسرنو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جوانہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کر رکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہادیں، جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز ''ربوہ'' کے نام سے تعمیر کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیانی کی ہفوات واہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت وحسب موقع ان کی توجیہیں اور تاویلیں کرنے سے یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی۔ اگر وہ رشد وہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کر دینے چاہئیں۔ جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کر دیا ہے۔ کیونکہ ''مرزائیت'' کا ڈھونگ انہی کی خاطر رچایا گیا تھا اور انہی کے حکم وایماء سے رچایا گیا تھا۔ لیکن اگر اللہ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور کانوں پر مہریں لگادیں ہیں اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کے بجائے اللہ کا بھیجا ہوا اور رسول، مسیح، مہدی، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر ومقر رہنا ضروری سمجھتے ہیں، تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تلبیس کوششیں یک قلم ترک کر دینی چاہئیں اور

اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قوم مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہئے۔ اس صورت میں وہ ''مرزائی'' کہلائیں یا ''احمدی''۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وتیرہ خود ہی ترک کردینا چاہئے۔ مسلمانوں کی دینی وملی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کرلیں اور مرزا کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور اس کی بیویوں کے لئے ''امہات المومنین'' اس کے ساتھیوں کے لئے ''صحابہ کرام'' اور اس کی بیٹی کیلئے ''سیدۃ النساء'' اور اس کے متعلقین کیلئے ''رضی اللہ عنہ'' کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کر کے اسلام کی روایات سے تلعّب واستہزاء نہ کیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل دکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجۂ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کارخانہ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کر رکھی ہے۔

ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کرسکتے ہیں جو ان کیلئے ضروری ہوں اور جو ملک کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں۔ لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابھی سے اپنی دینی اور دنیوی حیثیت پر ازسر نو غور کرلیں کیونکہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تلعّب کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائسنس نہیں ملے گا نہیں مل سکتا جو انہیں پچھلے دور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

تتمہ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں اور مرزا بشیر الدین محمود کے رؤیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سر تا پا لغو بلکہ شرارت افروز فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے مائل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بود و باش رکھنے کیلئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وتیرہ ترک کر دیں لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام موقف اور مستقبل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بجائے پاکستان میں آکر اپنی مفسدانہ سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنا لینے کے خواب دیکھنے لگے۔ نجات کے فرنگی گورنر سر فرانسس موڈی نے انہیں پاکستان میں اپنا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹمنٹوں کے سلسلے میں ابتدائی دور میں جو اندھیر مچا، اس سے مرزائی افسروں نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان، اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں ناجائز طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چودھری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ بنالیا گیا، تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کیلئے اور ان کے ''امیر المومنین'' ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لئے بچالیا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے غذا کا کام دیں۔

''عامۃ المسلمین''کواور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں الجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے، جسے ہم دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لئے سیالکوٹ کا وہ تبلیغی جلسہ منعقد نہ کرتے جس میں چند اضلاع کی مرزائی جمعیتیں مسلح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوئی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ چند دن اور اس فتنہ کی طرف منعطف نہ ہوتی جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لئے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ ''الفضل'' اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیالکوٹ کے حکام غفلت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے فتنہ آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیالکوٹ کے ہنگامے نے جو ۱۵ جنوری کو رونما ہوا۔ ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں مبتلا نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کر لی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل وشواہد کے ساتھ گزشتہ نو قسطوں میں عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور مؤقف کی تعیین وتحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند

باشندوں کی طرح اس کے سایۂ عاطفیت میں زندگی بسر کرتے رہیں ایسا کرنے کی دو واضح صورتیں ہم ''قسط نمبر۹'' میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لئے بدرجۂ غایت، دل آزار، اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے، اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو ''عامۃ المسلمین'' کو چاہئے کہ وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہوجائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان امور کا فیصلہ کرانے کیلئے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث وجدال ہیں مسلمانوں کو اس امر پر ٹھنڈے دل ودماغ اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ :

۱...... کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انبیائے کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲...... حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کے مرتبہ ختم الرسل وسید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے، نہ صرف مسلمان کہلائے بلکہ اس کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳...... مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں اپنے اکابر کے لئے استعمال کرتی رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی کیلئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام''۔ مرزا کے ساتھیوں کے لیے ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ عنہم''۔ مرزا کی بیوی کے لئے ''ام المومنین'' مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' اپنے دینی اور دنیوی پیشوا کے لئے ''خلیفہ'' اور ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے لئے

’’خلافت‘‘ کی اصطلاحیں بلاتکلف استعمال کریں۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تلعب واستہزاء ہیں، بلکہ عملاً چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کررہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان لغویتوں کو برداشت کرسکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مسامحت سے مرزائیوں کو اپنی یہ لغویات جاری رکھنے کا حق دینے کے لئے تیار ہیں تو انہیں یا تو مرزائی ہوجانا چاہئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ ’’مصطلحات‘‘ کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے مختص تھا، مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی ملکیت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکہ کا نوٹس نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کررہے ہیں۔

مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر وقیادت کو چاہئے کہ وہ ان خطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں بیان کردیئے ہیں۔ مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کرکے دستور ساز اسمبلی کی رہنمائی کے لئے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کرلیں۔ اور اس نقشہ کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے کوشاں ہوجائیں، اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعار مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ اور انہیں دینی اور دنیوی فتن سے آگاہ ہونے کے لئے صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکار گزٹ ''الفضل'' کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلہ مضامین میں گورداسپور کے سیشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیئے ہیں انہیں اپیل پر پنجاب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج ''جسٹس کولڈ سٹریم'' مسترد کر چکا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جسٹس کولڈ سٹریم نے اپنے فیصلے میں سیشن جج گورداسپور کے بعض ریمارکس کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا، ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی، سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں، جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئی۔

وما علینا الا البلاغ واخر دعونا ان الحمد ﷲ رب العلمین

مرتضیٰ احمد خاں میکش

''پاکستان کا وجود عارضی ہے''

مرزا بشیر الدین محمود کا الہامی عقیدہ

''ہم نے ۱۱فروری کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سیاسی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود کی ایک ''عرفانی'' گفتگو کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروؤں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ ''مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس کے طور پر منتخب کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے''۔

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، افتراق پسند ہیں۔ اگر وہ

ہلاکت کے اس گڑھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لئے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ مرزا بشیرالدین محمود کی یہ ''عرفانی'' گفتگو جو ۵ اپریل، ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں بانٹی جارہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس جماعت کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے، یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کیلئے بیس تصور کرتے ہیں اور اس بیس کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں، پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور ہلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ محض بہ امر مجبوری (عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے اکھنڈ ہندوستان کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۃً عارضی سمجھتے ہیں، قبول کرنی پڑی۔

معاصر موقر ''زمیندار'' اور مرزائیوں کے اخبار ''الفضل'' کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہارات ملتان کے علاوہ لائل پور اور گوجرانوالہ میں بھی نشر کئے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار ''الفضل'' یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بلکہ احراری ہیں۔ جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ''الفضل'' مرزا بشیرالدین محمود کی کسی سابقہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپریل، ۱۹۴۷ء میں اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کا دیا ہوا بیس قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لئے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیرالدین محمود واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی، ۱۹۴۷ء میں یہ

کہنے لگا تھا کہ: ’’ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے۔ اور وہ انہیں ملنا چاہئے۔ اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پھانسی پر بھی لٹکا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے موجب راحت ہوگا‘‘۔

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی الہامی اور عرفانی گفتگو میں بلاشبہ بھان متی کا سا پٹارا ہوتی ہیں۔ جن سے بوقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیرالدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رؤیاؤں اور الہاموں کی تعبیر وتفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے اور یوں بھی نکل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ ’’میرا خواب مبشر بھی‘‘ ہے اور ’’منذر بھی‘‘ ہوسکتا ہے، اس لئے ہم ’’الفضل‘‘ اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ مرزا بشیرالدین کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہے۔ بلکہ ایسی متضاد باتیں جن سے اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے۔ جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔ باقی رہا الفضل یا لائیل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سیکریٹریوں کا یہ دعویٰ کہ محولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق وتفتیش کے خلجان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہوسکتا ہے کہ احراری مرزا بشیرالدین محمود کی اس ’’عرفانی‘‘ گفتگو کو نشر کر رہے ہوں تاکہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یاد دلانے کے لئے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کیلئے اس حرکت کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ

مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس بنایا تھا جو مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ختم کردیا۔لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کیلئے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی ''ایک عرفانی'' مجلس میں اس امر کا اعلان کرچکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو ''یہ کیفیت عارضی ہوگی''۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے بیس بنایا جاچکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔مرزائی کررہے ہیں یا احراری کررہے ہیں۔اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس ''عرفانی'' گفتگو سے ظاہر ہیں، جو ۵، اپریل ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جارہی ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کیلئے خدا کا دیا ہوا بیس سمجھنے اور پاکستان کے وجود کو عارضی کیفیت قرار دینے کے متعلق نہ تو ''الفضل'' کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے، نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس ''عرفانی'' گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس ترجیحی سلوک کی مستحق ہے، جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ایسا اہم سوال ہے جس کا ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن سردست انہیں اس سوال کا جواب دینے کیلئے آمادہ و مائل نہیں پاتے۔

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؔ

قادیانی سیاست

"کمبخت منافق ہے... اِدھر بھی ہے اُدھر بھی"

(سنِ تصنیف: 1951ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان سے بیزاری..... بھارت سے وفاداری

پاکستان کی اسلامی مملکت کے اندر تخریبی فتنے پرورش پارہے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ''مرزائیت'' کا ہے کیونکہ مرزائیت دین اسلام کی کھلی تحقیر وتضحیک کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے پیرو نہ تو اسلام کے وفادار ہیں، نہ مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اور نہ پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا اُنس رکھتے ہیں۔ اس فتنہ کے سب سے زیادہ خطرناک ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا کے پیرو خارج میں اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں اور باطن میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم سمجھتے ہوئے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود یہ ''منافقین'' کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا اور مومن میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی اپنے مذہبی عقیدہ کی رُو سے حرام سمجھتے ہیں، اور ادھر مسلمانوں کی غفلت اور بےخبری کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی حقیقت وماہیت سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہونے کے باعث انہیں بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھ رہے ہیں۔ اور جب کوئی مرزائی مرجاتا ہے تو اس کے مسلمان رشتہ دار اس کی نماز جنازہ میں شامل ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں کسی قسم کی عار یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ کھلے دشمن کی بہ نسبت وہ چھپا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے جس کے خبیث باطن کی طرف سے انسان غافل ہو۔ اور یہی حالت پاکستان اور دنیائے اسلام کے عام مسلمانوں کی ہے جو مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کی ان ظاہری اور مخفی

سرگرمیوں سے بے خبر رہتے ہیں جو کہ منافقین کے اس گروہ کی طرف سے پیہم کی جارہی ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''مرزائی مسلمان نہیں''۔ کیونکہ وہ قادیانیوں کے ایک ''مدعی کاذب ودجال مفتری کی نبوت'' پرایمان لانا ذریعہ نجات قراردیتے ہیں۔لیکن سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کو جوملت پاکستان کا ایک جزواور پاکستان کا خیرخواہ اوروفادار سمجھا جارہا ہے وہ پاکستان کے عوام اوران کے ارباب سیاست کی بہت بڑی کم نظری اورنافہمی پردال ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس کم نظری اورنافہمی کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان مرزائیوں کی سرگرمیوں اوران کے رجحانات کا جائزہ لینے کی طرف سے غافل ہیں اوراپنی اس غفلت کی وجہ سے مرزائیوں سے دھوکا کھاتے چلے جارہے ہیں۔چند ماہ ہوئے ہم نے مرزائیوں کے سیاسی عزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلسل مقالات کی دس قسطیں شائع کی تھیں۔جن میں ناقابل تردید حقائق ودلائل سے ثابت کردکھایا تھا کہ اس فرقہ کے لوگ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اوراس کے ساتھ ہی وہ بھارت کو بھی اپنے اُن بُرے دنوں کا ملجا وماویٰ سمجھ رہے ہیں،جب پاکستان میں ان کے عزائم بدپروان چڑھنے سے یکسر ناکام رہ جائیں گے۔معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے کے آثار دیکھ کرمرزائی اپنے اول الذکر مقصد یعنی پاکستان پر مرزائیوں کی حکومت مسلط کرنے کے خیال کی تکمیل کی طرف سے مایوس ہورہے ہیں اوراب اس فکر میں ہیں کہ بھارت کی زمین انہیں اپنے آغوش میں لے لے۔''ٹائمز آف انڈیا''،بمبئی کے نامہ نگار کی اطلاع مظہر ہے کہ ''اُمتِ مرزا'' کے افراد کا جواجتماع ۲۶،۲۷

دسمبر کو قادیاں ضلع گورداسپور میں منعقد ہوا اور جس میں پاکستان سے جانے والے یکصد کے قریب مرزائی یاتری بھی شامل ہوئے، اس میں پاکستان کو مرزائیت کے نقطۂ نگاہ سے بہت کوسا گیا اور بھارت کی اس قدر تعریف کی گئی کہ بھارت کی حکومت کو ''اللہ'' کی نعمت اور بھارت کو مرزائیوں کا ''دارالامان'' ظاہر کیا گیا۔ ''ٹائمز آف انڈیا'' کے نامہ نگار کا بیان یہ ہے۔ ایک نشست میں جس کے صدر لاہور کے ایک بیرسٹر شیخ بشیر احمد تھے، علی الاعلان کہا گیا کہ پاکستان کی حکومت جو اسلامی تحریک کا نتیجہ ہے، مرزائیوں کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔ وہاں تین مرزائی قتل ہو چکے ہیں۔ اس کے بالمقابل ہندوستان کی حکومت نے بیدین ہونے کے باوجود ہر مذہب کے پیروؤں اور بالخصوص مرزائیوں کی حفاظت کا خاطر خواہ سامان مہیا کر رکھا ہے۔ مگر ہندوستان میں ہمیں ہر قسم کا امن واطمینان میسر ہے۔ ان امور کی روشنی میں ہندوستان کی حکومت کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ ہم اس حکومت کے وفادار ہیں۔

اس کے علاوہ اخبار ''بندے ماترم'' کی اطلاع مظہر ہے۔ ''قادیان ۲۸ دسمبر، کل یہاں احمدیوں کا سہ روزہ سالانہ جلسہ شروع ہو گیا۔ جس میں پاکستان سے آمدہ ۱۹۷ احمدیوں اور ہند کے مختلف حصوں کے ۵۲۰۰ احمدیوں کے علاوہ مقامی ہندوؤں اور سکھوں کی بھاری تعداد بھی شامل ہوئی۔ جلسہ میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ جس میں ہند سرکار سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیان میں موجودہ احمدیوں کی وہ تمام جائیداد واپس کر دے جو نکاسی قرار دی جا چکی ہے۔ ایک اور ریزولیوشن میں ہند و پنجاب کی حکومتوں سے درخواست کی گئی ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے سہولیات دی جائیں اور ان نکاسیوں کی واپسی کی اجازت

دی جائے جو کہ ۱۹۴۷ء کی گڑبڑ میں قادیان سے چلے گئے تھے اور ہر دو ڈومینیوں میں آنے جانے کے عارضی پرمٹ دیئے جائیں۔ مسٹر بشیر الدین احمد نے ہندوستانی احمدیوں کو تلقین کی کہ وہ ہندسرکار کے وفادار رہیں اور کوئی شرارت نہ کریں۔

مرزائیوں کے سالانہ جلسہ منعقدہ قادیان کی یہ تقریریں اور قراردادیں مرزائیوں کے باطنی رجحانات اور دلی احساسات کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں اس حقیقت کبریٰ کے باوجود، کہ پاکستان نے مرزائیوں کو پناہ دی اور مرزائیوں نے اپنی عیاریوں سے اپنے حق سے کہیں زیادہ عمارتیں، کارخانے، دکانیں اور اقتصادی ادارے الاٹ کرالئے۔ پنجاب کے انگریز گورنر سرفرانس موڈی کی خصوصی نظرِ عنایت سے ''ربوہ'' میں اپنا نیا مرکز بنانے اور نیا شہر بسانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کے وسیع قطعات حاصل کر لئے۔ پاکستان کے کوتاہ اندیش اربابِ اقتدار کی چشم پوشی اور کوتاہ نظری سے فائدہ اٹھا کر چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنوالیا اور اس چوہدری کے اثر ورسوخ کی بدولت مرزائیوں نے آبادکاری کے محکموں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لئے تاکہ ناجائز الاٹمنٹوں کے بل پر مرزائیوں کو مالا مال کرسکیں۔ وزارتِ خارجہ کی ملازمتوں میں مرزائیوں کو اتنی کثیر تعداد میں بھرتی کرلیا گیا کہ پاکستان کے سفارتخانے بیرونی ملکوں میں دینِ مرزائیت کی تبلیغ کے اڈے بن گئے اور تو اور خود چودھری ظفر اللہ خان وزیرِخارجہ پاکستان نے فلسطین اور دوسرے عرب ملکوں کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ حکومتِ پاکستان کے وزیر نہیں بلکہ مرزائیوں کے ''امیر المومنین مرزا بشیر الدین'' کے سفیر ہیں۔ القصہ مرزائیوں نے ایک بھاری سازش کے ماتحت اپنی قومی تنظیم کے بل پر پاکستان کی

دولت وثروت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جما کر اسے ایک مرزائی مملکت بنانے کی پوری کوشش کی، لیکن اب کہ عامۃ المسلمین میں مرزائیوں کے عزائم بد کی طرف سے ایک حدتک باخبر ہونے کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ مرزائی بھارت کی حکومت کو اللہ کی نعمت قرار دے کر اس سے درخواستیں کرنے لگے ہیں کہ ہماری جائیدادیں واپس کر دی جائیں اور ہمیں قادیان میں لوٹ آنے کی اجازت دی جائے۔ بلاشبہ مرزائیوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بھارت سرکار سے واپس بھارت جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواستیں کریں اور ہم دل سے خواہاں ہیں کہ ایسے لوگ جو اسلام کے بدترین دشمن اور پاکستان کے باطنی بدخواہ ہیں، پاکستان سے نکل جائیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دین مرزائیت کے پیرو، انگریز کے، ہندو کے، یہودی کے اور اسلام کی ہر دشمن حکومت کے وفادار اور خیر خواہ بن سکتے ہیں۔ وہ اگر کسی کے وفادار نہیں بن سکتے ہیں تو وہ اسلام ہے اور اسلامی حکومت ہے۔ ہم پاکستان میں ایسی منافق غیر مسلم قوم کی موجودگی کو پاکستان اور دینِ اسلام کے بہترین مقاصد کے لئے سخت خطرناک سمجھتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ پاکستان کے بھولے بھالے اور بے خبر مسلمان ایک نہ ایک دن ان منافقین کے ہاتھوں بہت بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں گے، پاکستان کے مسلمان آج ان آفتوں اور مصیبتوں کی طرف سے یکسر غافل ہیں، جو اس فتنہ کے آغوش میں پل رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم مرزائیوں کو ان کے دنیوی بھلے کی خاطر یہ مشورہ دینگے کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو بھارت کے ''دارالامان میں'' پہنچانے کا بندوبست کر لیں، بلاشبہ آج کے بعض نام نہاد سیاسی لیڈر مرزائیوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین قادیانی کی

خوشامد کررہے ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمان اور پاکستان کے وفادار لوگ سمجھ رہے ہیں، لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ پاکستان کے مسلمان بیدار ہوں گے اور مرزائیوں سے ان کی اسلام دشمنی اور پاکستان آزاری کا حساب لے کر رہیں گے۔

۵جنوری ۱۹۵۱ء
مرتضیٰ احمد خان
(مدیر مغربی پاکستان۔ لاہور)

کیا پاکستان میں

مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

(سنِ تصنیف: 1952ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف نے اب سے کوئی ڈھائی سال قبل یعنی اوائل ۱۹۵۰ء میں روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں مقالات اور اداریہ کی مسلسل دس اقساط لکھ کر پاکستان کے ارباب بست وکشاد یا نوزائیدہ ملک کے اصحاب فکر وتدبیر اور یہاں کے جمہور مسلمین کو اس حقیقت سے آگاہ ومتنبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرزائی فرقہ کے لوگ اپنی تنظیم اور دشمنان اسلام کی ظاہری اور مخفی امداد کے بھروسے پر پاکستان کے اندر مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بہت بڑا جال پھیلا رہے ہیں، آگے چل کہ مسلمانان پاکستان کے لئے بدرجہ اتم تکلیف دہ ثابت ہوگا، میں نے ان مضامین میں قادیانیت کے مذہبی دجل کا پول کھولنے کے ساتھ اس فرقہ کے پیشوا بشیر الدین محمود اور قصر مرزائیت کے رکن اعظم چوہدری سر ظفر اللہ خان کے اقوال واعمال کو سامنے رکھ کر ان کے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو ناقابل تردید حد تک ثابت کر دکھایا کہ ''سیاسی اعتبار سے ان (مرزائیوں) کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان بھی کیوں نہ کرنا پڑے''۔

اس کے ساتھ ہی راقم الحروف نے عام سیاسی بصیرت کے بل پر اس امر کی پیش گوئی کردی تھی کہ ''مرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود

ابھی سے سے متعین کردی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیرسرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ کی جائے ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا‘‘۔

آج میں پاکستان کے اندر رونما ہونے والے واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اس ملک کے ارباب اختیار واقتدار اور عامۃ المسلمین سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ ’’**کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی؟**‘‘

حیرت انگیز واقعات: واقعات جن کی بناء پر میرے دل سے یہ سوال اٹھا ہے، یہ ہیں ۱۷، اور ۱۸ مئی کو پاکستان کے دارالسلطنت کراچی میں مرزائیوں کے ایک جلسۂ عام کو کامیاب بنانے کے لئے صوبہ کراچی کی پولیس استعمال کی گئی تاکہ چودھری سر ظفر اللہ خان ’’وزیر خارجہ پاکستان‘‘ چودھری عبداللہ خان ’’ڈپٹی کسٹوڈین کراچی‘‘ شیخ اعجاز احمد ’’جائنٹ سیکرٹری وزارت خوراک پاکستان‘‘ میجر شمیم ’’اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت مال پاکستان‘‘ مسٹر احمد جان ’’ملازم محکمہ سول سپلائی کراچی‘‘ اور دیگر مرزائی سرکاری افسر اور عہدیدار مسلمانوں کو مرزائی بنانے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ مرزائیوں کے اس تبلیغی جلسہ عام کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستانی پولیس کی بھاری جمعیت بلائی گئی، جلسہ عام تھا اس لئے کچھ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب مرزائیت کے مبلغوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقائد پر حملے شروع کئے اور ان کے نہایت ہی نازک مذہبی جذبات کو مجروح کرنے لگے تو انہوں نے احتجاج کی آوازیں بلند کیں۔ پولیس نے جو پہلے ہی اس مقصد کے لئے بلائی گئی تھی۔ مسلمانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ ان کو مجروح ومضروب کر کے گرفتار کرلیا۔ اس پر عوام مشتعل ہوگئے۔ انہوں نے سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں احتجاجی

مظاہرے کئے، ان مظاہروں کو روکنے کے لئے پھر پولیس کے ڈنڈے استعمال کئے گئے اور اشک آور گیسیں چھوڑی گئیں۔

اگلے دن پھر اسی تماشے کو دہرایا گیا اور مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی طاقت کے بل پر چودھری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی تبلیغی تقریر سننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ کراچی حکام کی اس حرکت پر جسے لازماً پاکستان کی مرکزی حکومت کی اشیر باد حاصل ہوگی، ملک بھر میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کردیا اور رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کا دن یومِ احتجاج مقرر کردیا تاکہ مسلمان اس روز جابجا جلسے منعقد کر کے اپنی اسلامی حکومت کے ارباب اقتدار پر ظاہر کردیں کہ ”مسلمان مرزائیت کے عقائد باطلہ کی کسی تبلیغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ عقائد مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے منافی اور ان کے نازک دینی احساسات کو ٹھیس پہنچانے والے ہیں“۔ نیز حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ مرزائی فرقہ کو ملک کی ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ اس فرقہ کے لوگ ان منافقانہ چالوں کو استعمال کرنے سے باز آجائیں، جن کے بل پر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ہر میدان اور ہر مقام پہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور پہنچارہے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دلی جذبات کے اظہار سے روکنے کیلئے پنجاب کی حکومت نے ایک عجیب وغریب پالیسی وضع کی جس کے ماتحت حکام اضلاع نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اس مضمون کے احکام صادر کروالئے کہ مرزائیت یا مرزائیوں اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے متعلق بھرے مجمعوں میں اظہار خیال کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مقصد کے لئے جلسہ منعقد کرے گا

یا جلوس نکالے گا یا تقریر کرے گا۔ اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ مسلمانوں نے حکومت کے ان احکام کا احترام کیا۔ عام جلسوں اور جلوسوں کے پروگرام معطل کردیے اور اظہارِ حق کے لئے صرف اسی امر پر اکتفا کرلیا کہ مساجد کے اندر جمعۃ الوداع کے موقع پر جو احتجاجات ہوں گے وہی ان مطالبات کی تائید میں آوازیں بلند کر کے حکمرانوں کو حقیقتِ حال سے متنبہ کردیں، اضلاع کے حکام نے حکومت پنجاب کی طے کردہ پالیسی کے ماتحت ان لوگوں کو بھی گرفتار کرلیا جنہوں نے مساجد کے احتجاجات میں مرزائیت اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی، اس طرح عامۃ الناس پر ظاہر کردیا کہ پاکستان کی سرزمین میں کوئی شخص مرزائیت اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور حکومت کے اس نادرشاہی حکم کی لپیٹ میں پبلک جگہیں نہیں آتیں، بلکہ ان کے گھر اور خدا کے گھر یعنی مسجدیں بھی آجاتی ہیں۔

واقعات کی یہ رفتار دیکھ کر کیا میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ پاکستان میں کس کی فرماں روائی ہے؟ اور یہ فرماں روائی کس قانون اور کس قاعدہ کی رُو سے کی جارہی ہے؟ ان واقعات نے کیا یہ ثابت نہیں کردکھایا کہ

یک بام و دو ہوا کی پالیسی

ا…… مرزائیوں کے عام تبلیغی جلسوں کو کامیاب بنانے کیلئے حکومت اپنی ساری طاقتیں استعمال کرے گی، تاکہ مرزائی کھلے بندوں پولیس کے ڈنڈوں اور فوج کی سنگینوں کے سائے میں دین حقہ اسلام کا منہ چڑائیں، ختم نبوت کے انکار کا پرچار کر کے مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کو مجروح کریں۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے اس انبار کی جن سے

مرزائیت کالٹریچر بھرا پڑا ہے، خوب نشر واشاعت کر سکیں۔

۲..... مسلمان اگر عقیدہ ’’ختم نبوت‘‘ کے تحفظ اور اس کی نشر واشاعت کے لئے اپنے تبلیغی جلسے اپنی مساجد کے اندر بھی منعقد کریں گے تو انہیں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائیگا اور کسی کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائیگی کہ مرزائی وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کی اسلام سوز سرگرمیوں کے متعلق کوئی حرفِ حق زبان پر لائے۔

حکومت کی طرف سے اپنی متذکرہ صدر پالیسی کے اس عملی طور پر واضح اعلان کے بعد مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک پر کس کی فرمانروائی ہے؟ اور ان کی کیفیات کو جن کا آغاز متذکرہ صورت میں ہوا ہے، وہ کس حد تک برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟

شہری حقوق اور دستور ما سبق

کہا گیا ہے کہ مرزائی بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور انہیں بھی اس امر کا قانونی اور مدنی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کی نشر واشاعت کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح عام جلسے منعقد کریں۔ اصولی طور پر یہ بات کتنی صحیح اور کتنی خوبصورت نظر آتی ہے، لیکن ایسا کہتے وقت اس کے دوسرے اہم پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کسی آبادی کا کوئی گروہ شہری آزادی کے حقوق کو اس طریق سے استعمال کرنے کا مجاز نہیں جو فساد انگیزی کا موجب ہو، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی اپنے جن عقائد کی نشر واشاعت کا حق مانگتے ہیں۔ مرزائیوں کو عام جلسہ منعقد کر کے تبلیغی مہمیں جاری کرنے کی اجازت دینا ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کو دعوت دینے کے مترادف ہے، پھر فتنہ آرائی کی اس دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے ملک کی پولیس اور فوج

استعمال کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ حکمران طبقے طاقت وقوت کے بل پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر مرزائیت کا دین اختیار کرلیں، ایسے با تدبیر ارباب حکومت سمجھ بوجھ سے کام لیا کرتے ہیں اور کسی نئے فتنہ کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔ چہ جائیکہ اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کے لئے پولیس اور فوج کو استعمال کرنے لگیں ایسے امور میں حکمرانوں کا دستور العمل یعنی حسب دستور سابق ہوا کرتا ہے تاکہ نئے فتنے پیدا نہ ہوں۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران مختلف مذہبی گروہوں کے شہری حقوق کے اجراء کے بارے میں اسی اصول کو دستور العمل بنا کر چلا کرتے تھے۔ مثلاً گائے ذبح کرنا مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ جھٹکا کرنا سکھوں کا مذہبی حق تھا، تعزیہ نکالنا شیعہ کا مذہبی حق تھا۔ لیکن اس دور کے حکمران صرف ان مقامات پر ان مذہبی حقوق کے اجراء کی اجازت دیتے تھے۔ جہاں یہ حقوق پہلے سے مسلم ہو چکے تھے۔ کسی نئی جگہ پر وہ نہ تو جھٹکا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ان مدنی حقوق کے اجراء سے لوگوں کو روکنے کی وجہ محض یہ تھی کہ فتنہ وفساد کے دروازے بند رہیں۔ لیکن کراچی کے حکام نے پاکستان کی مرکزی حکومت کی آنکھوں کے سامنے شاید انہی کے ایماء سے مرزائیوں کو جلسہ عام کرنے کی اجازت دیدی، جو انہیں پہلے سے حاصل نہ تھی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ حکمرانی کی طاقتیں جو اچھے مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہئے تھیں۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے لگادیں۔ نتیجہ ہنگامہ آرائی کی شکل میں رونما ہوا اور ملک کے اندر ایسی تحریک چل نکلی جو اب اس معاملے کا دوٹوک فیصلہ کر کے رہے گی کہ اس ملک کے انتظامات سنبھالنے کا حق کس کو حاصل ہے؟ آیا مسلمانوں کو حاصل ہے جن کی غالب اکثریت اس ملک میں آباد ہے یا مرزائیوں

کو حاصل ہے جن کو ملک کے اندر تو کسی قسم کا اثر ورسوخ حاصل نہیں، البتہ جو اسلام کی دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز ضرور رکھتے ہیں۔

مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حکومت یا کراچی کے حکام نے اس بنیادی اصول کی بناپر پاکستان میں ہر طبقہ کے افراد کو عام جلسہ منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ کراچی میں مرزائیوں کا جلسہ عام پولیس کی مدد سے کامیاب کرانا اپنا فرض منصبی خیال کیا، تو پنجاب میں عام مسلمانوں کے جلسوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اسی پولیس کو اس کام پر کیوں لگادیا گیا کہ وہ جلسے منعقد نہ ہونے دے اور عوام کو اپنے مدنی حقوق سے بہرہ افروز نہ ہونے دے، اگر فتنہ آرائی کے اندیشے سے مسلمانوں کے جلسے بند کئے گئے ہیں، تو مرزائیوں کے جلسے اسی اندیشے کی بناء پر سب سے پہلے بند کرنے چاہتے تھے اور یہ مسجدوں کو دفعہ ۱۴۴ کی لپیٹ میں لانا ایسا نادر کارنامہ ہے۔ جس کی نظیر تو کافر انگریز کی حکومت نے بھی اپنے صد سالہ دور حکمرانی میں مشکل ہی سے کی ہوگی۔

مسلمانوں کے مطالبات: مسلمان اپنے جلسوں میں کیا کہنا چاہتے تھے؟ صرف یہی کہ مرزائی لوگ اپنے جن عقائد کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے بدرجہ غایت اشتعال انگیز ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ انہیں خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی سے باز رکھے۔ نیز وہ چودھری سر ظفر اللہ خاں کے تدبر، اس کی لیاقت اور اس کی پاکستان سے وفاداری پر اعتماد نہیں رکھتے، اس لئے چودھری صاحب کو وزارت جیسے ذمہ دار عہدے سے ہٹادیا جائے۔ مزید برآں وہ حکومت سے جسے وہ غلط یا صحیح طور پر اپنی حکومت سمجھتے ہیں۔ اس مضمون کی استدعا کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کو ملک کی جداگانہ غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا جائے،

کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ان مطالبات میں وہ کون ساز ہر بھرا تھا کہ ''حکومتِ پنجاب'' نے ایسے جلسے منعقد کرنے کی ممانعت کردی جن کے اندر متذکرہ صدر مضامین کی آوازیں بلند کی جاتیں۔ کیا پاکستان کے حکمران ڈنڈے کے بل پر عامۃ المسلمین کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے اربابِ حکومت کی طرح چودھری ظفر اللہ خاں کے حسن تدبر اور اس کی روحانیت (جیسا کہ انگریزی کے ایک مرزائی اخبار نے لکھا تھا) پر ایمان لے آئیں اور حکومتِ برطانیہ کی اس لاڈلی شخصیت کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔

مجھے تعجب ہے کہ چودھری ظفر اللہ کو پاکستان کے انتظامات سنبھالنے، اول وزارت میں لیا ہی کیوں گیا؟ اور دیگر لیا گیا، تو کیا وجہ ہے کہ عامۃ الناس کی طرف سے اس پر عدم اعتماد کے اس قدر اظہار کے باوجود جو گذشتہ پانچ سال کے دوران میں ہوا ہے، اسے برطرف کیوں کیا گیا؟

آخر وہ کون سی طاقت ہے، جس کے بل بوتے پر چودھری صاحب پاکستان کے دفترِ خارجہ کو قادیانیوں کی میراث بنائے بیٹھے ہیں۔ اور اس کے بل پر ملک کے اندر اور ملک کے باہر جہاں کہیں موقع ملتا ہے، مرزائیت کی تبلیغ کرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہیں لیتے۔

فتنہ انگیزیوں کی ابتداء: قصہ مختصر گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے جس نوعیت کے واقعات اس سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے ڈھائی سال پہلے جن خطرات کو محسوس کیا تھا۔ وہ بہت قریب آگئے ہیں بلکہ شروع ہو چکے ہیں۔ مرزا

بشیر الدین محمود کچھ عرصہ سے اپنے مریدوں سے کہہ رہا تھا کہ پاکستان میں عنقریب مرزائیوں کی حکومت قائم ہونیوالی ہے اور مخالفین مجرموں کی طرح ان کی یا ان کے کسی جانشین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ نیز اپنے مریدوں کو اس امر کی تلقین کررہا تھا کہ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کردو کہ مسلمان مرزائیوں کی طاقت شرانگیزی کا لوہا مان جائیں۔ اور احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور مجبور ہوکر ''احمدیت'' کی آغوش میں آگرے۔

تو حالات جن کے پیدا کرنے کا منصوبہ دیر سے باندھا جارہا تھا۔ کراچی میں جلسہ عام منعقد کرنے کا فتنہ کھڑا کرکے پیدا کرنے کی ابتداء کردی گئی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ مرزا بشیر الدین محمود اور چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کے ارباب سیاست واقتدار میں سے اور اس کے فوجی اور ملکی حکام میں سے کس کس کو اس منصوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔ البتہ حالات کی رفتار کہہ رہی ہے کہ مرزائی عنقریب ملک کے اندر درجہ اول کے فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کریں گے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کی روحوں کو کچل کر اور ان کے سروں کو پھوڑ کر پاکستان کے اندر مرزائیت کے اقتدار کو مستحکم کرلیں، وہ اپنے اس برے ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو علیم وخبیر ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے وہ یہ کہ مرزائی لوگ شرارت پر کمربستہ ہیں اور ملک کے اندر طرح طرح کے فتنہ برپا کرکے پاکستان کو اور پاکستان کے مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچا کر رہیں گے۔

مسلمانوں کو ابھی سے حفظِ ماتقدم کی تدابیر سوچ لینی چاہئیں۔ پانی سر سے گذر گیا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ (سہ روزہ آزاد لاہور ۳، جولائی ۱۹۵۲ء)